مشاہیر فرمانروایان ہند کا سلسلہ

مرتبہ

سر ولیم ولسن ہنٹر کے سی ایس آئی سی آئی ای - ایم اے ایل ایل ڈی

سوانح عمری

رنجیت سنگھ

مصنفہ

سر لیپل گریفن صاحب کے سی ایس آئی

مترجمہ

مولوی محمد لطیف صاحب بی اے وکیل ہائی کورٹ ججمنٹ ایڈیٹر

عدالت العالیہ صاحب جوڈیشل کمشنر بہادر ملک اودھ

بار اول

مطبع منشی نولکشور مقام لکھنؤ میں چھپا

سنہ ۱۹۰۱ء

مطبع جامعہ عثمانیہ

مشاہیر فرمانروایانِ ہند کا سِلسلہ

رنجیت سنگھ

پہلا باب

تمہید

مغلیہ سلطنت کے تباہ ہونے پر جن سرداروں نے عروج پکڑا اُن مین سب سے زیادہ ممتاز اور دلکش صورت مہاراجہ رنجیت سنگھ کی نظر آتی ہے جو لاہور مین سکھون کی عارضی سلطنت کا بانی مبانی ہوا - نئی صدی کے آغاز کے پرآشوب زمانہ اور مختلف قومون اور مذہبون کے ہنگامون مین اُسکو موقع اچھا ہاتھ آیا اور اس موقع سے مستعدی اور استقلال اور جوہر خدا داد کی مدد سے

اُس نے خوب کام لیا اور گوبند سنگھ کے طریقہ پر چلنے والے جنگجو فرقون کو ایک کر کے ایک متفقہ قوم کھڑی کر دی۔ اُسکی سخت اور سفاکی کی حکومت مین سکھ لوگ جنکی جنگی تعلیم و تربیت اُس طریقہ کے مطابق ہوئی تھی جس سے زیادہ کامل طریقہ پر ہندوستان کی ریاستین نہ اُس سے پہلے کاربند ہوئی تھین اور نہ اُسکے بعد کاربند ہوئین تھوڑے ہی سے دنون مین غضب کے لڑنے والے ہوگئے اور اُن کا زور اُسی حالت مین ٹوٹا جب مہاراجہ کے جانشینون نے حماقت کر کے اُس کو انگریزون کے مقابلہ مین کام مین لانا چاہا۔

سکھون کی سلطنت کیا بلحاظ جلد عروج پکڑ جانے کے کیا بلحاظ بہت کامیابی حاصل کرنے اور کیا بلحاظ پورے طور پر زوال مین آجانیکے غرض ہر اعتبار سے نپولین کی سلطنت سے مشابہ تھی۔ مثل اپنے ہمعصر نپولین بوناپارٹ کے مہاراجہ لاہور بھی کوئی قیام پذیر خاندان اُس سلطنت کے واسطے قائم نہین کر سکا جو اُسنے چھوٹی چھوٹی ریاستون کو اُجاڑ کر اور راجپوتون

اور سلمانون اور سکھون سے لڑکر اور فتحیاب ہوکر حاصل کی تھی
اُسکی فتوحات کا کوئی پائدار نتیجہ نہ نکلا - اُسکے مفتوحات مثل ایک
لکڑیون کے گھٹے کے تھے کہ جب تک وہ جیتا رہا اُسکی زبردست
طبیعت کی رسّی سے سب جکڑی رہین اور جون ہی یہ رسّی ٹوٹی
ایک لکڑی الگ ہوگی - اُسکا تخت اور اُسکی طاقت اور بڑائی کی
حکایتین ایسے جانشینون کے قبضہ مین آئین جو بالکل ناقابل
تھے کہ اُنھون نے جہاز سلطنت کو اسقدر ٹیڑھا چلایا کہ وہ
چٹانون سے ٹکرا گیا اور ایسا تباہ ہوا کہ پھر کسیطرح نہین سکا۔ تاریخی
تقابلہ کو طول دینا بہت آسان کام ہے - مگر نپولین اور رنجیت سنگھ
کے اوصاف اور کامیابیون کی مشابہت محض بلحاظ ظاہری باتون
کے مشابہ ہونے کے تعجب انگیز نہین ہے بلکہ اس لحاظ سے بھی
دلچسپ ہے کہ اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب حالت ایک
طرح کی ہو تو یوروپ اور ایشیا دونون جگہ ایک ہی سے نتیجے
پیدا ہوتے ہین - اور جو کام اُن فرانسیسون سے ہوتے ہین
جو جاگیرداروں کے ظلم کے خلاف پہلی بغاوت مین فتحیابی سے

متواسلے ہو جائین وہی اُن سکھون سے ہوتے ہین جو برہمنون کی
مذہبی زیادتی کے خلاف بغاوت کر کے نئی نئی فتح حاصل کر چکے ہون
مغرب کی بغاوت کرنیوالون کو نپولین سا مالک ملا - اور مشرق کے
بغاوت کرنیوالون نے رنجیت سنگھ سا سردار پایا - دونون جنگی
جوہر رکھتے تھے - بالکل خود غرض تھے - بے رحم تھے - اور اخلاقی
خوبیون سے مُبرا تھے - جو طاقت اُنکو حاصل ہو گئی اُسے دوسرون
تک نہ پہونچا سکے - یہ سچ ہے کہ ہمارے زمانہ مین بھی ایک دفعہ
نپولینی رنگ کا از سر نو زور ہوا تھا - مگر اس سے تو اور بھی زیادہ
تائید اس بات کی ہوتی ہے کہ ایسے موقع پا کر زور پکڑ جانیوالے
لوگ آسانی سے کوئی شاہی خاندان قائم نہین کر سکتے - سب کے
سب بہت خوشی خوشی بڑے سردار کے تابع ہو جاتے ہین کیونکہ
وہ عوام کی نظرون مین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہی اُن کے ملک
کی عزت کا مجسم نمونہ ہے مگر یہ نظر بندی کچھ اُسی شخص سے بن آتی ہے
اُسکے وارثون اور جانشینون کو یہ بات نصیب نہین ہوتی - اُسکے
بعد اس کا قائم کیا ہوا تخت حقیر اور ذلیل معلوم ہونے لگتا ہے اور اُسکے

گرداُن ہی مفت خوروں کا ہجوم نظر آتا ہے جنکو اسکے سوا اور کسی بات
کی پرواہ نہین ہوتی کہ رعایا کی گرہ کاٹ کاٹ کراپنی جیب بھرلین -
بجاے پابندی قواعد اور اطاعت کے سازشین اور بغاوتین ہونے
لگتی ہین - جوش کی جگہ حقارت پیدا ہو جاتی ہے - یہان تک کہ تھوڑے
ہی دنون مین یہ مکڑی کے جالے کی سی سلطنت بالکل نابود ہو جاتی
ہے - اور وہی لوگ جو اُسکے قائم ہوتے وقت اُسکی تعریفین کرتے تھے
اب اُس پر قہقہے اُڑاتے ہین - جو حال نپولین اور سلطنت ثانی کا
ہوا بعینہ وہی حال رنجیت سنگھ اور اُسکے بیٹے کھڑک سنگھ اور اُن حرامی
بچون کا ہوا جو شیر پنجاب کے ورثہ کے واسطے لڑتے جھگڑتے رہے
اُن مبارک اور قدیم خاندانون کی حالت اس سے کہین مختلف
ہوتی ہے جنکی موروثی عزت نسلاً بعد نسلاً ایک متواتر سلسلہ مین کئی
پشتون سے چلی آتی ہے - یہ سچ ہے کہ جب اُنکے جانشینون مین
برائیان اور بے اعتدالیان بہت ہو جاتی ہین تو جیسا کہ تاریخ سے
اکثر ثابت ہوا ہے تو اِن پر بھی زوال آہی جاتا ہے - مگر پھر بھی بہت
سی باتین اُنکے موافق ہوتی ہین - اور وہ انتہا ہی درجہ کے قابل الزام

بدکرداری اور بے انتہا کمینہ پن کی حماقت ہوتی ہوگی جو انکو ایک قوم کی اس محبت سے محروم کردے جس کا قیام رکھنا اُنکے واسطے بہت آسان ہوتا ہے۔ بادشاہون کے حقوق کے منجانب اللہ اُمید ہونے کی نسبت جو چاہے کہا جاے مگر ایسا تو ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے راستہ مین جو بُرے ستارے بھی آپڑتے ہین وہ بھی اُنکی طرف سے لڑتے ہین اور اُن کے اوپر کچھ اللہ کی امان ہی سی رہتی ہے اُنکے واسطے دلون مین جو تعظیم اور محبت کے نقش جمے ہوتے ہین وہ میدان جنگ کی فوجون سے کہین زیادہ کارآمد ہوتے ہین۔ زمانہ سلف سے انسانی طبایع کا خاصہ یہ رہا ہے کہ ایک مالک کی تلاش رہتی ہے اور یہ بات انسانی کمزوری مین داخل ہے کہ اُسکو یہ خواہش ہو کہ کوئی حکومت کرے۔ ان خاندانی بادشاہون کے تخت کی بنیاد اسی خاصہ اور خواہش پر مبنی ہے۔ ایک معمولی عروج پکڑجانیوالے نو دولت کے وارث کو ذراسی غلطی یا ایک چلتا ہوا فقرہ تاج سلطنت سے محروم کرسکتا ہے مگر موروثی فرمانروا پُرآشوب سے پرآشوب حالت مین بااستحکام تمام اپنے تخت پر جمارہتا ہے۔

اُسکی غلطیان بہت جلد فراموش ہو جاتی ہین - اُسکی ہزارہا حماقتین
معاف ہو جاتی ہین - اور بسا اوقات اُسکی سلطنت سے علیحدہ ہونیکا
باعث بھی ہوتا ہے کہ وہ خود ہی تارک الدنیا ہو جاتا ہے اور بہت کم
ایسا ہوتا ہے کہ زمانہ کا انقلاب اسکا باعث ہو -

اگر یوروپ کی یہ حالت ہے تو ہندوستان کی بدرجہ اولی ہے
کیونکہ یہان پرانے خیالات کا بڑا زور ہے - اور عوام کی نظرون مین
قدامت اور موروثی امارت فرمانرواؤن کے سارے ذاتی اوصاف
پر فوق لیجاتی ہین - ایسے ملک مین جہان قتل اور ڈاکہ زنی قدیم عزت
کے پیشہ سمجھے جاتے ہون اور ناچنے والی طوائفین بھی اپنی زرپرستی
کے طریقہ کو کسی نہ کسی دیوتا کی حمایت کے سہارے پر چلا سکتی ہون
یہ بات آسانی سے سمجھ مین آجاتی ہے کہ بادشاہت کے شاندار
اوصاف وہ ادب اور تعظیم دلون مین پیدا کرتے ہین جس پر کوئی
چیز غالب نہین آسکتی - ہندوستانی تاریخ شاہی حادثون اور قتل اور
انقلابات سلطنت کے تذکرون سے بھری پڑی ہے لیکن اُسکو
بھی نظر تحقیق سے پڑھیے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ عوام

کے اس خیالات کے متناقض نہین ہے کہ بادشاہون کو یہ بھی حق
حاصل ہے کہ بُری طرح حکمرانی کرین۔ ہندوستان کو بڑے بڑے
طوفانون کے تجربے ہوچکے ہین اور اُسکے زرخیز صوبے صدہا برس
سے شمال و مغرب کیطرف کو بہت سے مختلف حملہ آورون کی للچائی
ہوئی طبیعتون کے واسطے جولانگاہ رہچکے ہین کہ وہ آئے اور ملک کو
ستیاناس کرکے چلے گئے۔ اور خود اُس مین ایسی منافق قومین
آباد ہین جو ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ بڑی خونخوار لڑائیان لڑتی
رہی ہین۔ تاہم ہمیشہ یہ ہوا ہے کہ ہر خاص سلطنت کی رعایا کے
قلوب اپنے موروثی فرمانروا کے خاندان کے قبضہ مین رہے ہین
اور جب اچھا زمانہ رہا ہے تب بھی اور جب بُرے دن آئے ہین
تب بھی وہ برابر اُنکی طرف سے اپنی جان قربان کردینے کو آمادہ رہے
ہین۔ اُن راجون مین جنمین حملون کے روکنے کی قوت تھی (مثلاً ادیپور
جے پور و جودھپور) یا جو اپنی خوش قسمتی سے حملہ کرنیوالون کے راستہ
سے فاصلہ پر پڑتے تھے یا کوہ ہمالیہ کے دور دراز گوشون مین چھپے
پڑے تھے (مثلاً چمبا و منڈی و کیٹ) ایسے قدیم خاندانون کا

راج چلا آتا ہے کہ اُنکے نسب ناموں کا سلسلہ اُس زمانہ تک پہونچ
جاتا ہے کہ جب سے تاریخ کا لکھا جانا شروع ہوا اور پھر اُسکے آگے
تو ظاہر ہے کہ پتہ نہین چل سکتا۔ اسی سبب سے یہ لوگ سورج کو اپنا
مورث اعلیٰ قرار دیتے ہین اور اپنے سورج بنسی ہونے پر بہت
ناز کرتے۔ اچھے اور برے رحیم اور ظالم سب ہی طرح کے راجا
ان ریاستون مین راج کرتے آئے ہین۔ مگر رعایا نے برابر ہر ایک
کو راجہ مانا ہے اور کبھی بغاوت یا مقابلہ کا خیال دل مین نہین آنے دیا
اور غالب ہے کہ یہی خاندان اپنے اپنے قدیم راج مین اُس زمانہ
تک باستحکام تمام راج کیے جائینگے کہ انگلستان کی فتوحات ہندوستان
کا حال کسی آیندہ زمانہ کے مدرسون مین بطور تاریخ قدیم کے پڑھایا جانے
لگے۔ اُنہین سے بہت سے سردار جس قدر گمنام اور کم حیثیت ہین
اُسی قدر غریب اور کمزور بھی ہین۔ ایک ٹوٹی پھوٹی گڑھی کھڑی ہوئی ہے
چند مربع میل کسی پہاڑی یا گھاٹی کے اُنکے قبضہ مین ہین۔ پانچ چھ سو
روپیہ مالگزاری مین آتے ہین۔ فوج کے سپاہیون کی تعداد اسقدر
کم ہے کہ ایک ہاتھ کی انگلیون پر گن لیجے۔ انکی سلطنت کو جو دوامی بقا

نصیب ہے وہ کسی ذاتی طاقت کی بنیاد پر نہین ہے۔ بات یہ ہے
کہ انکی جڑ اسیطرح مضبوط ہوگئی ہے جسطرح اُن درختون کی ہوجاتی
ہے جو بارش اور ہوا سے بڑے ہو جاتے ہین۔ یہ راج گویا فطرت
مین داخل ہو گئے ہین اور نظام الٰہی یہی ہے کہ اُنکو قیام رہے۔
اور سادہ مزاج راجپوت کسان اُنکے حق حکومت سے اُسیطرح
متعرض نہین ہوتا جسطرح کہ وہ اُس دھوپ سے نہین لڑتا جو اُسکی
فصلون کو پکاتی ہے یا اُس طوفان سے نہین بگڑتا جو اُنکو تباہ کردیتا ہے
آج کے دن ہندوستان مین ایسی بہت سی ریاستین موجود
ہین (اور اُنمین سے بعض بعض اوّل درجہ کی بھی ہین) جنکی تاریخ پر سرسری
نظر ڈالنے سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے کہ ایک جنگجو ابن الوقت
کو کامیابی مشکل سے نصیب ہوتی ہے۔ حیدرآباد کی بڑی ریاست کا
بانی شاہان دہلی کا ایک باغی حاکم تھا۔ برودہ و گوالیار و اندور کی مرہٹہ
ریاستین اور بھوپال کی اسلامی ریاست پچھلی صدی مین اُن کامیاب
سپہ سالارون نے قائم کی ہین جو اس سے پہلے بالکل گمنام تھے۔
اور کشمیر کے مہاراجہ برٹش گورنمنٹ کے بنائے ہوئے ہین کہ

سنہ ۱۸۴۶ء سے انکا نام شروع ہوا ہے - مگر یہ بات قرین قیاس نہین ہے کہ اگر یہ اتفاق نہوتا کہ ایک غیر معمولی اور غیر معلوم آتش فشانی طاقت ہندوستانی سوسائٹی کی ملائم اور اثرپذیر سرزمین پر اپنا اثر ڈالکر اُسکو اسقدر سخت نہ بنا دیتی تو بھی ان ریاستون کے حکمران خاندان اس طاقت کو قائم رکھ سکتے جو اُنکے بانیون کو حاصل ہو گئی تھی - یہ طاقت سلطنت انگلشیہ کی بڑھتی ہوئی دولت تھی کہ اٹھارھوین اور انیسوین صدی کے زمانہ مین اسکا زور روزافزون ہوتا گیا - برٹش گورنمنٹ کو فتوحات چاہے بہادری سے حاصل ہوئین چاہے چالاکی سے چاہے جبر سے نصیب ہوئین چاہے دغا سے لیکن یہ ضرور ہے کہ اُسکی ترقی چاہے کبھی رُک گئی ہے مگر کبھی زیادہ عرصہ کے واسطے بند نہین رہنے پائی - ہندوستان کی سب جنگ آزما قومین باری باری سے اس سنئے خطرناک دشمن سے مقابل ہوئین اور خاک مین ملاملا کر پسپا کر دی گئین - یہان تک کہ آخر کار یہی گورنمنٹ سلطنت مغلیہ کی وارث و جانشین رہگئی اور سارے ملک مین امن وامان کر دیا - اور ایسا امن وامان کیا کہ باستثناے غدر کے اب تک کہ پورے

پینتالیش برس ہو چکے ہین برابر قایم ہے - جو راجا اور نواب اُس زمانہ
مین قابض تھے جبکہ سرکار انگلشیہ نے اپنی برتری قائم کی ہے وہ
برابر اپنے مقبوضات پر بحال رہے -
القبض دلیل الملک - اُنھون نے چاہے جس طریقہ سے
حکومت حاصل کی ہو - سرکار انگریزی کا یہ کام نہین تھا کہ اُن کے
حق ملکت مین دست اندازی کرے یا یہ کہے کہ جو ورثہ بزور شمشیر
حاصل ہوا اُسکا حق کامل نہین ہوتا - غرضکہ اب یہ حالت ہے کہ
موجودہ ہندوستانی باجگزار ریاستین ایسی دو حصون مین منقسم ہین
جو ایک دوسرے سے بہت مختلف ہین - پہلا حصہ تو وہ ہے جو قدامت
اور رعایا کی مشہور جان نثاری کی بدولت ممتاز ہے اور دوسرا وہ ہے
جو خود سرکار انگریزی سے بھی جدید تر ہے اور اُسی کی طرح سلطنت
اسلامیہ کے درہم برہم ہونے پر عروج کو پہونچا ہے - اگر کبھی وہ
دن آیا (اور کیا عجب کہ آئے کیونکہ زمانہ اور انقلاب تو سب ہی کیواسطے
سہے) کہ انگریز بار حکومت سے عاجز آکر ہندوستان سے دست بردار
ہوے تو پُرانے ہندوراج اُس طوفان مین بھی اُسی طرح قائم

رہینگے جیسے کسی بڑی طغیانی مین آم کے باغ اور کچے مکانات کے دیہات پانی سے لبریز میدانون کے اوپر نظر آتے ہین۔ مگر اُن نئے خاندانون کو جو لڑائی اور لوٹ مار کے زمانہ مین پیدا ہوے ہین اور جن کے ملک والے جن پر وہ اکثر ظلم کے ساتھ حکومت کرتے ہین اُن سے مختلف قوم اور نسل کے ہین اور جنکی جڑ ابھی مضبوط نہین ہوئی ہے پھر نئے سرے سے تقدیر آزمائی کرنی پڑیگی اور مثل اپنے مورثان اعلیٰ سیندھیا و ہلکر و گایکوار کے اپنی ریاستون کے واسطے پھر لڑنا پڑے گا۔

سکھون کی سلطنت کے زوال کا بڑا سبب یہ تھا کہ رنجیت سنگھ کی طاقت محض ذاتی تھی اور اُسمین اُس قوت کا جزو بالکل شامل نہ تھا جو رعایا کے قدیم گھرانون کی فطرتی تعظیم سے پیدا ہوتی ہے چونکہ اُسکی سلطنت رعایا ہی کی بنائی ہوئی تھی اور سکھون کے اصول سرداری سے نکلی تھی اسلیے اُسکے خاندان کے بقا کی یہی ایک صورت ہوسکتی تھی کہ اُسکے جانشینون مین بھی اُسی کے لیے اوصاف اور قابلیت ہوتی مگر یہ صورت تھی نہین۔ اُسکا اکلوتا بیٹا کھڑک سنگھ لاشی محض

تھا۔ اُس کا پوتا نونہال سنگھ البتہ ہونہار تھا۔ مگر وہ بچارا نحتی کے ساتھ مارا گیا۔ اور کچھ اسطرح کی بدعملی پھیلی کہ جو لوگ جانشین ہوے وہ اُسکو دبا نہ سکے۔ بہت سے لوگ مہاراجہ کے بیٹے بنکر تخت سلطنت کے دعویدار ہوے تھے مگر رنجیت سنگھ کے زنانہ محلات کے راز لاہور کے بازارون مین عام طور سے مشہور تھے اور ایک بھی بیٹا ایسا نہ تھا جس کا صیح النسب سکھون کے نزدیک مُسلم ہو۔ پھر انگریزون سے لڑائی ہوئی سکھون کو سردار بُرے ملے اور اُنکی انتہا درجہ کی بہادری مفت اکارت گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک اجنبی قوم کی فوج پنجاب پر قابض ہوگئی۔ پہلے اُس کے سب حصے الگ الگ ہوگئے اور پھر ضبطی ہوگئی جیسا کہ رنجیت سنگھ بارہا پیشین گوئی کر چکا تھا وہ سرخ لکیر جو برٹش مقبوضات کی سرحد پر کھنچی ہوئی تھی ستلج سے بیاس تک بڑھتی چلی آئی۔ اور وہان سے انڈس اور افغانستانی پہاڑون تک پہونچگئی۔ اور دنیا مین اس سلطنت کی یادگار محض اسی قدر باقی رہگئی کہ جلاوطن کیا ہوا راجہ دربار سینٹ جمیس مین پہونچگیا اور کوہ نور ہیرا ملکہ انگلستان کے تاج مین لگا دیا گیا۔

تقدیر سے کسی کا زور نہین چلتا۔ ہرچند کہ سکھون کی لڑائیون
اور ضبطی پنجاب مین دولت انگلشیہ کے ہاتھ بالکل صاف تھے کیونکہ
سکھ سردارون اور رعایا کی خونخوار اور بیباک خواہشون نے دولت
موصوف کو بالکل مجبور کر دیا تھا تاہم اسمین شک نہین کہ اگر انگریزون
سے لڑائی ہونے مین دیر بھی لگتی اور رنجیت سنگھ کے جانشین رنجیت سنگھ
کی طرح انگریزون سے رفاقت بھی نباہے جاتے تو بھی کچھ عرصہ کے بعد
اُس طاقت کی آزمایش کا وقت ضرور آتا جس سے شمالی ہندوستان
مین برتری رکھنے کا مسئلہ طے ہونے والا تھا۔ ستلج کے کنارہ اور
افغانستان مین بہت سے موقع لڑائی جھگڑے کے پیدا ہوجاتے۔
سکھون کا مزاج تو ہمیشہ ہی سے تند اور طنطنہ کا تھا۔ انگلستان
کے وقار کا قائم رکھنا بھی ہر طرح سے لازمی تھا۔ غرض یہ بات
ناممکن ہوتی کہ یہ دونون جنگی طاقتین عرصہ تک ایک دوسرے کے
پہلو مین امن وامان کے ساتھ قائم رہین۔ انگلستان کے نام اور
نیز اُسکے سکھون کے ساتھ کے آئندہ تعلقات کے لحاظ سے یہ بہت
ہی اچھا ہوا کہ اشتعال اور حملہ لاہوری کیطرف سے شروع ہوا کلکتہ

کیطرف سے اسکی ابتدا نہین ہوئی - انگریزون کی فتوحات ہندوستان
کے شاندار کارنامون مین (جنکی آب وتاب بڑہانے کے واسطے
بہت سی بہادری اور شرافت کے نمونے موجود ہین اور جنکو فتح حاصل
کر لینے پر دائرہ اعتدال کے اندر رہنے اور مفتوح دشمنون کے ساتھ
فیاضانہ سلوک کرنے نے اور بھی زیادہ رونق رہے رکھی ہے) ابھی بعض
واقعات ایسے باقی رہ گئے ہین جو پرآشوب زمانہ مین کیسے ہی قابل
درگزر کیون نہ رہے ہون بے رو رعایت دیکھنے والے مورخ کی
نظرون مین کسیطرح پسندیدہ نہین معلوم ہو سکتے - مگر ضبطی پنجاب
اسطرح کے واقعات مین سے نہین ہے - ساری سکھون کی قوم
نے یہ بات تسلیم کر لی تھی کہ یہ ضبطی حق بجانب ہوئی - اور دونون لڑائیون
مین جو بہادری اُنھون نے دکھلائی اور جو سخت نقصان اپنے
فریق مخالف کو پہونچایا اُسکا تاسف شکست پانے پر بہت بڑھگیا اور
وہ لوگ ملکہ معظمہ کے مشرقی رعایا مین سب سے زیادہ وفادار بن گئے
اُنکی وفاداری اور بہادری کا کئی دفعہ امتحان ہو چکا ہے اور اگر
اُسی دانشمندی اور ہمدردی کے ساتھ اُن پر حکمرانی ہوتی رہی جیسی

کہ ضبطی کے بعد کے ابتدائے سالوں مین ہوتی تھی تو وہ لوگ ہمیشہ وہی رہینگے جو اب ہین یعنے برٹش انڈیا کے واسطے شمشیر اور سپر بنے رہینگے۔

دوسرا باب

سکھ

سکھ لوگ جنمین سے بیشتر جاٹون کی نسل سے ہین دو بڑے بڑے درجون مین منقسم ہین کہ وہ اُن اضلاع کے نام سے موسوم ہین جنمین وہ آباد ہین۔ یعنے مانجھا اور مالوا۔ اور ان دونون فرقون کی تاریخین بالکل مختلف ہین۔ باری دوآبہ (یعنی بیاس اور راوی کا دوآبہ) کا جنوبی حصہ مانجھا کہلاتا ہے اور لاہور اور امرتسر کے قریب واقع ہے۔ آسانی کی غرض مانجھا سکھ کی اصطلاح کسیقدر وسیع کر لی گئی ہے اور اُسمین وہ سب لوگ بھی شامل ہین جو اسلامی سلطنت کے آخری زوال کے زمانہ مین دریاے ستلج کے شمال مین آباد تھے۔

مالوا وہ ملک ہے جو دریاے مذکور کے ٹھیک جنوب مین واقع ہے٭

٭ یہ وہ مالوہ کا زرخیز صوبہ نہین ہے جو نربدا کے شمال کی جانب ملک دکن مین واقع ہے اور جسکا دارالحکومت اندور ہے۔

اور دہلی اور بیکانیر کی طرف بڑھتا چلا گیا ہے - جو سکھ لوگ اس حصہ ملک
مین رہتے ہین وہ یہان کے اصلی باشندے ہین اور اُس اعتبار
سے کہ نہ حملہ کرکے آنیوالون مین سے ہین اور نہ مانجھا سے آکر آباد
ہوے ہین مالوا سکھ کے لقب سے مشہور ہین - ان لوگون نے پھول کیان
والے بڑے گھرانیکو اپنا سردار مان لیا ہے - مہاراجہ پٹیالہ اس گھرانیکے سب
سے بڑے سردار ہین - نابھا جیندھ بھادور نالودھ بدروکن جیوندن دیال پورہ
لندگھریا رام پورا اور کوٹ دھونا والے خاندان سب اس گھرانے سے قرابت قریبہ
رکھتے ہین اور فرید کوٹ اور کیتھل کے خاندانون سے کسی قدر دور کا واسطہ ہے
مالوا سکھون کے آبا و اجداد سیدھے سادے ہندو کسان تھے
جنمین سے اکثر راجپوتی نسل سے تھے اور سولھوین صدی کے وسط
کے قریب کے زمانہ مین جیسلمیر کے قرب وجوار سے نکل کر مسلمان
بادشاہان دہلی کی صلح پسند رعایا کے طور پر یہان آباد ہوے تھے
سو برس کے عرصہ مین جب مرکزی طاقت کو انحطاط ہوا تو جاٹون
کی قوت بڑھ گئی - یہ لوگ مالگزار تھے اور مالگزاری خزانہ شاہی مین داخل
کرتے تھے اور جو جؤا اُنکے کندھون پر رکھا ہوا تھا وہ نہ اُنکو بھاری

معلوم ہوتا تھا نہ کبھی یہ اُسکے آثار پھینکنے کی کوشش کرتے تھے۔ مگر بڑی بڑی معافیاں حاصل کرلی تھین۔ گانون بسا لیے تھے۔ اور روپیہ والے ہوگئے تھے اور تمدنی لحاظ سے کسیقدر باوقعت ہو چلے تھے۔ اٹھارھوین صدی کے آغاز ہونے کے قریب کے زمانہ مین مالوا سردارون نے ہندو مذہب کو چھوڑ کر وہ نیا مت اختیار کیا جسکی تعلیم سکھون کی سب سے بڑے اور سب سے آخر والے گرو گوبند نے کی تھی۔ اسکے بعد سو برس تک بدعملی کا زمانہ رہا۔ بڑی اسلامی سلطنت اپنی اندرونی کمزوری کی وجہ سے ٹوٹتی چلی جاتی تھی اور سکھ لوگ روز بروز اپنی طاقت بڑھاتے جاتے تھے۔ اور اپنے برائے نام فرمانروان سے (جو اس نئے مذہب کے دشمن تھے مگر اُس کو مٹا نہ سکتے تھے) برابر ملک لیتے چلے جاتے تھے۔ سکھ مذہب کا حال اُس زمانہ مین بالکل ویسا ہی تھا جیسا کہ مذہب اسلام کا ساتوین اور آٹھوین صدیون مین تھا۔ اور وہابی مذہب کا آج کل کے زمانہ مین ہے۔ یعنے شمشیر کا مذہب تھا۔ اور جو لوگ نئے مذہب کو اختیار کرلیتے تھے وہ ایک دوسرے سے لڑنے کو ویسے ہی مستعد رہتے تھے جیسے کہ اُس مشترک

دشمن کے مقابلہ مین لڑتے تھے جسکے خلاف دونون ایک ہوجاتے
تھے۔ سکھون نے مسلم طور پراُن ہندو شاسترون کی متابعت نہین
چھوڑی تھی جنکو وہ ایام سلف سے مانتے چلے آتے تھے۔ اور
نہ نانک نے اور نہ گوبند نے کوئی نئے قواعد ایسے بنائے تھے جن
پر شادی بیاہ اور ورثہ وغیرہ کے معاملات مین یہ لوگ عمل کرتے۔ مگر
ان لوگون کے دلون مین ہندو مذہب کی قیود اور تعصبات کی وجہ
سے ایک طرح کی حقارت پیدا ہوگئی تھی اور جہان کہین اُس مذہب
کے اصول اُنکی اغراض کے خلاف پڑتے تھے اُسکے ماننے مین
انکار کرتے تھے۔ تمدن کی حالت بہت خراب ہوگئی تھی۔ ہر شخص
وہی کام کرتا تھا جو اُسکی راے مین ٹھیک معلوم ہوتا تھا اور جو کچھ
وہ بغیر کسی تاوان کے کرسکتا تھا وہی اُسکو ٹھیک بھی معلوم ہوتا تھا
بیوہ اور یتیم کا کوئی مددگار اُن ذی اختیار پروسیون کے مقابلہ
مین نہین ہوتا تھا جو اُنکی زمین کو اپنی مرضی کے مطابق تقسیم کرڈالتے
تھے۔ اور چھوٹے سردارون کے پاس بڑون سے بچنے کا
یہی ایک ذریعہ تھا کہ وہ اپنے تئین بڑے بڑے گھرانون سے بطور ماتحت

یا وثیقہ خوار کے وابستہ کر لیتے تھے اور یہ بڑے گھرانے والے اُنسے جنکی خدمت مشروط کرا کے اُسکے صلہ مین انکی حمایت کرتے تھے۔ یہ تھی ابتداے حالت اُن بڑے این روے ستلج کے سردارون کی جنکی گمنام اصلیت اور بے اصول فتوحات کو شرف اسطور پر نصیب ہو گیا کہ بادشاہ دہلی سے جو ہنوز براے نام مالوا کا فرمانروا تھا بڑے بڑے خطاب زبردستی حاصل کرتے گئے کیونکہ بادشاہ مذکور اب بہت کمزور اور پست ہمت ہو گیا تھا اور اُن لوگون کی عزت افزائی سے انکار نہ کر سکتا تھا جن کو وہ اپنی طاقت کا بہت خطرناک دشمن جانتا تھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ صدی کے آغاز مین اِن این روے ستلج والے سردارون کو وہی حالت دیکھنی نصیب ہوئی جو یہ اورون کو دکھلاتے آئے تھے۔ رنجیت سنگہ مہاراجہ لاہور نے اپنی دارالحکومت کے قرب وجوار کے سردارون کو زیر کرنے سے فرصت پائی تو اسطرف متوجہ ہوا۔ کہ ستلج کے جنوب مین دریاے جمن تک کا سارا ملک فتح کر لے اُس کو یقین تھا کہ اس ملک گیری کی تکمیل بآسانی ہو جائیگی کیونکہ سلطنت انگلشیہ سے مڈھبھیڑ ہونیکا کوئی اندیشہ نہ تھا این روے ستلج والی

ریاستون کی حالت اور بھی اُسکے منصوبہ کی کامیابی کی ممد ہوتی نظر آتی تھی۔ ایک ریاست دوسری کی حاسد تھی اور اسلامی طاقت کے آخری زوال کے بعد سے کوئی اتفاق آپس مین رہ نہین گیا تھا۔ ساری ریاستین ایک ایک کر کے اُس رنجیت سنگھ کی ہمت اور مستقل مزاجی سے زیر ہوگئی ہوتین جس کا حوصلہ کسی حد پر رکنے والا نہ تھا اور کسی چیز سے اندیشہ کرنا نہین جانتا تھا اور جو عزت اور رحم کے نام سے بھی واقف نہ تھا مالوا سردارون نے بڑے موقع سے اپنے خطرہ کو سمجھ لیا اور عین اُس وقت مین کہ اُنکا تباہ ہو جانا یقینی معلوم ہوتا تھا برٹش گورنمنٹ سے رحم کے طالب ہوے۔ گورنمنٹ مذکور نے بہت کچھ سوچ بچار کے بعد بیچ مین پڑنا قبول کر لیا اور این روے دریاے ستلج کی عملداری کو اپنے زیر حمایت قرار دیدیا۔

اسکے بعد برابر عافیت سے رہنے کا زمانہ آیا جس مین اُس مضبوط طاقت نے جو بیرونی حملہ کے روک دینے کا باعث ہوئی تھی اندرونی امن وامان پر بہت زور دیا۔ اور بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی ریاست کی اُسی عزت اور طاقت کو برقرار رکھا جو اُس وقت

مین تھی جبکہ پہلی دفعہ حمایت کی طالب ہوئی ہین - اسی زمانہ مین جانشینی
کے قواعد ایک حد خاص تک منضبط اور یکرنگ ہو گئے - مگر یہ یاد رہے
کہ یہ الفاظ اُن قاعدون کی حالت سے مقابلہ کرکے کہے جاتے ہین
جو اُس زمانہ مین اُس غیر معمولی وضع کے طرز تمدن والون سے متعلق
تھے جنھون نے تھوڑے ہی عرصہ سے نظام قائم رکھنے کے فوائد
پر نظر کی تھی اور جو مدت دراز سے اُسکے عادی ہو رہے تھے کہ سرکشی
کو آزادی کا مرادف سمجھتے تھے -

۱۸۴۵ء لغایت ۱۸۴۶ء کی ستلج والی لڑائی کا اثر قریب قریب
ویسا ہی ہوا جیسا ۱۸۶۶ء والی لڑائی سے شمالی جرمنی مین ہوا تھا
برٹش گورنمنٹ نے (جو سالہا سال سے یہان کی اُس ابتری پر افسوس
کرتی آتی تھی جسکی اصلاح بغیر سردارون سے بدعہدی کے ناممکن تھی
اور جو برابر اپنی آنکھون سے یہ دیکھ رہی تھی کہ چھوٹے چھوٹے ظالم
جنکو اپنی اپنی ریاست مین پورا اختیار حاصل ہے رعایا کو دبائے چلے جاتے
ہین اور پیسے ڈالتے ہین) اُس موقع سے فائدہ اُٹھایا جو سردارون نے
اپنی حماقت اور ناشکری سے دیا تھا اور ایک نئے طور کا نظام قائم کر دیا

صرف بڑے بڑے سردار اپنی حکومت پر برقرار رکھے گئے اور چھوٹے چھوٹے سرداروں سے اختیارات بالکل نکال لیے گئے اور وہ دولت برطانیہ کے جاگیردار قرار دیدیے گئے اور انکی ساری عملداری برٹش افسروں کی نگرانی میں ہو گئی اور برٹش عدالتیں قائم ہو گئیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مالوا سردار مختلف طرح کی حالتوں میں رہ کر بنے تھے۔ سب سے پہلے تو یہ لوگ محض کاشتکارانہ حیثیت سے اس ملک کی سرزمین میں آکر آباد ہوئے۔ پھر اُن ہی اراضیوں کے مالک ہو گئے جو انکی کاشت میں تھیں۔ دوسرا زمانہ انکی حالت کے بدلنے کا وہ تھا جب اسلامی طاقت سے لڑائی جھگڑے ہوئے کہ اُس زمانہ میں قدرتی طور پر رفتہ رفتہ ریاستیں قائم ہو گئیں اور اُسکے بعد وہ امن وامان قائم ہوا جو اُن کو دولت برطانیہ کی حمایت طلب کرنے سے نصیب ہوا۔ آخری زمانہ انکی حالت کے انقلاب کا یہ ہوا کہ اُنمیں سے بیشتر اُس اختیار سے معزول کر دیے گئے جسکو وہ بہت ہی بُری طرح کام میں لاتے تھے اور جو ملک کی بدقسمتی سے انکو اتنے عرصہ کے واسطے حاصل ہو گیا تھا۔

فرقہ مانجھا کے سکھ سرداروں کی تاریخ مین انکی حالت کے اسطور پر
رفتہ رفتہ قائم ہونیکا کہین پتہ نہین ہے۔ مشکل سے سو برس سے زیادہ
ہوے ہون گے کہ اُنہین سے اکثر محض کاشتکار تھے اور اُنکو وہ امتیاز
بالکل حاصل نہ تھا جو دربار دہلی سنے این روے ستلج والے سردارون
کو دے رکھا تھا۔ جب احمد شاہ اور افغانون کے آخری حلے ہوے
تو یہ لوگ یکایک زور پکڑ گئے اور ہر متنفس سنے جس مین کچھ بھی ہمت
اور جرات تھی اپنے تحت مین غارتگرون کا ایک جرگہ قائم کرلیا اور
ملک مین لوٹ مار مچادی اور جس قدر ملک دباسکتے بنا دبا بیٹھا۔ اُنہین
سے بہت سے سکھون نے ستلج عبور کرکے خاص دہلی کے دروازون تک
غارتگری شروع کردی اور بعض سنے این روے ستلج کے بڑے بڑے
خطے تسخیر کرلیے اور محض شمشیر کے زور سے اُن پر اپنا قبضہ قائم رکھا۔
انکی ریاستون کا ڈھنگ اُنکے مالوا والے پڑوسیون سے بالکل جداگانہ
تھا اور نامن ہیرنون کے اُس ڈھنگ سے بہت مشابہ تھا جو سات سو
برس کا زمانہ ہوا ویلیس کے صوبہ مین ولایت مین تھا۔

آنروے ستلج پنجاب مین سکھون کا عروج بہت مختصر زمانہ کیواسطے

ہوا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ایک ایک کر کے رام گڑھیون بھنگیون کنھیاون غرضکہ سب کو زیر کر لیا۔ جتنے بڑے بڑے گھرانے تھے سب باری باری تسخیر ہوتے گئے اور ایسے پورے طور پر تسخیر ہوے کہ ریاستین محض براے نام رہ گیئن اور بالکل والی لاہور کی مرضی کے تابع ہو گیئن۔

وہ اضلاع جنمین سکھون کی آبادی بہت زیادہ ہے (یعنی انبالہ لدھیانہ جالندھر ہوشیارپور امرتسر لاہور گورداسپور۔ گوجرانوالہ سیالکوٹ فیروزپور) پنجاب کے سب سے زیادہ آباد اضلاع مین سے ہین۔ انتظامی اغراض کیواسطے ضلع ہی باعتبار ملکت و مالگزاری و عدالت سب سے چھوٹا حصہ ملک کا سمجھا جاتا ہے اور چند اضلاع (عموماً تین اضلاع) مل کر ایک قسمت قائم ہوجاتی ہے اور انتظامی لحاظ سے بھی اُسکے بڑے رقبہ کی بڑی وقعت ہوتی ہے۔

پنجاب کی چار قسمتون انبالہ و جالندھر و امرتسر و لاہور مین سکھون کے سب اضلاع مفصلۂ بالا شامل ہین اور اس بات کے باور کرنیکی کوئی وجہ نہین ہے کہ رنجیت سنگھ کے زمانہ کے بعد سے کوئی بڑ

تعداد سکھون کی اُن اضلاع مین سے باہر جاکر یا باہر سے اُن اضلاع
مین آکر آباد ہوئی ہو۔ یہ ممکن ہے کہ ایک بڑے ہندوستانی دربار
کے ہونے کی وجہ سے غیر معمولی تعداد سکھون کی دور دور سے آکر
لاہور اور امرتسر مین آباد ہوئی ہو۔ اور آج کل کے امن وعافیت
کی وجہ سے نو آباد لوگون کو اُن مقامات مین آباد ہونے کی ترغیب
ہوئی ہو جنہین پچاس برس پہلے وہ اپنی صورت دکھلانے کی ہمت
نکر سکتے تھے۔ مگر بخلاف اسکے یہ بھی بات ہے کہ سکھون کی آبادی
زیادہ تر زراعت پیشہ ہے اور اپنی موروثی کاشت کو چھوڑ کر فوج
کی غیر مستقل نوکری قبول کرنے کی طرف بہت کم رغبت رکھتی ہے
ان وجوہ سے سکھون کی آبادی کی تقسیم آج کل کے زمانہ مین بھی
قریب قریب ویسی ہی ہے جیسی کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے تحت
مین تھی۔ چونکہ ۱۸۵۵ع کی مردم شماری سے پہلے کا کوئی صحیح حساب
آبادی کا نہین مل سکتا ہے اس لیے یہ تبلانا ناممکن ہے کہ مہاراجہ
مذکور کے زمانہ مین سکھون کی مردم شماری کسقدر تھی اور اُسکو پنجاب
کی عام مردم شماری کے ساتھ کیا مناسبت تھی۔ ۱۸۶۱ و ۱۹۸۱

و ۱۸۹۱ء مین پھر مردم شماریان ہوئی تھین آخر والی مردم شماری کی
تعداد ہنوز معلوم نہین ہوئی کہ اُس سے مقابلہ کیا جاسے* اس بات
کا تحقیق کرنا دلچسپی سے خالی نہو گا کہ (جیسا کہ بعض لوگون کا یقین ہے
اور ۱۸۸۱ء والی مردم شماری سے ظاہر ہوتا ہے) آیا سکھون کی
تعداد فی الواقع گھٹتی جاتی ہے یا یہ کہ یہ کمی محض عارضی اور اتفاقی
تھی۔ ظاہر ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق بہت سی باتون کا لحاظ رکھنا
پڑیگا۔ سکھ ایک مذہب ہے نسل نہین ہے۔ ہندون کی حالت
ویسی ہی ہے جیسے شاعر لوگ اپنی تبلاتے ہین کہ الشعراء تلامذ الرحمن
کسی ہندو کی پیدائشی حیثیت کسیطرح تبدیل نہین ہوسکتی۔ مگر
سکھون کا حال اسکے بالکل برعکس ہے۔ سکھ باپ کا بیٹا اُس
وقت تک خود سکھ نہین ہوسکتا کہ وہ بڑا سا لڑکا نہو جاسے اور

*۱۸۸۱ء کی مردم شماری پنجاب کی رپورٹ ڈینزل اٹبسن صاحب ممبر سول سروس نے مرتب
کی ہے۔ یہ تصنیف بہت دلچسپ ہے اور بڑی قابلیت سے لکھی گئی ہے۔ اور
اسمین بہت سے بیش بہا واقعات اُس صوبہ کی تمدنی تاریخ اور ترقی کے جمع کیے
گئے ہین۔

اکال بنگھ یا اور کسی ایسے ہی متبرک مقام پر رسوم مذہبی کے مطابق
اُسکو پاہُل نہ ملجاے۔ اسوجہ سے نومرید سکھون کی تعداد مین کمی
وبیشی عوام کے اس خیال پر منحصر ہے کہ اس مذہب مین داخل
ہونے سے فوائد زیادہ ہونگے یا نقصان زیادہ ہوگا۔ رنجیت سنگھ
کے زمانہ مین روحانی جوش اور قومی غرور دونون مشترکًا کام کرتے
تھے اسوجہ سے اس مذہب مین داخل ہونے والون کی تعداد
بہت بڑھگئی تھی۔ جب سرکار برطانیہ نے ۱۸۵۵ء مین پہلی مردم شماری
کرائی ہے تو بیرونی دباؤ بہت کم ہوگئے تھے۔ خالصہ پر زوال آچکا
تھا اور عروج پھر ہونے والا نہ تھا۔ اور خالصہ والون کو یہ ٹھیک
معلوم نہین تھا کہ ہمارے نئے مالکون کا مزاج کسطرح کا ہے شائد وہ
اُن لوگون سے ناراض ہون جنکی وجہ سے دو لڑائیون کا بار اُن پر
پڑا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سکھ لوگ پست ہوگئے اور اپنے لڑکون کو اس
مذہب مین داخل کرنے کے واسطے نہین لاے۔ یہ سوچا کہ بہتر
یہی ہے کہ کچھ دن اور زمانہ کا رنگ دیکھ لین۔ پھر پاہُل تو زندگی بھر مین
جب چاہین لے سکتے ہین۔

جب ۱۸۶۱ء کی مردم شماری ہوئی تو بڑی تبدیلی ہو گئی تھی۔ اور یہ تبدیلی بہت خوش آیند تھی۔ غدر ہو گیا تھا اور سکھ لوگون نے ہندوستان مین پھر امن قائم کر دینے کی کوشش مین جان و دل سے اپنے فاتحون کا ساتھ دیا تھا۔ اُنکو جو حصہ ملا وہ بہت ممتاز اور شکر گزاری سے بھرا ہوا تھا۔ شاید ۱۸۵۷ء کے غدر سے زیادہ خوش نصیبی کا واقعہ ہندوستان کے واسطے کوئی نہین ہوا۔ اُس نے ہندوستان کے آسمان کو بہت سے تاریک بادلون سے صاف کر دیا۔ اُسی کے بدولت وہ کاہل اور ناز و نعمت کی پلی ہوئی فوج متفرق ہو گئی جو باوجود اسکے کہ اپنی صد سالہ زندگی مین بڑے بڑے کام کر چکی تھی اب کسی مرض کی دوا نہین رہگئی تھی۔ اُسی کی بدولت بجائے سست اور خود غرضانہ اور تجارتی طریقہ انتظام کے آزاد اور روشن خیال طریقہ قائم ہو گیا۔ اُسی نے سکھ لوگون کو اپنے فرمانروایان کا جان نثار بنا دیا کہ آج تک یہ لوگ گورنمنٹ کے سب سے زیادہ اعتبار کے قابل حامیون مین چلے آتے ہین۔ اور اسی کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کو اور نیز ساری دنیا کو یہ معلوم ہو گیا کہ

کہ انگریزون مین جو ہمت اور قومی جوش ہے وہ مصیبت کو خطرہ مین
نہین لاتا اور اس سے نہین ڈرتا کہ دشمنون کی تعداد دو چند ہے یا
وہ چند اور اُسی کے بھروسہ پر یہ لوگ فتح کرنے کو بڑھ جاتے ہین حالانکہ
کامیابی کی امید کاکوسون پتہ نہین ہوتا۔ غدر کے بعد سکھون نے
دیکھ لیا کہ ہمارے نئے مالک ہمکو شبہہ کی نظرون سے نہین دیکھتے
بلکہ اعتبار کرتے ہین اور برتاؤ اچھا رکھتے ہین۔ سکھ کے لقب کی وہی
حالت ہوگی جو بڑے مہاراجہ کے زمانہ مین تھی۔ یعنی وہ ایک خطاب
سمجھا جانے لگا کہ جسکے نام کے ساتھ لگا ہو اُسکے واسطے جنگی ملازمت
کا دروازہ بلا تامل کھول دیا جاے۔ اسطرح اس مذہب کو ایک
نئی تقویت پہونچی اور بہت سے سکھون کے بیٹے جنکا مذہبی داخلہ
معرض التوا مین پڑا ہوا تھا پاہل لے آے اور جاٹون اور کم ذات
ہندون مین سے اور بہت سے نئے مرید حلقہ مذہب مین آگئے۔

اس پرجوش زمانہ کی ترقی کے بعد قدرتی طور پر تنزل شروع
ہوگیا۔ چنانچہ سنہ ۱۸۸۱ء کی مردم شماری کا سنہ ۱۸۶۸ء سے مقابلہ
کیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ قریب قریب سب بڑے اضلاع مین

سکھون کی تعداد کسی قدر گھٹ گئی ہے۔ اسکی وجہ کچھ یہ بھی ہے کہ نقشے باقاعدہ مرتب نہین ہوے ہین اور یہ غلطی بھی ہوئی ہے کہ نانکی سکھون کو جو سنگھ کا لقب اپنے نام مین نہین لگاتے ہین دسوین گرو گوبند کے پیرودن مین شامل کردیا ہے۔ مگر خاص سبب یہ ہے کہ ہندو مذہب کی کشش بہت زبردست ہے اور امن وامان کے زمانہ مین جبکہ جنگی جوش انحطاط پر ہوتا ہے یہ کشش لوگون کے دلون کو پورے طور پر مسخر کرلیتی ہے۔ اُسکی خاصیت عشق پیچان کی سی ہے کہ جو چیز ایک دفعہ اُسکی گرفت مین آگئی اُس پر لپٹی اور اُسکو جکڑتی ہوی چلی جاتی ہے۔ اور یہی خاصیت اُسکی قریب قریب اُن سب مذہبون کی مٹادینے والی ہوئی ہے جو مثل سکھ اور بودھ مذہب کے (کہ دونون ہندو مذہب کے خلاف ہین) اُسکے مد مقابل بنے ہین جو حالت چرچ آف روم کی مغرب مین ہے وہی حالت ہندو مذہب کی مشرق مین ہے۔ جب کسی مد وجزر والے دریا کی طرح سے اُس کا زور گھٹ جاتا ہے اور دشمنون کو اپنی فتحیابی کا یقین کامل ہو جاتا ہے تو یکایک پھر طغیانی ہو کر وہی پہلا سا زور قائم

ہوجاتا ہے۔ ہندو مذہب ہمیشہ سکھ مذہب کا دشمن رہا ہے۔ کیونکہ
سکھون نے ہندؤن کے بڑے اصول یعنی ذات کی تفریق کو
بالکل اُٹھادیا اور اسی سے برہمنون کا سارا انتظام درہم برہم ہوگیا۔
ہندو مذہب کا دباو سکھ مذہب پر دوہرا دوہرا اثر پڑتا ہے۔ ایک تو یہ
کہ سکھ باپ کے بیٹے پاہُل لینے سے باز رکھے جاتے ہین اور دوسرے
جو لوگ سکھ مذہب اختیار کرچکے ہین وہ پھر ہندون مین ملائے جاتے
ہین۔ چند کفارہ کے رسوم ادا کر دئے برہمنون کو کچھ رقم بطور تاوان
دے دی۔ لقب سپہگری کو نام مین سے نکال ڈالا۔ چلیے پھر سکھ
سے جاٹ کسان ہوگئے اور ہندوٗون کی برادری مین ملا لیے گئے
جہان سکھ نام اور مذہب کو بھی ترک نہین کیا ہے وہان بھی فروعی
باتون رجحان مذہب قدیم ہی کے رسوم کی طرف ہوتا ہے اور جیسا
کہ اور سب ممالک کا حال ہے اس ملک مین بھی عورتون کے رسوخ
کا بہت کچھ اثر پڑتا ہے۔

عورتون کے واسطے کہ وہ بالکل تعلیم یافتہ نہین ہین سکھون کا
خالص مذہب (عام اس سے کہ وہ نانک والی فلسفیانہ وحدت

سے متعلق ہوا گو بند سنگھ کی پولیٹکل تعلیم سے) ہندوون کے شریک ادائے
مذہب کے مقابلہ مین بالکل دلنشین نہین ہوتا کیونکہ ہندو مذہب
آسانی سے سمجھ مین آجاتا ہے اور اُس سے اُنکی مذہبی عبادتون مین
وہ رونق اور لطف پیدا ہو جاتا ہے جو گرنتھ کے دقیق مسائل کے
پڑھنے سے حاصل نہین ہوسکتا۔ ہندو عبادت مین شریک ہونے
سے عورتون کو باہر نکلنے اور اپنی گانون والی بہنون سے ملنے کا
موقع ملتا ہے۔ صبح کو مندر مین جاتی ہین یا اُن سیندور سے رنگے
ہوے پتھرون کے پاس جاتے ہین جو اُنکے فرقہ کے دیوتا کے
استھان مین رکھے ہوتے ہین۔ ہندو مندرون مین بیشمار تیوہار ہوتے
رہتے ہین اور بہت شور و غل اور سیر ہوتی ہے اور اچھے اچھے
کپڑے دیکھنے مین آتے ہین۔ ہندوستانی عورتون کے جی بہلانے
کے یہی سامان ہین ورنہ ویسے تو اُنکی زندگی بالکل اُداس اور بےلطف
ہوتی ہے اور جو کچھ لہو و لعب بھی ہوتے ہین وہ بھی مذہبی ہی ہوتے
ہین۔ اُن سے ہندو مذہب اور سکھ مذہب مین سے ایک مذہب
کے پسند کر لینے کو کہنا بالکل ایسا ہی ہوگا کہ انگریزی میمون سے

یہ پوچھا جاے کہ وہ ناچ گھر کو جانا پسند کرینگی یا پادری صاحب کا وعظ
سننے کو - علاوہ اُسکے مذہبی بزرگ کا (عام اس سے کہ وہ برہمن گروجی
ہون یا رومن کیتھولک پادری صاحب) رسوخ مردون سے کہین
زیادہ عورتون مین ہوتا ہے - کہ اُن بچاریون کو اس دنیا کی خوشی اور
دوسری دنیا کی نجات دونون ان ہی کی بدولت نصیب ہوتی ہے -
برہمن جوتشی ان سے وعدے کرتے ہین کہ تمھارے اولاد ہوگی اور
تمھاری کوئی سوکن تمکو تمھارے شوہر کی محبت سے محروم نہین کریگی
اور تم ہندو رسوم کی پوری پوری پابندی کیے جاؤگی تو دوسرے
جنم مین تمھاری حالت اچھی رہیگی - مرد بھی اُن خیالات کے اثر سے
بالکل مبرا نہین ہین - برہمنون کی پُرانی روایتون کا زور اسقدر بڑھا
ہوا ہے کہ نئے اصلاح کرنے والے مذہب کی کچھ پیش نہین جاتی
نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہی پرانا طریقہ قائم ہو جاتا ہے - سکھ لوگ تمباکو نہین
پیتے اور اپنے کیس یا داڑھی نہین کترواتے مگر برہمنون کی تعظیم ضرور
کرتے ہین اور پرانے مذہب کے مندرون اور شوالون پر ضرور
جاتے ہین اور شل اور ہندوون کے وہان کی سب فضول رسمون

کو بھی ضرور ادا کرتے ہین - ذات کے معاملہ مین سکھون نے اپنی آزادی
کا بہت بڑا حصہ برابر قائم رکھا ہے اور اگر ضرورت آن پڑتی ہے تو
عیسائی یا مسلمان کے برتنون مین کھانا بھی کھا لیتے ہین پانی بھی پی لیتے
ہین - مگر جن ذاتون کو ہندو ناپاک سمجھتے ہین اُن سے سکھ لوگ بھی کبھی
نہین ملتے - مہتر یعنی مزبی سکھ جن کی تعداد بہت کثیر ہے (کیونکہ سکھ
مذہب قدرتی طور سے ادنی ذات والون کے واسطے بہت زیادہ
دلکش تھا) کبھی سکھون کے مندرون مین گھسنے نہین پائے - اور
برٹش گورنمنٹ نے مجبور ہو کر اس فرقہ کی علٰحدہ رجمنٹین قائم کین اور
اُن لوگون نے بھی لڑائی مین جوانمردی کے وہی جوہر دکھلائے جو اُنکے
ہم مذہب شریف نسل والون نے دکھلائے تھے -

یہ بات تعجب انگیز ہے کہ خالصہ کی اعلیٰ درجہ کی خوشحالی کے زمانہ
مین بھی پنجاب کی آبادی کا بہت ہی مختصر حصہ سکھ مذہب والون کا
تھا - اس صدی کے ابتدائے زمانہ کے خوفناک تعصب مذہبی کے جوش
کے بعد مہاراجہ کے بے نظیر جنگی انتظام کا زمانہ آیا اور دونون نے
ملکر یہ اثر کیا کہ وہ فرقہ جسکی تعداد ہندو مذہب کے ایک فرقہ سے

بھی شمار مین زیادہ نہ تھی سارے پنجاب اور کشمیر مین پھیل گیا اور افغانونکو
مار کر پہاڑون مین بھگا دیا اور ایسی مضبوط سلطنت قائم کردی جسمین
ہندوون اور مسلمانون کی تعداد انکی تعداد سے دس گنی زیادہ تھی
کشمیر کو علیحدہ کرکے پنجاب کی آبادی بحساب مردم شماری سنہ ۱۸۹۱ء
۲۰۱۲۷۲۲۹۵ تھی۔ جسمین سے ۱۱۶۶۲۴۳۴ مسلمان تھے ۲۲۹۵
۹۲۳ ہندو اور ۱۴۱۱۱۴۷ سکھ۔ صرف برٹش عملداری کا شمار کیجے
تو پنجاب کی عام آبادی کے دس ہزار مین سکھون کا تناسب ۵۹۵
ہوتا ہے۔ اور یہ تناسب سنہ ۱۸۶۸ء کی مردم شماری کے اعتبار سے
دس ہزار مین ۵۵ کم ہوتا ہے کہ سال مذکور مین ۶۵۰ کا تناسب تھا
وہ اضلاع جنمین سکھون کی آبادی باعتبار اور اضلاع کے بہت
زیادہ ہے یہ ہین۔ فیروزپور کہ وہان دس ہزار کی آبادی مین ۲۵۹۵
سکھ ہین۔ امرتسر مین ۲۲۴۲۔ اور لدھیانہ مین ۲۰۵۵۔ اگرچہ رنجیت سنگھ
کے زمانہ مین سکھون کی تعداد باعتبار تناسب زیادہ رہی ہو تاہم قرینہ
اس بات کا ہے کہ یہ لوگ وسطی اضلاع مین زیادہ جمع ہوگئے تھے
اور خالصہ کی انتہا درجہ کی سرسبزی کی حالت مین بھی انکی تعداد بیس لاکھ

سے زیادہ نہین بڑھی*

ایک تہائی پنجاب کے سکھونکی آبادی کی دیسی ریاستون مین آباد ہے پٹیالہ قدرتی طور پر سب سے اول ہے اور وہان کی آبادی کا تناسب دس ہزار مین ۲۷ کا ہے۔ سکھونکی ذاتونکی تقسیم کا سوال بہت دلچسپ ہے۔ مگر پچھلی مردم شماری تک بھی صحت کے ساتھ حل نہین ہوا تھا۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صوبہ کی مختلف قسمتون مین ہزار سکھون مین بحساب اوسط ۶۹۹ زراعت پیشہ یعنے جاٹ و راجپوت وسینی وکمبوہ ہین۔ اور ستلج کے جنوب کے اضلاع مین تناسب بہت بڑھا ہوا ہے ۷۴ فی ہزار تجارت پیشہ یعنے اڑوڑا وبنیہ وکھتری ہین۔ ۱۲۴ فی ہزار کاریگر پیشہ یعنے کمہار۔ جولاہہ۔ لوہار۔ بڑھئی۔ سنار۔ نائی وغیرہ ہین اور ۹۵ فی ہزار ذات سے خارج اور ذلیل درجہ کے لوگون مین ہین۔ کاریگر پیشہ سکھ سب اضلاع مین برابر برابر منقسم ہین مگر تجارت پیشہ سکھ قریب قریب بالکل اسلامی اضلاع مین آباد ہین جنمین سے بعض (مثلاً قسمت راولپنڈی) مین سکھ آبادی بیشتر انہی لوگون کی ہے۔ مذہبی

---

* ہندوستان سے ایک تار مورخہ ۷ فروری ۱۸۹۲ء موصول ہوا جسمین یہ لکھا ہے کہ بحساب مردم شماری ۱۸۹۱ء سارے ملک کے سکھون کی تعداد ۱۹۰۷۸۳۶ ہے۔

ذاتون یعنے برہمنون اور فقیرون کی تعداد براے نام ہے اور پنجابی
سکھون مین صرف ۴ فی ہزار مذہبی فرقہ سے تعلق رکھتے ہین۔
سکھ فرقہ کی سب سے بڑی ذات جاٹون کی ہے جسکی بہت سی
شاخین اور شاخون کی شاخین ہین۔سچ پوچھیے تو یہی ذات پنجاب
کی سب ذاتون سے بڑھی ہوئی ہے۔ جاٹون کی اصلیت کا حال
بالکل راز سربستہ ہے اور اسکے متعلق بہت سے مبلغے ہو چکے
ہین۔بعض بڑے بڑے مصنفون نے انکی اصلیت کا کھوج گیٹا نام
ایک قوم تک لگایا ہے مگر پنجابی جاٹون کی نسبت قریب قریب عام طور
سے یہ روایت چلی آتی ہے کہ یہ راجپوتی نسل سے ہین اور وسطی
ہندوستان سے آکر پنجاب مین آباد ہوے تھے۔سندھوا ورراچ
جاٹ بھی جو اپنا اصلی وطن آن روے انڈس تبلاتے ہین کسیطرح
بالکل متفق نہین اور دونون فرقون کے کچھ حصے اپنا قدیم وطن راجپوتانہ
مین تبلاتے ہین۔اور کسی تحریر سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ کوئی فرقہ انڈس
کے مغرب سے آکر آباد ہوا ہو۔اور سندھوا ور راپچ دونون کے
مورث باہر کے آئے ہوے مشہور ہین۔پنجابی جاٹون کی زبان کو

بھی کوئی مناسبت قوم گیٹ کی زبان سے نہین معلوم ہوتی۔ مین نے
بھی ایک زمانہ مین اس مضمون کے متعلق بہت تلاش اور کوشش
کی تھی۔ میری تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ مین ائبسن صاحب مصنف
رپورٹ مردم شماری کی اس رائے سے متفق ہون کہ جاٹ اور راجپوت
عموماً ایک ہی نسل سے ہین اور موجودہ اختلاف باعتبار طرز تمدن ہے
نہ باعتبار قوم۔ جاٹون کی تعداد راجپوتون کی سہ چند ہے اور کیا جنگی
قابلیت کیا زراعت کیا کاریگری کیا دیانت کیا دانشمندی غرض
ہر اعتبار سے جاٹون کی قوم پنجاب کی سب قومون سے سر برآوردہ
اور ممتاز ہے۔ جاٹ بڑے آزاد مزاج ہوتے ہین اور سب قومون
سے زیادہ اس بات کا خیال رکھتے ہین کہ قومی یا جماعتی دباؤ شخصی
اور ذاتی آزادی پر نہ پڑنے پائے۔ اگر وقت پڑ جائے تو لڑنے کو
طیار ہو جاتے ہین مگر دل سے ظالم یا کینہ ور نہین ہوتے اور اسوجہ
کہ بہت جفاکش اور محنتی اور کمانیوالے کاشتکار ہوتے ہین محصول
خوب ادا کرتے ہین اور امن و امان کے زمانہ مین بہت اچھی رعایا
کیطرح رہتے ہین۔ تمدنی اعتبار سے انکا درجہ برہمن راجپوت اور

کھتری کے بعد ہے - مگر یہ لوگ خود اپنے تئین راجپوتون کے برابر اور کھتریون سے افضل سمجھتے ہین - اور اُنکے تاریخی واقعات اور موجودہ امتیاز سے اُنکے اس دعوی کی تصدیق بھی ہوتی ہے دریاے بیاس و راوی کے قریب کے سکھ اضلاع مین ان لوگون کی حالت بہت اچھی ہے - جنوبی اور سرحدی اضلاع والون کی حالت بالکل جداگانہ ہے اور اکثر راجپوتی نسل سے نہین ہین -

جاٹون ہی کے اوصاف اُن سکھون مین بھی پائے جاتے ہین جو جاٹ نسل کے ہین - بلکہ اس نئے مذہب نے اُنکے جنگی جوش کو اور بھی ترقی دیدی ہے اور اس مذہب مین یہی جنگی جوش خاص ہے اور برٹش گورنمنٹ کو برابر کوشش کرنی چاہیئے کہ یہ جوش قائم رہے - چونکہ ہندوستان مین طاقت انگلشیہ روز بروز مستحکم ہوتی جاتی ہے اور سال بسال اُس سے مقابلہ کرنے کے خیال مین کمی آتی جاتی ہے اسلیے یہ بات لازمی ہے کہ جنگجو قومون کو اپنے جنگی جوش کے نکالنے کے بہت کم موقعے ملین گے - ہر جگہ کے سپاہی کسان ہوتے چلے جاتے ہین - تلوارون کے ہل بن رہے ہین اور ہم دولت برطانیہ

کی امن وامان پر اس طرح ناز کرتے ہین کہ گویا انتظامی کامیابیان بھی
امن وعافیت سے محدود ہین اور اُسی مین شامل ہین۔ مگر ہندوستان
کی سی سلطنت مین (جہان اٹھائیس کروراسی لاکھ آدمی بستے ہین اور
باہر سے بھی بہت سے خطرے لگے ہوے ہین اور دشمن ہر وقت
تاک مین ہین کہ جہان ذراسی بھی کمزوری دیکھین وہین دھر دبائین)
لڑائی کا ہونا حالت درست رکھنے کے واسطے لازمی ہے۔ تلوار
ہر وقت تیز رکھنی چاہیے کہ ایسا نہو کہ نیام مین پڑے پڑے زنگ
لگ جاے۔ اگر فرمانروایان ہند عاقل ہین تو ضرور سکھون کے جنگی
جوش کو بڑھاتے اور تقویت پہونچاتے رہینگے اور جب موقع ہوگا
چاہے لڑاے یوروپ مین ہو یا ایشیا مین یا افریقہ مین ان لوگون کو
برابر مقابلہ کے واسطے بھیجین گے۔ سب سے بڑی ضروری بات یہ
ہے کہ ان لوگون کو اعلیٰ درجہ کی اور ہر طرح کی جنگی تعلیم دیجاے تاکہ
ہر طرح کے دشمن سے چاہے وہ یوروپین ہو یا ایشیائی مقابلہ کرسکین
انگلستان مین فوج کی تعداد اس قدر کم ہے اور اسکی ترکیب کچھ
ایسی خراب واقع ہوئی ہے کہ یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ جب باہر سے

حملہ ہوگا تو ہندوستان کو خود ہی اپنی حفاظت کرنی پڑے گی اور اگر زبردست وقت سے قائم کرلیے گئے اور پنجابیون کے جنگی جوش کو بیدار رکھا گیا تو صرف پنجاب کی جنگ آزما رعایا اور خصوصًا سکھ لوگ حفاظت ہندوستان کے واسطے بہت کافی ہونگے۔

سکھون سے جو کچھ ہوسکتا ہے اُس سے زیادہ توقع رکھنی عبث ہے۔ برٹش گورنمنٹ کو غدر مین سکھون کی قدر ہوچکی ہے کہ جیسے ہی پہلا ہنگامہ شروع ہوا بغیر اس بات کے خیال کے کہ ساعت مبارک ہے یا منحوس این روے وآن روے ستلج کے راجی والیان پٹیالہ ونابھا وجنیندہ وکپورتھلہ اپنی اپنی فوجین لیکر سرکار انگریزی کے دشمنون سے لڑنے کے لیے دہلی پر چڑھ آئے ان لوگون کی اس بہادرانہ نظیر سے سارے صوبہ مین تقلید کا جوش پھیل گیا اور ملکہ معظمہ کو ہندوستان کے پھر سے لینے مین جس قدر انگریز سپاہیون کی سنگینون نے کام دیا اُسی قدر رعایاے پنجاب کی وفاداری اور جان نثاری بھی کام آئی مگر سکھ دفتر یا میونسپلٹی کی کمیٹی کے کام کے نہین ہوتے۔ اس کا حال آگے چل کر بخوبی معلوم ہوجائے گا جب ہم یہ ذکر کرینگے کہ رنجیت سنگھ

اپنے اہلکار کس طریقہ کے مطابق منتخب کرتا تھا۔ اسکول اور کالج مین بھی
سکھ طالب العلم اور سب قومون سے پھسڈی ہین۔ مگر مشرق مین دارالعلم
کی ناموری سے بڑے عہدون کا کام کرسکنے کی قابلیت کا اندازہ
نہین کیا جاتا۔ اگر اس طرح کا مقابلہ ہو تو غالبا چلتی چیری باتین بنانیوالے
بنگالی سب سے سبقت لیجائین گے۔ مگر بنگالیون مین نہ جسمانی ہمت ہے
کہ لڑسکین اور نہ اخلاقی ہمت ہے کہ حکمرانی کرسکین۔ وہ لوگ بڑی غلطی
پر ہین جو کہ جاٹ سکھون کو اس وجہ سے سلطنت کی کارآمد رعایا نہین سمجھتے
کہ یہ لوگ اپنی موروثی عادات و تربیت کی وجہ سے علم کی طرف راغب
نہین ہین۔ سکھ لڑنے والے ہوتے ہین اور اُنکے جوہر فوج ہی مین
کچھ خوب کھلتی ہین کہ جنگ ہی اُنکا قدرتی پیشہ ہے۔ جفاکش۔ دلیر۔
سمجھ کے ایسے ناقص کہ اپنی ہار تو کبھی مانتے ہی نہین۔ حکم کے مطیع اپنے
افسرون کے جان نثار۔ ذات کے اُن جھگڑون سے نہ ماننے والے
جنکی وجہ سے ہندو فوج کا میدان جنگ مین رکھنا اور کھلانا بہت مشکل
ہو جاتا ہے۔ یہ اوصاف ہین جنکی وجہ سے سکھ سپاہی مشرق مین
سب سے زیادہ ممتاز ہین۔ قیصرۂ ہندوستان کی رعایا مین بہت سی

قومین جنگ آور ہین اور باعتبار معتمد اور کار آمد ہونے کے سکھون کا
نمبر سب سے بڑھا ہوا ہے۔ گورکھے بھی لڑائی مین ایسے ہی بہادر
اور جوش والے ہوتے ہین مگر افسوس کی بات ہے کہ انکی تعداد بہت
کم ہے اور زیادہ تر برٹش عملداری مین سکونت پذیر نہین ہین۔ یہ لوگ
زیادہ تر نیپالی ہوتے ہین اور بعض اوقات ایسی صورتین پیش آجاتی
ہین کہ اونچے درجہ کے لوگون کی کافی تعداد بھرتی کرنے مین بہت
مشکل ہوتی ہے۔

راجپوت بھی بڑے اچھے سپاہی ہوتے ہین مگر اُن مین سکھون کی
سی مضبوطی کہان۔ اسکے علاوہ اونچے درجہ کے راجپوت بہت مشکل
سے ملتے ہین۔ اور جو لوگ ہماری نوکری کرتے ہین وہ زیادہ تر دوغلی نسل
کے پہاڑی ڈوگرے ہوتے ہین جنکو اصل نسل کے واسطی ہندوستان
والے راجپوت نظر حقارت سے دیکھتے۔ یہ لوگ اُس وقت تک
ہماری فوج مین داخل نہون گے کہ کوئی ترکیب اُنسے نکل آئے کہ
اُن لوگون کے افسر بھی ان ہی کی قوم کے ہون۔ پنجابی مسلمان
گھکڑ و آوان و توانا بھی بہادر سپاہی ہوتے ہین اور شمالی مغربی سرحد

کے افغان جرگہ والون کی بہادری بھی مشہور ہے۔ لیکن اگر یہ لوگ زیادہ عرصہ تک لڑائی پر رہین تو وطن کی یاد مین بہت بیقرار ہو جاتے ہین اور اکثر تو ایسے ہین کہ سرحد چھوڑنے پر کسیطرح راضی نہین ہوتے پہاڑی لوگ بہت آزاد اور خود مختار ہین اور شائستگی کی قیدون کو کسیطرح پسند نہین کرتے۔ مگر سکھون کی حالت ہمیشہ یکسان رہتی ہے چاہے امن وامان ہو چاہے لڑائی ہو چاہے وہ اپنے ڈیرون پر ہون چاہے میدان جنگ مین ہون ہمیشہ خوشدل خوش مزاج اور کبھی کسی بات کی شکایت نہین۔ سوار بھی خاصے ہوتے ہین۔ پیدل فوج مین بہت استقلال کے ساتھ کام دیتے ہین۔ گولیون کی بوچھار مین بھی ویسے ہی ثابت قدم رہتے ہین جیسے حملہ کرنے مین ہوتے ہین۔ ہماری ہندوستانی فوجون مین سکھ ہی لوگ ایسے ہین جو بہت بڑی تعداد مین اور عرصہ دراز کے واسطے باہر کی لڑائی پر جا سکتے ہین۔ مگر شرط یہ ہے کہ تنخواہ معقول دی جاے کیونکہ ان لوگون کو روپیہ کی بڑی قدر ہے اور اسکا ٹلنڈ والون کی طرح پس انداز کرنیکا بڑا شوق ہے۔ مصر مین حبش مین افغانستان مین چین مین اُن

لوگون نے بڑا نام پیدا کیا۔ اپنی خوشی سے برہما کی فوج اور پولیس مین
نوکری کی حالانکہ برہما کے ملک سے عام طور سے ہندوستان والونکو
نفرت ہے۔ ہانگ کانگ مین بھی سکھون کی پولیس کا ایک رسالہ
ہے اور وہان انکی بڑی عزت اور اعتبار ہے۔ ایچ جانسٹن صاحب
برٹش ایجنٹ جنرل جو آج کل عرب والے بردہ فروشون سے نیاسا
کی جھیل پر لڑ رہے ہین اُنکے ساتھ بھی سکھون کا ایک رسالہ محافظت
کے واسطے متعین ہے۔ یہ بات ذرا مشکل سے سمجھ مین آتی ہے
کہ آج کل ہماری رجمنٹون مین جو متین سنجیدہ اور مہذب لوگ بھرے
ہوئے ہین وہ اُسی نسل کے ہین جسکے وہ وحشی لٹیرے تھے جنکے
نام سے سو برس کا عرصہ ہوا سارے شمالی ہندوستان مین تہلکہ پڑا
ہوا تھا۔ مگر یہ تبدیلی اس وجہ سے ہوئی ہے کہ زور اور مہربانی کے
ساتھ حکومت کیجاتی ہے اور ہمدرد افسر جن کی فوج کے دلون مین
محبت اور عظمت ہے فوجی انتظام بہت سخت رکھتے ہین۔ افغانستان
کی لڑائی کے پچھلے زمانہ مین مجھے بہت سے موقعے سکھون کی فوج
کی کارگزاری دیکھنے کے ملے۔ میری رائے مین ان لوگون کی

جفاکشی اور افغانون (کہ وہ اُنکے قدیم اور جانی دشمن ہین) کے
ساتھ کے قابل قدر برتاو کی جس قدر تعریف کی جاے تھوڑی ہے
یوروپین فوجون کے مقابلہ مین سکھون کے کارآمد ہونیکا سوال
ایسا ہے کہ اس کا فیصلہ سند کے ساتھ کسی آیندہ ہی زمانہ مین ہو سکیگا
مگر میرے دل مین ضرور یہ یقین ہے (اور ہندوستانی فوج کے بہت
سے بڑے بڑے افسر میری اس راے سے متفق ہین) کہ سکھون
کی پیدل فوج اور رسالے اگر اُنکے افسر ہوشیار انگریز ہون کسی
حالت مین دنیا کی کسی فوج سے ہٹے نہین ہین - اور جن جن سے
لڑائی ہونے کا گمان ہوسکتا ہے اُن سب سے کہین بڑھے
ہوے ہین -

تیسرا باب

سکھون کا مذہب

مہاراجہ رنجیت سنگھ کا وجود کچھ ایسا سکھونکی حکومت مذہبی کی بدولت ہوا ہے اور اُس مین خالصہ کی روح کچھ ایسی پھونکی گئی تھی کہ اُس کے اوصاف اور زمانہ زندگی کے حالات کسیطرح اُس مذہبی طریقہ کے بیان کے بغیر کمل نہین ہو سکتے جس کا بہت بڑا اثر پنجاب کے جاٹ کسانون پر اٹھارھوین صدی مین اور نیز انیسوین صدی کے پہلے نصف حصہ مین پڑا - یہ مضمون بہت وسیع اور دقیق ہے اور اس مختصر کتاب مین اسکو شرح اور پورا پورا لکھنا ناممکن ہے - جو صاحب سکھون کے مذہبی مسائل اور آلہیات سے پوری واقفیت حاصل کرنی چاہتی ہون وہ آدی گرنتھ یعنے سکھون کی مقدس کتاب کا ترجمہ پڑھ سکتے ہین - یہ ترجمہ یونیورسٹی میونچ کے پروفیسر السنہ ڈاکٹر ارنسٹ ٹرمپ

نے اصل گورمکھی کتاب سے کیا ہے اور کچھ تمہیدی مضامین بھی ترجمہ
مین اضافہ کیے ہین۔ سنہ ۱۸۷۰ع مین صاحب سکرٹری آف اسٹیٹ
نے یہ اہم کام ڈاکٹر موصوف کے سپرد کیا تھا۔ جس زمانہ مین ڈاکٹر
ٹرمپ اس کام مین مصروف تھے مین لاہور مین گورنمنٹ کا چیف
سکرٹری تھا۔ حق یہ ہے کہ ڈاکٹر موصوف ہی سے ہمت والے
اور محنتی اور عالم آدمی کا کام تھا کہ اس ترجمہ کو اختتام کو پہونچایا۔ اُنھون
نے یہ دیکھا کہ سکھ پروہت اور گرنتھی اپنے مذہب کے اصولون سے
بالکل بے خبر ہین اور اُنکو قدیم گورمکھی عبارت و محاورات کا بالکل علم
نہین ہے۔ اُنھون نے مشتبہ مقامات کے معنی جو بیان کیے
وہی تھے جو مدتون سے سنتے چلے آئے تھے اور کتاب مقدس کی
اور عبارتون سے متناقض پڑتے تھے۔ ڈاکٹر ٹرمپ نے بڑی کوشش
سے کچھ نایاب حواشی اور شرحین بہم پہونچائین۔ اور اگرچہ شرحین بالکل
ناتمام اور بجاے خود اصل سے کم دقیق نہ تھین تاہم اِن کی مدد سے
کام پورا ہو گیا مگر کام ختم کرنے سے پہلے ڈاکٹر موصوف کو ایک
لغت اور قواعد صرف و نحو بنانی پڑین جنمین گورمکھی زبان کی سب

ترکیبین اور متروک الاستعمال الفاظ یکجا کیے گئے تھے - اس کام
کے اختتام کو پہونچانے مین جو دقتین پیش آئین وہ ایسی تھین کہ اُن
سے عہدہ برآ ہونے کی اُمید نہ رہی تھی - آخر کار باوجود میرے بہت
کچھ سمجھانے کے پروفیسر موصوف لاہور چھوڑکر جرمنی چلے گئے
اور وہان سے سات برس کی محنت مین اُنھون نے وہ ترجمہ شایع
کیا جو عام ناظرین کی نظرون مین توکسی طرح دلچسپ نہین ہوسکتا
مگر محنت اور علم کی یادگار ضرور رہیگا - سکھون کے مذہب کے حالات
جو اس سے پہلے کے مصنفین یعنے کپتان جوزف کننگھم اور ایچ ایچ
ولسن صاحب (جنھون نے ہندون کے سب مذہبی فرقون کے
حالات لکھے ہین) نے لکھے ہین وہ مختصر اور ناقص ہین - اور
اسکی وجہ یہی ہے کہ مصنفین مذکور سکھون کی کتاب مقدس اور
اُسکے تفاسیر کا علم نہ رکھتے تھے اور اب بھی اُن باریک اصولون کا
سمجھنا بہت مشکل ہے جو آدی گرنتھ کے دقیق اور غیر مسلسل دلائل
سے بھرے ہوے صفحات مین لکھے ہوے ہین - کتاب مذکور
مین فضول اعادہ بہت ہے اور چھوٹے چھوٹے اختلافات کی

بہت کثرت ہے - مگر بعض حصے خصوصاً بھگت کبیر اور بھگت
فرید کے اشلوک جو گرنتھ مین بطور ضمیمہ شامل کر دیے گئے ہین بہت
دلچسپی اور نازک خیالی سے بھرے ہوے ہین اور اگرچہ نظم مین داخل
نہین ہو سکتے مگر بہت سی باتون مین نظم سے ملتے چلتے ہین یہ اشلوک
امریکن شاعر والٹ وھٹمن کی نظم سے بہت مشابہ ہین اور خوبی مین
اُس سے کہین بڑھکر ہین -

آدی گرنتھ مین خاص طور سے بابا نانک سے سند لی گئی ہے
کہ وُہی سکھون کے مذہبی طریقہ کا بانی مبانی تھا اور اُسی نے کتاب
مذکور کے بڑے بڑے حصے سترھوین صدی کے آغاز کے قریب
لکھے بھی تھے - سکھون کے پانچوین گرو ارجُن نے اُسکو صورت
موجودہ مین ترتیب دیا اور نانک کی تحریرون پر اُسکے جانشینون اور
نیز قدیم ہندو روحانیات کے مصنفون کی تحریرین اضافہ کین -
بلحاظ اسکے کہ اُن سے سکھون کی آخری زمانہ کی جنگی اور پولیٹیکل ترتیب
کی ماہیت کا حال کھلتا ہے سکھون کے دسوین اور سب سے بڑے
گرد گوبند کی تصانیف آدی گرنتھ سے بھی زیادہ اہم ہین گرو موصوف

نے ۱۶۹۶ء مین ایک ضخیم تصنیف طیار کی جسکا کچھ حصہ اُس نے اپنے
دست خاص سے لکھا ہے اور کچھ اُن ہندی شاعرون کا لکھا ہوا ہے
جو اُسکے لواحقین مین سے تھے۔ اس تصنیف مین بہت بلیغ اور
دقیق ہندی زبان مین نئے مذہب کے اُن اصولون کی تعلیم کی گئی
ہے جنکی اشاعت گرو مذکور کرتا تھا۔ مگر گرو گوبند سنگھ نے اہم باتون مین
نانک کے مخفی مسائل مین کوئی تبدیلی نہین کی۔ البتہ اُسکی تعلیم و تلقین
بالکل صاف صاف تصوف کے رنگ مین ڈوبی ہوئی ہے۔ وہ خود
دُرگا دی کا پوجنے والا تھا اور ہندوون کے اور چھوٹے چھوٹے دیوتاؤن
کی پرستش جائز رکھتا تھا۔ مگر خدائے واحد و قادر مطلق کی عبادت
کو سب پر ترجیح دیتا تھا۔

گنجائش کم ہے۔ اسوجہ سے سکھون کے دسون گروؤن کے
حالات تفصیل کے ساتھ نہین لکھے جا سکتے۔ مجبوراً چند صفحون مین
اُنکے ضروری حالات لکھنے پر قناعت کیجاتی ہے۔

نانک بانی مذہب جسکی جنم ساکھی یعنے سوانح عمری ڈاکٹر ٹرمپ
نے بہت کھوج لگا کر انڈیا افس کے کتب خانہ سے ڈکہ اُسکو مشہور

ایچ ڈی کو لبروک نے نذر کی تھی) نکالی ہے سنہ ۱۴۶۹ع مین موضع تالونڈی*
مین (جو شہر لاہور کے قریب دریاے راوی کے کنارہ پر واقع ہے)
پیدا ہوا تھا - ذات کا کھتری تھا - اور گانون کا معزز عہدہ دار پٹواری
یعنے محاسب تھا - اسکے ایام طفولیت و شباب کی کرامتون اور معجزون
کے ویسے ہی افسانے مشہور ہین جیسے ہر کامیاب ہو جانے والے
مذہب کے بانی کی نسبت مشہور ہوتے ہین - معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی
زندگی معمولی طرح کی تھی - بیاہ بھی کیا تھا - اولاد بھی ہوئی تھی - ایک
دن دریا نہانے چلا جاتا تھا کہ فرشتے اُٹھا لے گئے اور خدا کے حضور
مین پیش کیا - وہان پیغمبری کا خلعت عطا ہوا اور دنیا مین سچے خدا
کے احکام کی تلقین سپرد کی گئی - اس حکم الٰہی کی تعمیل مین نانک نے
بیوی بچون کو چھوڑ دیا اور مردانہ نام ایک ہمراہی لیکر فقیری بانا پہنا اور
نئے مذہب کی تلقین کے واسطے دنیا بھر مین پھرنے لگا - سکھی
سوانح عمریون مین اُسکے اُتر دکھن پورب پچھم سب طرف کے پھرنے

* بعد مین یہ موضع گرو موصوف کی جاے ولادت ہونے کے باعث ننکانہ کے
نام سے مشہور ہوا -

کا حال لکھا ہے۔ اور ایک خیالی ملک کے سفر کا بھی حال لکھا ہے
اس ملک کا نام گورک ہاتری لکھا ہے۔ یہ سفرنامے ناقابل اعتبار
عجائب و غرائب سے بھرے ہوے ہین مگر سواے بابر بادشاہ
کی ملاقات کے اور کوئی بڑی بات نہین لکھی ہے۔ بادشاہ مذکور
کی نسبت لکھا ہے کہ وہ نانک کے ساتھ بہت مہربانی اور اخلاق
سے پیش آیا۔ اور جو حالات ہمکو اس نامور اور زندہ دل بادشاہ کے
معلوم ہین اُنکے لحاظ سے یہ بات قرین قیاس بھی ہے۔ اپنی زندگی
کے خاتمہ کے قریب نانک اپنے گھر والون کے پاس بمقام کرتارپور
ضلع جالندھر واپس آگیا اور وہین ۱۵۳۸ء مین وفات پائی
اُسکی زندگی بالکل ایسی ہی رہی جیسے کسی ہندو فقیر کی ہوتی اور کوئی
بڑے واقعات پیش نہین آئے۔ جو اثر اُس نے اپنے پیچھے چھوڑا
وہ اُسکی تصانیف مین چھپا ہوا پڑا تھا جو اُس کے مرنے کے بعد جمع
کی گئی تھین۔ اُس نے اپنے دو بیٹون کو چھوڑ کر اپنے چیلے انگد کو
اپنا جانشین بنایا تھا۔ لفظ سکھ کے لغوی معنے سیکھنے والے کے
ہین۔ نانک نے اپنے چیلون کا لقب سکھ رکھا تھا۔ رفتہ رفتہ جب

مذہب پھیل گیا تب ساری قوم کا یہی لقب ہوگیا۔ مگر یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ سکھ مذہبی لقب ہے کسی نسل کا لقب نہین ہے۔ اور جو لوگ خالصہ کے مذہب سے ہین اُن ہی پر اسکا اطلاق ہوتا ہے۔

پانچوین گرو ارجن نے نانک کی تصنیفات اور نیز اور رشیون اور شاعرون کے کلام کے انتخابات کا ایک مجموعہ مرتب کیا۔ یہ مجموعہ مثل ہندؤن کے ویداور پُران کے سنسکرت زبان مین نہ تھا کہ عوام کی سمجھ مین نہ آسکے۔ اسکی زبان پنجابی تھی کہ وہی عام طور سے مروج تھی۔ اور البتہ ساری کتاب آدی گرنتھ کی تحریر ایک سی نہ تھی۔ جس جس جگہ کے اور جس جس زمانہ کے کلام اُس مین جمع کیے گئے تھے اُنکے مطابق محاورات مین اختلاف ضرور تھا۔ کتاب مذکور قدیم ہندی زبانون کا مجموعہ ہونیکے اعتبار سے بہت زیادہ قابل قدر ہے۔ بابا نانک اور اُنکے جانشینون کے محاورات اُس زمانہ کی مروجہ پنجابی کے مطابق نہین ہین (نانک کی جنم ساکھی البتہ خالص پنجابی زبان مین ہے) بلکہ قدیم ہندی زبان کی بہت سی ترکیبین اور الفاظ ملے ہوے ہین اور مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبارت ذرا شاندار ہو جاے اور بالکل روزمرہ بول چال کے مطابق

نہ ہو اور ساتھ ہی اسکے عام فہم بھی رہے۔ گرو گوبند سنگھ کی تصنیفات
قریب قریب خالص ہندی زبان مین ہین اور آج کل کے زمانہ میں
پنجابی بولنے والے سکھون کی سمجھ مین نہین آتی ہین۔

آدی گرنتھ کا پہلا باب جو جاپو یا جاپ جی کے نام سے مشہور ہے
سب سے زیادہ اہم ہے۔ یہ باب خود نانک کا لکھا ہوا ہے اور اسمین
اصول مذہب سے بحث کی گئی ہے۔ انشا پردازی کے لحاظ سے بھی
باستثناے کبیر یا شیخ فرید کی بلیغ تحریرات کے جنکا ذکر اوپر آچکا ہے یہ
حصہ سارے مجموعہ سے بہتر ہے۔ بھگت کبیر کا نام تمام ہندوستان مین
مشہور ہے اور اُسکے چیلون یعنے کبیر پنتھیون کا ایک مٹھ اب تک
بنارس مین قائم ہے کہ وہان اُس کے کلام کی شرح بیان ہوتی ہے*
گرنتھ مین جن لوگون کا کلام شامل ہے اُس مین دو مرہٹی زبان کے
شاعر نام دیو اور ترلوکن سب سے ابتداے زمانہ کے سخن سنجون مین

* گرو گوبند (ساکھی ۹۰) نے بہت زور کے ساتھ کبیر کی تعریف کی ہے کہ وہ خدا
کے مقبول لوگون مین سے تھا اور بادشاہون پر فوق لے گیا تھا اور اسکا
نام ہمیشہ یادگار رہے گا۔

سے ہین- انکی خاص زبان بہت سی ترکیبون مین آجکل کی مرہٹی
سے ملتی ہوئی ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن لوگون کی
پیدائیش دکن کی تھی-

دسوان اور آخری گرو گوبند سنگھ پندرہ برس کی عمر کا تھا جب
شہنشاہ اورنگ زیب نے اُسکے باپ کو عقوبت پہونچائی اور قتل
کیا- یہ لڑکا پہاڑیون مین بھاگ گیا اور وہین اپنی تعلیم تمام کی- وہ اپنے
سب متقدمین سے زیادہ پڑھا ہوا تھا- فارسی اور ہندی بخوبی جانتا تھا
اور کسیقدر سنسکرت سے بھی واقف تھا کہ اپنے آخر زمانہ کے تصانیف
مین سنسکرت ہی سے زیادہ کام لیا ہے- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خاصی
پختہ عمر مین تیس برس سے متجاوز ہونے کے بعد اس نامور شخص نے
جسکی فراست و قابلیت و مستقل مزاجی اُسکے سب متقدمین سے
بڑھی ہوئی تھی اُس کام کو شروع کیا جسکو وہ اپنی زندگی کا مقصود
اصلی سمجھتا تھا- اور وہ کام یہ تھا کہ متفرق سکھون کو یکجا کرکے ایک
جماعت کھڑی کر دے اور پنجاب کی اسلامی طاقت کو نیست و نابود کر دے
تیس برس کی عمر تک وہ برابر تحصیل علم کی طرف متوجہ رہا اور اپنے تئین

اُن فرائض کے ادا کرنے کے واسطے طیار کرتا رہا جنکو اُس نے اپنی خوشی سے اپنے سر لیا تھا۔ اسی عرصہ مین وہ اپنے زمانہ کے عالیخاندان نوجوانون کے کسب کمال سے بھی غافل نہین رہا اور بہت قادرانداز شکاری ہوگیا اور سب اسلحہ کے استعمال مین مہارت تامہ حاصل کرلی۔ جب وہ اپنے اعتکاف سے برآمد ہوا تو سکھون نے فورًا اُسکو اپنا قدرتی اور موروثی سردار مان لیا اور پورے طور سے اس پر مستعد ہوگئے کہ اُسکے ساتھ ہوکر مسلمان ظالمون سے اُسکے باپ کے خون کا بدلہ لین۔ اپنا کام شروع کرنے سے پہلے اُس نے یہ خواہش کی کہ ہندؤنکی دیبی درگا سے حمایت کا طالب ہو کہ دیبی جی کا استھان نینا دیوی کی پہاڑی پر اُسکے وطن کے قریب واقع تھا۔ ضروری ابتدائی چلّے کھینچنے کے بعد دودھ اور گھی اور غلہ چڑھایا گیا۔ دیبی جی نے درشن دیئے اور اپنی حمایت کے بدلہ مین ایک انسان کی جان بھینٹ مانگی۔ پجاریون نے کہا کہ سب سے زیادہ قابل قبول قربانی یہ ہوگی کہ اپنے چار بیٹون مین سے ایک کا سر کاٹ لاؤ۔ قدرتی بات تھی کہ لڑکون کی مان اس پر

راضی نہین ہوئی - تب گوبند سنگھ اپنے دوستون کی طرف رجوع ہوا
لکھا ہے کہ پانچ دوست اپنی جان دینے پر راضی ہوگئے اور ایک
جس کا نام نہین لکھا ہے مقبول ہوا اور دیبی جی کو بھینٹ چڑھا دیا گیا
اس قصہ مین چند اختلافات ضرور ہین مگر اس مین شک بھی نہین ہے
کہ ایک آدمی کی قربانی ضرور ہوئی - پرانے زمانہ مین یہ خون کی پیاسی
دیبی جسکے بہت سے نام اور بہت سی شکلین ہین اکثر انسان کی جان
نذر مانگا کرتی تھی - جب سے انگریزون کا راج ہوا اور اُنھون نے
مذہب کا قتل سے الحاق رکھنا جائز نہ رکھا تب سے بجاے انسان
کے بکرے قربان ہونے لگے - غرض دیبی جی نے قربانی قبول فرمالی
اور آگے چل کر جو گوبند سنگھ کا طرز زندگی رہا اور جس سختی کے ساتھ وہ
مارا گیا اُسکا اس خونریزی کے آغاز سے پہلے ہی سے گمان ہونے
لگا تھا - اب گروجی نے اپنے ساتھیون کو جمع کیا اور اپنے کام کے
متبرک ہونے اور اُس مین کامیاب ہونیکا یقین کرکے بہت زور
شور کے ساتھ اُس نئی تعلیم کی تلقین شروع کی جو بحیثیت پولیٹکل مذہب
ہونے اور سکھون کو ارجن اور ہرگوبند کی ہدایتون کے مطابق متفق

کر دینے کے نانک کی تعلیم سے بھی افضل تھی۔ قدیم سکھ مذہب کی ایک
رسم اصطباغ تھی جو اب متروک ہو گئی تھی۔ گوبند سنگھ نے اسکو از
سرنو جاری کر کے سکھ ہونے کی ابتدائی رسم قرار دیا۔ جتنے چیلے اسکے
موجود تھے سب کو پاہل دیگئی۔ اسکی کارروائی اسطرح ہوتی تھی کہ خالص
پانی مین گنے کا رس ملا کر خنجر سے اسکو چلاتے تھے۔ اور گرنتھ کے
جاپ جی کی کچھ آئتین پڑھتے جاتے تھے۔ جو شخص نیا مرید ہوتا تھا
اسکو تھوڑا سا پلاتے تھے اور باقی اسکے سر اور جسم پر چھڑکتے تھے
اور مرید کرنے والا اور مرید دونوں پکار کر کہتے تھے "واہ گرو جی کی خالصہ"
جب گرو گوبند نے پانچ چیلے کر لیے اور خالصہ کی تعداد اسقدر ہو گئی
کہ کچھ معلوم ہونے لگی تو گرو موصوف نے وعدہ کیا کہ ہماری روح
برابر اسی خالصہ مین موجود رہیگی اور چیلون سے اپنے واسطے وہی
اصطباغی مراسم کرا کر سنگھ کا لقب اختیار کیا۔ تاکید ہوئی کہ جتنے نئے

* اس نئے سکھون کے خیل کا نام خالصہ حسب بیان ڈاکٹر ٹرمپ و بخلاف معروف
عربی لفظ خالصہ سے نکلا ہے جس کے معنی ہین ایک شخص کی ملکیت خالص اور یہان
مراد ہے گرو کی یا خدا کی ملکیت خاص۔

چیلے مذہب مین داخل ہون اُنکے نام مین یہ لقب ضرور بڑھا یا جاے
آج کل کے زمانہ عوام الناس کے خیال کے مطابق وہی لوگ سکھ ہین
جنکے نام مین سنگہ کا لقب موجود ہے اور نانک شاہی سکھون کی نسبت
یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ اب پھر ہندو مذہب کیطرف عود کر آئے ہین۔
اِسکے بعد گوبند سنگھ نے یہ کوشش کی کہ سکھون کی مقدس کتاب کو
اپنے خیالات کے مطابق کرلے اور اسی غرض سے متبرک شہر کرتارپور
کے محافظان آدی گرنتھ سے استدعا کی کہ اُسکو کتاب مقدس مین
کچھ اضافہ کرنے دین۔ مگر سوڈھیون یعنے سکھ پجاریون نے جنکی
حفاظت مین کتاب مقدس رہتی تھی اور جو گرو رام داس کی نسل سے
تھے اس نئے ہادی کو ملنے سے انکار کیا۔ یہ لوگ مع اپنے بت
سے انندپور اور کرتارپور کے محکمون کے سکھ مذہب کے برہمن ہو چکے
تھے اور اپنے گرو کی نسل سے ہونے پر بے انتہا ناز کرتے تھے جب
ان لوگون نے یہ سمجھ لیا کہ گوبند سنگھ مساوات کے اصول کی تلقین
اُس سے بھی کہین زیادہ بڑھے ہوے رنگ سے کرنا چاہتا ہے
جیسے کہ خود نانک نے کی تھی اور نیچے سے نیچے کے طبقہ والے

حتیٰ کہ ذات سے خارج لوگ بھی برہمنون کے برابر ہو جائینگے اور خالصہ کے سارے حقوق اُنکو حاصل ہو جائینگے تو یہ لوگ فوراً مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ گوبند سنگھ کو مکّار مشہور کرنا شروع کیا اور جو کتاب مقدس اُنکے قبضہ مین تھی اُس مین اضافہ کرنے کی اجازت نہین دی بلکہ یہ کہا کہ اگر تم سچے گرو ہو تو خود کتاب مقدس تصنیف کرو۔ چنانچہ اُس نے تصنیف شروع کردی اور وہ سنہ ۱۶۹۶ع مین اختتام کو پہونچی۔ گوبند کی غرض اس تصنیف سے یہ نہ تھی کہ جو اصول نانک نے تلقین کیے تھے اُنکو بالکل بدل دے یا کسی اہم بات مین اس مین ترمیم کرے بلکہ اُسکا مقصود یہ تھا کہ اپنے پرجوش ساتھیون کے دلون مین وہ تحریک پیدا کردے جس سے وہ مسلمانون کے مقابلہ مین جنگ پر آمادہ ہو جائین اور پنجاب اس نئے مذہب والون کے قبضہ مین آجاے۔ اس مقصد کے حصول مین اُسکو کسی قدر کامیابی ضرور ہوی اور اُس کے وفادار ساتھیون کی جماعت روز بروز زیادہ ہوتی گئی اور اُس نے اپنی زندگی کا کام۔ یعنے سچے مذہب کی ہدایت کرنا . . . .

شروع کر دیا*۔ سب سے پہلے اُس کو کانگرہ کی پہاڑی کے راجپوت
سرداروں سے لڑنا پڑا جنھوں نے اپنی فوجین جمع کر کے آنندپور
مین اُس پر حملہ کیا۔ ایک لڑائی مین جو موضع چمکور (جواب تیرتھ کا
مقام سمجھا جاتا ہے) کے قریب ہوے اُسکے دو بڑے بیٹے اجیت سنگھ
اور جوہر سنگھ مارے گئے۔ شاہی فوج راجپوتون کی کمک کیواسطے
اگئی اور گرو کو آنندپور سے اور پھر مچھی واڑہ سے نکال دیا اور اسکے
دونون باقیماندہ بیٹون کو قید کر لیا۔ یہ لڑکے سرہند پہونچائے گئے
اور وہان شہنشاہ اورنگ زیب کے حکم سے زندہ چنوا دیے گئے
گرو ستلج کے جنوب کے ریگستانون مین بھاگا پھرا۔ اور بہت سی
مصیبتین اُٹھانے کے بعد عملداری پٹیالہ مین بمقام تالونڈی اقامت
پذیر ہوا اور ارشاد کیا کہ یہ مقام سکھون کے واسطے ایسا ہی متبرک ہے

---

* میرے ایک معزز دوست سردار عطر سنگھ ساکن بھادور نے جو این روے ستلج والے خاندانون مین ایک اوّل درجہ کے گھرانے کے سردار ہین ساکھیون کا ایک بہت دلچسپ مجموعہ ترجمہ کر کے شایع کیا ہے اور اُس مین گرو تیغ بہادر اور اُس کے بیٹے گرو گوبند سنگھ کے حالات و وقائع سیاحت بیان کیے ہین۔ ع۔ ساکھی ۳۲ و ۳۴ و ۵ و ۵ و ۵ وقایع سیاحت گرو گوبند سنگھ۔

جیساکہ بنارس ہندوون کے واسطے ہے - یہ تیارتھ گاہ دمدمہ کے نام سے
مشہور ہے - (دم کے معنی ہین سانس) اور یہ سکھون کا بڑا مقام ہے
اور گورمکھی زبان کے بڑے بڑے مصنف یہان سکونت پذیر ہین - اسی
ریاست کا دوسرا شہر بھٹنڈہ یعنی گرو کا دمدمہ کہلاتا ہے - یہان سے
گرو نے اُس شیطان کو نکالا جو اکثر شہر کو خراب کیا کرتا تھا اور کچھ عرصہ
تک اسی کے قرب و جوار مین مقیم رہا - اسی قیام کے زمانہ مین اُسکی
شہرت اور طاقت روز بروز بڑھتی گئی ؏۵

اس مقام پر جو اُسکی زندگی بسر ہوئی اُسکے بہت دلچسپ حالات
ساکھیون مین لکھے ہین - ان مین جو کسیقدر مذہبی مبالغہ ہے اُس سے
قطع نظر کیجے تو ان حالات سے صحیح صحیح مرقع اُس حالت کا پیش نظر
ہو جاتا ہے کہ یہ سکھ پیغمبر کسطرح بادشاہون کا سا دربار کرتا تھا اور
اپنی فیاضی اور دریادلی سے برابر اپنی جماعت بڑھاتا جاتا تھا - وہ
معجزے بھی ظہور مین آتے تھے جن سے پیغمبری مستند ہوتی ہے ساکھیان
گرو جی کی کرامتون کے حالات سے بھری ہوئی ہین - کہین اُنکی دعا سے

؏۵ ساکھی ۸۶ -

بے اولادون کے اولاد ہوئی عہ کہین شیطان نکل بھاگے - کہین گانون سے بیماری جاتی رہی عہ - کہین کھاری پانی میٹھا ہوگیا عہ - کہین دغا کی یہ سزا ملی کہ موروثی بیماری لگ گئی عہ - کہین سوکھے ہوے درخت مین برگ و بار آگئے عہ ایک دفعہ ہندو اور مسلمان چورون نے گروجی کے گھوڑے چرالیجانے کی کوشش کی اور سب کے سب اندھے ہوگئے عہ ایک دفعہ ایک پیمائش کرنے والا ایک سکھ کی استادہ فصل کا تخمینہ کرنے کے واسطے آیا - گروجی کے تصرف سے وہ علم حساب ہی بھول گیا اور گروجی کا قایل ہوکر سکھ ہوگیا عہ

گوبند سنگھ کی شان کے قائم رکھنے کے واسطے بڑے بڑے ظالم ہوے مسنڈ لوگ یعنے گروجی کے نایب شاہی وصول تحصیل کرنیوالون کی جگہ مقرر ہوئے اُن لوگون نے اس قدر حرص اور زبردستی سے کام لیا اور ایسی ناراضی اور مخالفت پیدا کردی کہ گروجی کو مجبوراً ان لوگونکو بلکلیہ موقوف کردینا پڑا - پھر گروجی اپنے وطن آنندپور کو واپس چلے آئے - راستہ مین سرہند پڑتا تھا - گروجی نے بمشکل تمام اپنے چیلون کو

عہ ساکھی ۸ - عہ ساکھی ۹۶ و ۱۲۶ - عہ ساکھی ۵ - عہ ساکھی ۲ - عہ ساکھی ۵۰ - عہ ساکھی ۲۰ - عہ ساکھی عہ ساکھی ۳۷ -

اس شہر کے غارت کرنے اور گرو جی کے لڑکون کے قتل کا بدلہ لینے
سے باز رکھا۔ مگر اس شہر کو گرو جی نے سراپ دیا اور اپنے مذہب والون
کو حکم دیا کہ گنگا جی کے جاترا کو جاتے ہوے یا وہان سے واپس آتے
ہوئے جب اس شہر سے گزرنا تو اُسکے دیوار کی دو اینٹین ضرور ستلج یا
جمنا مین ڈال دینا ورنہ گنگا اشنان کا کچھ ثواب نہ ملے گا۔ جو سکھ اس شہر
سے پیادہ پا گزرتے ہین وہ اب تک اس دستور کے پابند چلے آتے
ہین۔ مگر ریل کی وجہ سے پیدل جاتریون کی تعداد اب بہت کم ہو گئی ہے
مجھے کبھی کبھی سرہند کے ویرانون اور مٹی کے پشتون مین پھرنے
کا اتفاق ہوا ہے کہ شہر مذکور مین اب اسکے سواے کچھ اور نہین رہا ہے
اور مجھے بھی ایسا معلوم ہوا ہے کہ اس شہر کو واقع مین کسی کی بد عا
لگی ہے ۔

اسکے کچھ عرصہ بعد گوبند سنگھ نے بعض ایسی وجوہ سے جن کا پتہ
نہین چلتا ہے اپنی طرز زندگی اور تعلیم و ہدایت کے بالکل خلاف بہادر شاہ
بادشاہ کی ملازمت قبول کر لی شائد یہی مطلب رہا ہو کہ اپنے رسالہ
کے ساتھ بادشاہ کی ملازمت قبول کر کے جو بغاوت کا شبہہ اُس کی

طرز زندگی سے پیدا ہو گیا تھا اُس کو دور کر دے اور کچھ عرصہ کے واسطے
تکلیف پانے سے محفوظ رہے - بہر حال وہ اپنے ساتھیون کا
سپہ سالار بنکر دکن کو گیا اور وہین اُس افغان کے عزیزون کے ہاتھ
سے مارا گیا جس کو اُس نے حالت غیض مین قتل کر ڈالا تھا - اُس نے
اڑتالیس برس کی عمر مین ۱۷۰۸ء مین دریاے گوداوری کے کنارہ بمقام
نادیرہ وفات پائی - اس مقام کا نام سکھون نے ابچل نگر× رکھا ہے
یہان اُس کی یادگار مین ایک شوالہ بنا ہوا ہے جسکی زیارت کے واسطے
ہر سال بیشمار سکھ جمع ہوتے ہین -

گرو گوبند کی تعلیم کی بخوبی سمجھ مین آنے کے واسطے ضروری ہے
کہ ہم اُس طریقہ مذہب کے اصولون کا کچھ حال لکھین جسکی اشاعت
گرو نانک نے کی تھی - پہلی بات تو یہ ہے کہ اگرچہ سکھ لوگ آدی گرنتھ
کو بالکل اُسی طرح وحی آسمانی سمجھتے ہین جیسے کہ مسلمان اور عیسائی اپنی
مقدس کتابون کو سمجھتے ہین تاہم نانک اور اُسکے بعد کے جانشینون کی
تحریرات مین جو ارجن گرو نے جمع کی ہین کوئی بات ایسی جدید یا اصلی

× ابچل نگر کے معنی ہین کھیچ کا شہر -

نہین ہے کہ پنجابی ہندو اُن کو بھگت کبیر ایسے مقدس بزرگون کی تعلیم
سے زیادہ مانین - معلوم ایسا ہوتا ہے کہ گرو نانک نے اپنے الہایات کا
بیشتر حصہ بھگت مذکور ہی کے خیالات سے لیا ہے - آدی گرنتھ کے
مسائل اور ہندو مذہب کی تعلیم کے پرانے اور خالص طریقہ مین
تھوڑا سا اختلاف ضرور ہے - نانک خود بھی جوگی تھا اور بیشتر حصہ اپنی
عمر کا فقر مین صرف کیا تھا - اُسکے خیالات گوبند سنگھ کی طرح پولیٹکل نہ تھے
بلکہ اخلاقی تھے اُسکا مقصود یہ تھا کہ ہندو مذہب مین جو اوہام باطل
اور شرک کی وجہ سے تنزل آگیا ہے اُسکی اصلاح کرے اور اخلاق حمیدہ
کی تعلیم دے - سچ پوچھیے تو وہ پورا پورا ریفارمر تھا اور جس سکھ مذہب
کی اُس نے ہدایت کی ہے وہ باوجود آدی گرنتھ کے مبالغون کے
ایسا پاکیزہ طریقہ اور اسطرح کا علمی اور تمدنی قانون ہے کہ اُسکی جگہ
مہذب دنیا کے فلسفیانہ مذہبون مین بہت اونچی ہے -

گرو نانک کے اوصاف اور ہدایات کو غور کی نگاہ سے دیکھیے تو
اُن کا رنگ بودھ مذہب کے اُس بڑے ریفارمر سے بالکل ملتا
ہوا ہے جسکے اصلاح مذہب پر جان دینے اور جسکے طریقہ کے

عام طور پر روشن خیال ہونے کے باعث نوع انسان کے ایک چوتھائی حصہ پر بہت کچھ اثر پڑا تھا۔

گرو نانک کی تعلیم کا جزو اعظم یہ تھا کہ وہ وحدانیت کی تلقین کرتا تھا خدا کو واحد اور یکتا بتلاتا تھا۔ اسکے ایک دوہے کا ترجمہ یہ ہے کہ دو ہین دوسرا کسکو کہون ؟ اور تو کوئی ہے ہے نہین۔ سارے ہین اسی ایک بے عیب ذات کا ظہور ہے" ہندو اور مسلمان کی حجت کو بھی اس خاص مسئلہ کی بابت اس نے یون سطے کیا ہے کہ دو سمجھ لو کہ راستہ دو ہین (یعنے ایک ہندوؤن کا اور ایک مسلمانون کا) مگر خدا ایک ہی ہے" خدا کو چاہے جس نام سے مانو۔ برہما ہری رام گوبند جو چاہو سو کہو۔ وہ ادراک سے باہر ہے۔ نظر مین اسکی سمائی نہین وہ کسی سے پیدا نہین ہوا۔ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ وہی اکیلا ایسا ہے کہ اسکا وجود اصلی ہے۔ وہی سب چیزون کی اصل ہے وہی باعث کائنات ہے جس سے سارے انسان اور اسباب فطرت بنے ہین۔ اسی سے سب چیزین نکلی ہین۔ جسطرح ڈاردن نے ترقی حیوانات کے مسئلہ کی اشاعت کی اسی طرح نانک کی تعلیم

نے یہ نہین دکھلایا کہ قادر مطلق نے فطرت کو عدم سے پیدا کیا بلکہ یہ دکھلایا کہ انواع و اقسام کی صورتون مین اُسی کا نور جلوہ گر ہے۔ یہ اصول تصوف کا ہے۔ اور گرنتھ مین اعلیٰ درجہ کی وحدانیت کے ساتھ ساتھ تصوف ملا ہوا ہے۔ کہین تصوف کا زور بڑھجاتا ہے کہین وحدانیت کا۔ مگر من حیث المجموع یہ کہا جا سکتا ہے کہ گرنتھ کی تعلیم یہ ہے کہ تمام عالم کی ذی روح اور غیر ذی روح کائنات کا ماخذ ذات باری ہے کہ وہ اپنی ذات سے واحد ہے اور اُس سے الگ ہوکر کسی چیز کا کوئی وجود نہین ہو سکتا۔ فطرت کو خدا سے الگ کیجے تو وہ محض سایہ ہے سراب ہے چھلاوا ہے اور کچھ بھی نہین۔ گرنتھ کے صفحہ ۶۶۵ مین لکھا ہے:

"۱۔ وہی ایک سارے مین پھیلا ہوا ہے جہان دیکھتا ہون اُسی کو دیکھتا ہون۔ مایا کی بھولی صورت سنسار کو موہ لیتی ہے اور بہت تھوڑے ایسے ہین جو سچ کو سمجھتے ہین۔ سب کچھ گوبند ہے۔ گوبند ہی سب کچھ ہے۔ بنا گوبند اور کوئی کچھ نہین ہے۔ جیسے ایک مالا مین ستر ہزار دانے ہوتے ہین ویسے ہی ایشور لنبائی چوڑائی سب مین ہے۔

۲۔ پانی کی لہر اور جھاگ اور بلبلا پانی سے الگ نہین ہوتے یہ سنسار پر ب برہمہ کا کھیل ہے وہ دوسرا نہین ہو جاتا۔"

گرنتھ کا وحدانیت کا رنگ یہ تبلاتا ہے کہ ایشور اُن مخلوقات سے بالکل الگ ہے جو اُس نے خلق کی ہین اور جو خود اُسکی ذات سے وجود مین آئی ہین۔ اور اُس پر مایا کا کوئی اثر نہین پڑتا اور بالکل اُس سے مبرّا ہے جسطرح کنول کا پھول جس تالاب مین پھولتا ہے اُس سے بالکل الگ رہتا ہے۔ شرک جو بُت پرستی کی صورت مین نمودار ہے اُسکی گرنتھ مین بہت بُرائی کی گئی ہے۔ مگر ویسے صریحی طور پر گرونانک نے اپنی تعلیم مین ایک سے زیادہ خدا کے ماننے کی ممانعت نہین کی اور ہندوؤن کے اُن بیشمار دیوتاؤن کا ماننا جائز رکھا ہے جو پرمیشور سے کہین کم درجہ کے ہین اور مثل اور مخلوقات کے اُس سے پیدا ہوئے ہین۔ نانک کی تعلیم یہ تھی کہ سعی انسانی کا بڑا مقصد یہ ہے کہ آواگون سے چھوٹ جاے کیونکہ ہندو اور سکھ دونون کو اسی کا بڑا خوف ہوتا تھا۔

ہندو مذہب کا اصول یہ ہے کہ دنیا کے جتنے کام ہین اچھے

یا برے اُن کے ساتھ ہی ساتھ اُنکی جزا و سزا بھی مقرر ہے - جو بالکل
نیک رہے ہین وہ سرگ مین جاتے ہین اور جب تک اپنی نیکی کا پورا
پورا پھل نہین پا لیتے وہین رہتے ہین - پھر یہ مہاتما دنیا مین آتے ہین
اور بہت اچھی حالت کے آدمی کی صورت مین جنم لیتے ہین - اسیطرح
بارہا آواگون ہوتا رہتا ہے اور جیسے کرم ہوتے ہین آگے چل کر ویسے ہی
پھل ملتے ہین - اگر برے کامون اور گناہون مین زندگی بسر کی ہے تو
نرک مین ڈال دیے جاتے ہین اور وہان عرصہ تک سزا پانے کے
بعد پھر کسی جانور کی شکل مین پیدا ہوتے ہین اور جیسے ہی زیادہ خراب
قسم کے گناہون کے مرتکب ہوسے ہوتے ہین اُسی درجہ کے ذلیل
طبقہ کے جانورون کی صورت مین جنم لیتے ہین - بیشمار آواگون کے بعد
پھر وہ آدمی بن جاتا ہے اور رفتہ رفتہ نیک کرداری کی بدولت اپنے
پچھلے گناہون کے اثر کو دور کر سکتا ہے - علاوہ اسکے گرنتھ کی تعلیم یہ
بھی ہے کہ انسان اپنے افعال مین مجبور ہے کیونکہ جو کچھ مقدر ہے وہ
پہلے سے مقرر ہو چکا ہے اور اُسکی پیشانی پر لکھا ہوا ہے - یہ بالکل
صاف ظاہر ہے کہ اختیار تام کو نہین دیا گیا ہے - اور پھیر جاہے

انسان کی روح کتنی ہی نیک کامون کی طرف کیون نہ مائل ہو مایا برابر
اُسکے ساتھ لگی ہوئی ہے اور ضرور اُسکو گمراہ کر کے رہیگی ۔ نیک خواہش
اور جہالت تین باتین ہین ۔ اُنمین سے ایک ہر انسانی روح مین بڑھی
ہوئی ہوگی اور جس حساب سے اُنمین سے کسی بات کا زور زیادہ ہوگا
اُسی تناسب سے اُسکی اس دنیا اور آئندہ آنے والی دنیا کی تقدیر کا
فیصلہ ہوگا ۔

اُس آواگون سے چھوٹ جانے کی طمع جسکا ہمیشہ کھٹکا لگا رہتا ہے
بڑی زبردست ترغیب تھی جس سے اس نئے مذہب کو استحکام ہوا او
معتقدین کو التفات پیدا ہوا ۔ جسطرح اس بات کے مان لیے جانے
سے کہ دوزخ اور بہشت کی کنجیان سینٹ پیٹر کے قبضہ مین ہین چرچ
آف روم کو بہت قوت پہونچی تھی اور عوام الناس کے قلوب پر تسخیر
کا اثر پڑا تھا اسی طرح گرو کے آواگون سے چھڑا دینے کے اختیار
نے سکھ مذہب کی طرف لوگون کا میلان بہت بڑھا دیا تھا ضلع
فیروز پور کے ریگستانون مین جہان گوبند سنگھ نے شاہی فوج سے
لڑکر شکست پائی گرو مذکور نے وعدہ کیا تھا کہ جو شخص لڑائی مین کام

آسکے گا وہ آواگون سے چھوٹ جائیگا یعنے مکٹ ہو جائے گا -
چنانچہ اس نجات کی یادگار مین مقام مذکور پر ایک شہر آباد ہوا اور ایک
تالاب تعمیر کیا گیا کہ وہ اب مکتسر کے نام سے مشہور ہے اور بڑی
تیرتھ کی جگہہ سمجھا جاتا ہے -

آواگون کی عام تقدیر سے نجات پانا اور پرمیشور سے واصل ہو جانا
اسطرح پر حاصل ہوتا ہے کہ ہر ہی کا نام بھجا جائے اور یہ نام وہی
لوگ بھج سکتے ہین جو صحیح طریقہ سے مذہب مین داخل ہوئے ہون
اور جنکو گرو نے اُسکا پاک نام بھجنے کے صحیح طریقہ کے راز سے ماہر
کر دیا ہو - اور کیلو نیزم کے "پکے" طریقہ کے مطابق گرو کی طرف سے
یہ طریقہ اُن ہی منتخب لوگون کو بتلایا جاتا تھا جنکی لوح تقدیر پر نجات کا
حکم پہلے سے تحریر ہوتا تھا - یہ تقدیری اصول برقرار نہین رہا - اسکی
وجہ صاف ظاہر ہے کہ جب یہ سمجھ لیا جاتا کہ گرو تقدیر کے بارسے
اپنے چیلون کو آزاد نہین کر سکتا تو خواہ مخواہ اُسکے اختیار مین کمی آجاتی
عام طور سے یہ تعلیم دی جانے لگی کہ مذہبی ریاضتون سے اور گرو
کی تعلیم کے فیضان سے دل خواہ مخواہ اِتقا کی طرف مائل ہوگا اور

اسطرح ایسا اختیار حاصل ہوجائے گا جواس تقدیر کو باطل کرسکے جو
انسانی ارادہ پر غالب ہے - یہ اصول خود ہی متناقض تھا - مگر یہی حال
کیلونیزم والے طریقہ کا بھی ہے جس مین جبر واختیار کے مسئلہ کا تناقض
واقع ہوتا ہے اس اصول سے محض اس حسرت انسانی کا اظہار ہوتا تھا
کہ کسیطرح اُس مجبوری سے بچ سکے جو نظام عالم کا جزو تھی اور سارے
بنی نوع انسان پر حاوی تھی -

سب سے بڑا اصول گرنتھ کا یہ ہے کہ گرو کی تعظیم اور اطاعت کرو
اور بزرگان دین کی عزت اور پرستش کرو طہارت اور خیرات اور حیوانی
غذا سے پرہیز کرنے کی سخت تاکید ہے - اور اخلاقی اصول کے لحاظ
سے غیبت زنا غصہ طمع خودغرضی - اور عہد شکنی کی بالخصوص ممانعت
آئی ہے - نانک کی یہ بھی تعلیم ہے کہ بڑی عزت کی بات یہی ہے کہ آدمی
گھر بار والا ہو اور اپنے گھر کا کرتا ہو اور دنیا کے کاروبار مین لگا رہے
گرو موصوف نے اس خیال کی سخت مخالفت کی ہے کہ فقیرانہ زندگی سے
کوئی خاص خوبی حاصل ہوجاتی ہے - سچا مذہب اسکو نہین کہتے کہ
ظاہری ارکانون کی پابندی کیجے اور مذہب کے حلقہ مین داخل ہوجائیے

وہ تو دل کی حالت سے متعلق ہے۔ پس روحانی باتون کا دھیان
روزمرہ کے دنیا کے کامون کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے پھر اسکی کیا
ضرورت ہے کہ جنگل ہی مین جاکر یا مٹھ ہی مین بیٹھ کر دھیان کیا جائے
اسمین شک نہین کہ بعض فقیری فرقون کے سکھ جینین اواسیون اور
اکالیون کی تعداد سب سے بڑھی ہوی ہے آگے چل کر گرو نانک کی
تعلیم سے منحرف ہو گئے۔ مگر یہ لوگ برابر کسی قدر خلاف شرع چلنے والے
سمجھے جاتے ہین۔ وہ سکھ مذہب جسکی نانک اور گوبند سنگھ دونون نے
تعلیم کی ہے ہر طرح سے دنیا داری کی زندگی کے واسطے موزون ہے
باوجودیکہ آدی گرنتھ برہمنون کے خلاف ہے اور اُنکے دعوون سے
بالکل انکار کیا ہے تاہم نانک نے صریحی طور پر اس ذات کے اٹھا دینے
کا حکم نہین دیا۔ مگر اُسکی تعلیم سب کے واسطے تھی اور وہ ہر درجہ کے
لوگون کو بغیر کسی امتیاز کے چیلہ بنا لیتا تھا نانک کے جانشینون مین بھی
نانک ہی کا طریقہ جاری رہا اور کوئی تبدیلی مذہبی یا تمدنی گرو گوبند سنگھ کے
زمانہ تک نہین ہوئی۔ گرو گوبند سنگھ کی تعلیم اور کتابی احکام جاری ہونیکے
زمانہ سے سکھ مذہب کا رنگ بدلا اور نانک کے رنگ سے بڑھتا ہوا رنگ

چڑھا اور اسی رنگ نے اس مذہب والون کو آگے چل کر ایک جنگی
قوم بنا دیا۔

جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے گوبند سنگھ کا رجحان مشرکانہ خیالات کی
جانب بہ نسبت گرونانک کے تصوف کے پاکیزہ خیالات کے زیادہ
تھا۔ تاہم اُس وقت تک اُس نے اپنے بڑے متقدم کے اصولون
پر حملہ کرنا نہین چاہا یا۔ مناسب نہین سمجھا کہ انندپور کے سوڈھیون نے
ازراہ طنز اُس سے یہ کہا کہ تم اپنی نئی کتاب مقدس خود ہی کیون نہین
بنا لیتے۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ سکھون کی طاقت کو مستحکم کر دے اور سکھون
کو ہندوؤن سے بالکل الگ کر دے تاکہ اسلام کے مقابلہ مین پورے
زور کے ساتھ اُن سے کام لے سکے۔ چنانچہ اُس نے پہلی تدبیر یہ کی کہ
ذاتون کی تفریق کو بالکل موقوف کر دیا کہ اسی پر برہمن مذہب کا دارمدار
ہے اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ مذہب مذکور کے پرومہت سب اُسکے
دشمن ہوگئے اور سب اونچی ذات والے اُسکو حقارت اور شبہ کی نظرون
سے دیکھنے لگے کیونکہ اُن کے ہمیشہ کے حقوق مین اُن لوگون کے
سکھ فرقہ مین داخل ہو جانے سے جن سے اُنکو کمال نفرت تھی بہت

کمی آگئی اور بالکل تلف ہوگئی۔ نانک کے طریقہ مین یہی بڑا نقص تھا جسکی وجہ سے اونچی ذات والے ہندو سکھ مذہب کو اختیار نہین کرتے تھے مگر نانک نے اس پر ایسا زور نہین دیا تھا جیسا کہ گوبند سنگھ کے زمانہ مین دیا گیا۔

گوبند سنگھ کے اور احکام کو جو اُس نے اِس غرض سے جاری کیے تھے کہ اُسکے چیلے عام ہندؤون سے ممتاز رہین زیادہ طوالت کے ساتھ لکھنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی۔ یہ احکام زیادہ تر لباس اور خوراک اور عبادت سے متعلق تھے۔ سکھون کو نیلے کپڑے پہننے کا حکم تھا۔ اب عرصہ سے یہ دستور اُٹھ گیا ہے۔ البتہ اکالی اب تک اسی رنگ کا لباس پہنے جاتے ہین۔ یہ بھی حکم تھا کہ ہر شخص تلوار باندھے اور اسکے علاوہ پانچ چیزین ہر وقت اپنے ساتھ رکھے۔ ان پانچون چیزون کے پنجابی نام حرف کاف سے شروع ہوتے ہین۔ کیس یعنے سر کے بال اور داڑھی (کبھی تراشی نہ جائین)۔ کھانڈا یعنے پیش قبض۔ کنگھا (چوبی)۔ کڑا (آہنی)۔ کچھ یعنے گھٹنون تک کی تہمت۔ کچھ اس غرض سے باندھی جاتی تھی کہ ہندوؤن سے تفریق

ہو سکے کہ وہ دھوتی باندھتے تھے - اسکے علاوہ تمباکو پینے کی سخت
ممانعت تھی کہ اُس زمانہ مین ہندؤون مین اسکا عام رواج تھا -
اس ممانعت کے نافذ کرنے مین بہت دقت ہوئی ہوگی اور بجاے
نفع کے اس سے اُلٹا نقصان ہوا - بہت سے سکھ افیون کھانے
لگے ہین اور گانجہ بھی پیتے ہین حالانکہ گانجہ تمباکو سے کہین زیادہ
مضر ہے - اسی ممانعت سے یہی نتیجہ وسطی ایشیا کے پرجوش مسلمانون
کے حق مین ہوا ہے -

دختر کشی کی ممانعت ہو گئی تھی - جو لوگ اپنی بیٹیون کو مار ڈالتے
تھے اُن پر تہمت لگائی جاتی تھی - گوبند سنگھ کے زمانہ مین اور نیز اُس
زمانہ تک کہ پنجاب کی ضبطی عمل مین آئی دختر کشی کا رواج بڑے زور
شور سے تھا - خصوصًا اونچی ذاتون (مثلًا راجپوت) مین کہ اُنکو
بیٹیون کے بیاہنے مین بڑی دقت پڑتی تھی - مثال چاہیے ہو تو
دور کیون جائیے اُسی راجپوت گھرانے مین جس کے مہاراجہ
گلاب سنگھ والی جمون ہین یہ دستور جاری تھا اور کبھی اسکے خلاف
ہوا ہی نہین - اس گھرانے سے ۱۸۷۱ء سے پہلے کوئی بیٹی نہین

بیاہی گئی۔ سمہ مذکور مین البتہ مہاراجہ کی پوتی کی شادی بڑی دھوم دھام سے جبس وال کے قدیم گھرانے کے بیٹے سے ہوئی۔ باوجود گوبند کی ممانعت کے سکھون مین یہ دستور مدت تک جاری رہا۔ اور آج کل کے زمانہ مین بھی یہ شبہہ کیا جاتا ہے کہ پنجاب کے بعض حصون مین اور خصوصًا قدیم سکھ گھرانون مین یہ دستور برابر جاری ہے مگر عام طور سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ حکومت انگریزی کی وجہ سے یہ بدنام کرنیوالا بزدلی کا جرم اب سارے پنجاب سے اُٹھ گیا ہے اسکی بھی ممانعت تھی کہ بیٹی یا بہن کی شادی کر کے روپیہ لیا جائے مگر اس ممانعت کی اکثر خلاف ورزی ہوتی تھی۔

جو جانور معمولی طریقہ سے ذبح کیے جاتے تھے اُن کا گوشت سکھون کے واسطے حرام تھا۔ اُن ہی جانورون کا گوشت کھانیکا حکم تھا جن کا سر تلوار کے ایک ہاتھ مین الگ کر دیا گیا ہو۔ گرنتھ مین بکرے کا گوشت کھانے کی کوئی خاص ممانعت نہین ہے۔ مگر پرانا اعتقاد بہت زبردست تھا وہ دلون سے نہین نکلا۔ گائے کو سکھ لوگ بھی ایسا ہی متبرک جانور سمجھتے ہین جیسا کہ معمولی ہندو

سرحدی لڑائیون مین مغلوب مسلمان اپنے فاتحون کے قدمون پر گر پڑتے تھے اور گھاس کا پولہ مُنہ مین لے کر رحم کے خواستگار ہوتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ "مین تمہاری گاے ہون"۔ مسلمان لوگ خاص طور سے ملعون سمجھے جاتے تھے۔ سکھون کو ٹوپی پہننے کی جو ممانعت ہے وہ اسی وجہ سے ہے کہ مسلمانون سے لباس مین بھی مشابہت نہ ہونے پاے۔ اِن دشمنان مذہب سے جنگ کرنے کی سخت تاکید ہے اور ان کے ساتھ رحم کرنا جائز نہین ہے۔ خلاف شرع چلنے والے سکھ اور جین اور جوگی لوگ بھی ملعون قرار دے دیے گئے تھے۔

اور بھی بہت سے اوامر و نواہی ہین۔ ایک بہت بڑا حکم یہ ہے کہ گرنتھ کی بلا ناغہ تلاوت کی جائے۔ مگر اس حکم کی تعمیل اس وجہ سے ناممکن تھی کہ سکھ لوگ عموماً ناخواندہ تھے۔ مجبوری کو اسی پر قناعت کرتے تھے کہ کبھی کبھی بہت سے آدمی جمع ہو کر گرنتھیون سے گرنتھ سُن لیتے تھے یا جو حصے حفظ کر رکھے تھے اُنکو پڑھ لیا کرتے تھے۔

گوبند سنگھ کے احکام کی اشاعت کے بعد سکھ مذہب کے طریقہ

مین تبدیلی نہین ہوئی - مگر جیسا کہ ہم کہین اور بھی ذکر کر چکے ہین اس
طریقہ کی پابندی مین برابر غفلت بڑھتی چلی گئی یہان تک کہ حال کے
زمانہ مین ایک نیا فرقہ ریفارمرون کا پیدا ہوگیا کہ اُس کا بانی راولپنڈی
کا ایک اُواسی فقیر تھا رام سنگھ نام لودھیانہ کا ایک بڑھئی اُسکا
خلیفہ ہوا اور اُس نے بہت زور پکڑا اور بہت سے پرجوش معتقدون
کی جماعت کھڑی کرلی - یہ لوگ کوکا کے نام سے مشہور ہین - اِنکے
لباس کی وضع خاص تھی اور پولٹیکل گروہ ہونے کی حیثیت سے
اپنی پوشیدہ اصطلاحین بھی خاص کر رکھی تھین -

اصل مین یہ تحریک مذہبی تھی اور کوشش یہ تھی کہ سکھون کے
طریقہ کی اصلاح کیجائے اور پھر اُسکی وہی حالت کردی جائے
جو گوبند سنگھ کے زمانہ مین تھی - جب اس فرقہ کی تعداد بڑھی تو
ساتھ ہی ساتھ حوصلہ مین بھی ترقی ہوئی یہانتک کہ آخر کار خالصہ
کے از سر نو زندہ کرنے اور انگریزی راج کے اُٹھا دینے کے
وعظ دیے جانے لگے - اس زمانہ مین مین پنجاب گورنمنٹ
کا چیف سکرٹری تھا - کوکا لوگون کی کارروائیون سے بہت

تشویش اور انتشار پیدا ہو گیا تھا۔ تاہم باوجود انکی فتنہ انگیز تعلیم کے اُن کے ساتھ کوئی مزاحمت نہین کی گئی۔ حتی کہ اُنھون نے کھلم کھلا بغاوت شروع کردی اور لدھیانہ کے قریب اسلامی شہر مالیر کوٹلہ پر حملہ کیا۔ یہ بغاوت بڑی سختی کے ساتھ فرو کی گئی تقریباً پچاس باغی سرسری تحقیقات کے بعد توپون سے اُڑا دیے گیے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ایک ہی رات مین پنجاب کے مختلف اضلاع سے کوکا لوگون کے سرغنہ سب کے سب گرفتار کر لیے گئے اور بڑے بڑے تورنگون بھیجدیے گئے اور عدن پہونچا دیے گئے اور چھوٹے چھوٹے پنجاب کے جیلخانون مین قید کر دیے گئے۔ حکام قسمت انبالہ کی اس کارروائی کو کہ اُنھون نے باغیون کو توپون سے اُڑا دیا گورنمنٹ پنجاب و گورنمنٹ عالیہ نے ناپسند فرمایا کہ یہ انسداد اس بغاوت کا بہت جابرانہ تھا۔ مگر اُن کی یہ کارروائی نیک نیتی پر مبنی سمجھی گئی کیونکہ بغاوت کو سب سے تیز اور پورے طور پر رفع کر دینے والے طریقہ سے فرو کرنے کی حکمت عملی کے موافق بہت کچھ کہا جا سکتا ہے بہرحال اس مین شک نہین کہ جو کارروائی

اُس وقت مین کی گئی اُس سے گورنمنٹ کے خلاف مفسدہ پردازی کرنے کا جوش بالکل ٹھنڈا ہوگیا۔ اور اگرچہ کوکا لوگ بالکل معدوم نہین ہوگئے ہین تاہم یہ فرقہ بہت بدنام ہے اور اُسکے خراب عادات واطوار کے وجہ سے عموماً سکھ لوگ اُسکو نظر حقارت سے دیکھتے ہین
معمولی باتون مین سکھ لوگ ہندو دھرم کے مطابق عمل کرتے تھے۔ مگر بعض بڑی بڑی باتون مین اور خصوصاً شادی مین ان لوگون نے اپنے رسوم اپنے طور پر بنا رکھے تھے اور وراثت پر بھی ان ہی رسوم کا اثر پڑتا تھا۔ مُسلم قاعدہ یہ تھا کہ اگر ورثا سے ذکور نہ ہون تو ترکہ بیوہ کو ملتا تھا۔ مگر پُرآشوب زمانہ مین جبکہ شمشیر ہی سے ہر نزاع کا فیصلہ ہوتا تھا اور عورتین بوجہ اپنی کمزوری کے مردون کے جبر اور طاقت سے حاصل کی ہوئی جائداد پر قابض نہین رہ سکتی تھین اس دستور کی وجہ سے بڑے بڑے فتور پیدا ہوتے تھے۔ سکھ عورتون مین بھی بعض بعض خوبیان ضرور تھین اور بعض مواقع پر اُنھون نے اپنے تیئن عقل ودانش اور انتظامی قابلیت مین مردون کا ہمسر ثابت کیا ہے اسکی نظیرین یہ ہین پٹیالہ

کی رانی اوس کنور انبالہ کی رانی دیا کنور اور مائی سدا کنور
جو عرصہ تک کنھیا فرقہ کی جماعت عظیم کی سردار رہی۔ مگر
عام طور سے یہی ہوتا تھا کہ جو ترکہ سکھ بیوہ کو ملتا تھا وہ اُسکا
آشنا اپنے ذاتی فائدہ کے کامون مین لگا دیتا تھا یہان
کہ کوئی اُس سے بھی زبردست ہوتا تھا اور وہ سب چھین
لیتا تھا۔ اس خرابی کے رفع کرنے کے واسطے وہی طریقہ
جاری کیا گیا جو قدیم زمانہ مین یہودیون نے اختیار کیا تھا
یعنے متوفی شوہر کے بھائی سے شادی کردی جاتی تھی۔ بیوہ کو
اختیار ہوتا تھا کہ جس بھائی کو چاہے پسند کرلے۔ لیکن اگر بڑا بھائی
خود شادی کرنی چاہتا تو اُسکا حق سب پر فائق ہوتا تھا۔ یہ دستور
شادی کا چادر ڈالنا کہلاتا تھا۔ کریوا (کری ہوئی) بھی کہتے تھے
کہ پنجابی زبان مین اسکے معنی ہین وہ عورت جسکی شادی ہوچکی ہو
چونکہ اصل مقصود اس طرح کی شادیون کے رواج دینے سے یہ تھا
کہ ترکہ گھر ہی مین رہے اسوجہ سے ان سے جو اولاد ہوتی تھی وہ
ویسی ہی صحیح النسب سمجھی جاتی تھی جیسی بیاہ یعنے باضابطہ شادی

کی اولاد ہوتی تھی - اور اُسکو وہی حقوق وراثت کے حاصل ہوتے
تھے - مگر رتبہ اور عزت مین اسطرح کی اولاد بیاہتا بی بی کی اولاد
کے ہمسر نہین ہوتی تھی - چادر ڈالنا شادی مین آسانی بہت تھی
خصوصًا زمانہ جنگ مین کہ باضابطہ شادی کے مراسم کا ادا کرنا
بہت دشوار ہوتا تھا یا ایسی دُلھن کے مناسب حال نہ ہوتا تھا
جو لونڈی یا قیدی ہو - اسوجہ سے اس طریقہ شادی کا رواج عام
ہوگیا اور بیوہ بھاوج کی خصوصیت بھی اُٹھ گئی - مگر ایسی صورتون
مین چونکہ وراثت کا اپنے ہی خاندان مین محدود رکھنا مقصود
ہوتا تھا اسیلیے چادر ڈالنا بی بی اور اُسکی اولاد کا زیادہ پاس نہین
کیا جاتا تھا اور معمولی آشناون سے کچھ ہی زیادہ لحاظ اُسکا کیا جاتا
تھا - اس طریقہ مین خاص مراسم کی پابندی نہ رہنے سے مشتبہ
صورتین پیدا ہونے لگین اور بہت سی لونڈیان اپنے آقاون
کی وفات پر اُس دروغ حلفی کی بدولت جو مشرقی ممالک مین
بہت عام ہے چادر ڈالنا بی بیان بن کر جائداد کی دعویدار بن
بیٹھین یہی حال مہاراجہ دلیپ سنگھ کی مان کا تھا - کہ مہاراجہ

مذکور محل کی سازشون کی بدولت مسلم وارث تخت لاہور مان لیے گئے حالانکہ انکی والدہ صرف ایک کنیز تھین۔

عام طور سے بیوہ کا یہ حق مسلم سمجھا جاتا تھا کہ اگر اُسکے شوہر کا بھائی اُس سے شادی نہ کرنا چاہے تو جسکے ساتھ چاہے شادی کرلے۔ اور ایسی بھی نظیرین ہین جنھین عورتون نے تین تین شادیان کی ہین۔ یہ عورتین تھریوا کہلاتی تھین۔

لڑکون کی وراثت کے دو طریقے تھے۔ ایک تو چادر بند کہلاتا تھا کہ وہ محض مانجھا سکھون کے واسطے تھا۔ دوسرا بھائی بند کہلاتا تھا اور مالوا سکھون کا طریقہ تھا۔ پہلے طریقہ کے مطابق جائداد بحصہ مساوی ماؤن مین تقسیم ہوتی تھی۔ دوسرے طریقہ کے مطابق بیٹون کو مساوی حصے ملتے تھے۔ مثلاً کسی شخص نے دو بیبیان چھوڑین ایک کے ایک بیٹا اور دوسری کے تین بیٹے۔ چادر بند طریقہ سے کے مطابق نصف جائداد پہلی بیوی کے اکلوتے بیٹے کو ملیگی اور اُسکے تینون سوتیلے بھائیون مین سے ہر ایک چھٹا حصہ پائے گا بھائی بند طریقہ کے مطابق چارون بیٹون مین سے ہر ایک کو چوتھائی

حصہ ملے گا۔

یہ خلاف ضابطہ دستور شادی کا اُن اونچی ذات والون مین نہین ہے جو برہمن یا کھتری سے سکھ ہوے ہون۔ وہ اپنے پُرانے ہندو دستور کے پابند رہتے ہین۔ مگر پھر بھی یہ لوگ ذات سے خارج سمجھے جاتے ہین اور جو لوگ پکّے سکھ ہین وہ سواے اُس صورت کے کہ بہت کچھ روپیہ ملے اپنی بیٹی اُن لوگون کو نہین دیتے۔ اور جب روپیہ کے لالچ سے دیدیتے ہین تو لڑکی کے کنبہ والے یہ سمجھ لیتے ہین کہ ہمارے حساب لڑکی مرگئی۔

لڑکیون کی اولاد اور لڑکیان ہر حالت مین ترکہ سے محروم رہتی ہین۔ اور اگر ایسا نہوتا تو چونکہ اس فرقہ کا طرز تمدن یہ ہے کہ لڑکیون کے سن بلوغ کو پہونچتے ہی شادی ہو جاتی ہے اسلیے جائداد اصل خاندان کے قبضہ سے نکل جایا کرتی۔

اونچے درجہ کے سردارون مین ستی یعنے بیوہ کے جل مرنے کا دستور عام تھا اور اُنکی عورتون کو ازدواج ثانی کا دعوی کرنیکا حق نہوتا تھا۔ اور متوفی کی خادمہ اور آشناؤن کو بھی اسی طریقہ کی

پابندی کرنی پڑتی تھی - مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مرنے پر اُنکی ایک ہوی مہتاب دیوی× اور تین مستورات زنانہ محل کی جو رانی کہلاتی تھین اُنکے ساتھ جلائی گئی تھین - مہاراجہ کھڑک سنگھ کی چتا پر اُسکی حسین چادر ڈالنا بی بی ایسر کنور جل کر راکھ مین مل گئی - وہ ستی ہونے پر راضی نہ تھی - کہا جاتا ہے کہ وزیر راجہ دھیان سنگھ نے اُسکو جبر کرکے جلایا - رنجیت سنگھ کے پوتے نونہال سنگھ کی دو بیویان ستی ہوئین - پنجاب مین جو سب سے آخر مین دو ستی ہوئین اُن سے ہندوون کی اس عجیب و غریب رسم کے اچھے اور بُرے دونون پہلو بہت پورے طور پر دکھائی دیتے ہین - یعنے یہ کہ ایک صورت

× مہتاب دیو راجہ سنسار چند کٹوچ کی بیٹی تھی - غالب ہے کہ وہ اپنی خوشی سے ستی ہوئی ہو کیونکہ مغرور راجپوت نسل کی عورتین - اُسکو لازمہ شرافت سمجھتی تھین کہ اپنے شوہر کے ساتھ جل کر خاک ہو جائین - جب کشمیر کے مہاراجہ صاحب حال کا بڑا چچا راجہ سچت سنگھ لاہور مین قتل ہوا تھا تو اُسکی دس بیویان اور تین سو بن بیاہی عورتین جو اُسکے زنانہ مین داخل تھین ستی ہوئی تھین - کچھ لاہور مین ہوئین - ڈیڑھ سو رام نگر مین ہوئین کہ وہان راجہ متوفی کا سر کاٹ کر لائے تھے اور باقی جموں مین یا اپنے اپنے وطن مین -

مین یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مذہب کے نام سے مظلوم عورتین سخت بیرحمی سے ساتھ قتل کی گیئین اور دوسری صورت مین یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُنھون نے اپنی مرضی سے ہنسی خوشی جان دیدی اور آگ مین جلنے کو شعار وفاداری ولازمہ جان نثاری سمجھا۔

اول الذکر ۲۲ ستمبر ۱۸۴۵ء کو وقوع مین آئی۔ جب رانی چندوہ کے بدنام اور بدکار بھائی جواہر سنگھ وزیر ریاست کی نعش قلعہ لاہور کے باہر کے میدان مین جلائی گئی۔ وزیر مذکور کو فوج نے ناراض ہوکر قتل کر ڈالا تھا کیونکہ اُسکی طرف سے یہ سچا شبہہ پیدا ہوگیا تھا کہ وہ خالصہ کے ساتھ نمکحرامی کرتا ہے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ اُسکی چار بیویان بھی اُسی کے ساتھ جلائی جائین۔ حالانکہ وہ بیچاری مظلوم عورتین منتین کرتی رہین کہ کسی طرح جان بخشی ہوجائے چتا پر جو مرقع پیش نظر ہوا وہ سخت دردناک تھا۔ فوج والے بگڑے ہوئے تو تھے ہی اُنھون نے ان بیچاریون کے زیورات اُتار لیے اور ناک سے نتھین پکڑ پکڑ کر کھینچ لین ہندو لوگ ستی ہونیوالی کو بہت مقدس سمجھتے ہین اور اُسکے آخری الفاظ کو الہامی خیال

کرتے ہین۔ راجہ دینا ناتھ جورانی کی طرف سے سرکاری طور پر مامور تھے اور بہت سے لوگ ان مصیبت کی ماری عورتون کے پاؤن پر گرے اور کہا کہ ہمارے حق مین دعا کیجے۔ ستیون نے راجہ مذکور اور مہاراجہ کو دعا دی مگر خالصہ کی فوج کو سراپ دیا۔ جب اُن سے پوچھا گیا کہ پنجاب کا کیا حال ہوگا تو اُنھون نے جواب دیا کہ اسی سال اس ملک کی خودمختاری جاتی رہیگی۔ خالصہ پر زوال آجائے گا اور فوج کے جوانون کی عورتین رانڈ ہوجائین گے۔ پھر یہ عورتین زبردستی جلتے ہوے شعلون مین ڈھکیل دی گیئن مگر انکی پیشین گوئی صادق آئی۔ اور اُنکی بد دعا کا پورا پورا اثر ہوا۔

دوسری ستی سکھون کے سبب سے زیادہ نجیب و شریف سردار شام سنگھ اٹاری والے کی بیوی کی تھی۔ سردار مذکور سبراؤن مین قتل ہوا۔ وہ انگریزون سے لڑائی کرنے سے دست بردار ہوچکا تھا کیونکہ وہ خوب سمجھتا تھا کہ اس کا انجام کیا ہونا ہے۔ تاہم اُس نے ٹھان لی تھی کہ خالصہ کی طرف سے لڑونگا ضرور۔ چنانچہ سبراؤن مین جس دن حادثہ پیش آیا اُسی کی رات کو گرنتھ

ہاتھ مین لیکر قسم کھائی کہ میدان سے ہار کر واپس نہ آونگا۔ صبح کو
سفید کپڑے پہنے اور اپنی سفید گھوڑی پر سوار ہو کر اپنے جوانون
کو مخاطب کر کے بہت کہا کہ بھائیو خالصہ کے وفادار خادم ہو
تو سمجھ لو کہ مغلوب ہونے سے مرجانا بہتر ہے۔ لڑائی کے پہلے
حصہ مین سردار مذکور ہر جگہ پونچھتا تھا اور سکھون سے کہتا تھا کہ
بہادری کے ساتھ لڑے جاؤ۔ آخر جب اُس نے دیکھا کہ میدان
ہاتھ سے جا ہی چکا ہے تو اُس نے پچاسوین رجمنٹ کی طرف
اپنی گھوڑی کو مہمیز کیا اور تلوار ہلاتا ہوا بڑھا اور اپنے جوانون سے
پکار کر کہا کہ میرے ساتھ آو۔ کوئی پچاس آدمی اُسکے ساتھ ہوئے
مگر وہ بھی ستلج کی طرف بھگا دیے گئے اور شام سنگھ سات گولیان
کھا کر اپنے گھوڑے سے مر کر گرا۔ لڑائی کے بعد اُسکے نوکرون نے
اُسکی نعش کے ڈھونڈھنے کی اجازت مانگی۔ یہ بڈھا سردار جو اپنی
سفید پوشاک اور لمبی سفید داڑھی کی وجہ سے ممتاز تھا اُس مقام
پر پڑا ہوا ملا جہان کشتون کے سب سے زیادہ ڈھیر لگے ہوئے
تھے۔ اُسکے نوکرون نے ایک ٹھاٹھر بنا کر لاشہ اُس پر رکھا اور

تیر کر ستلج اترے۔ مگر لاش اٹاری مین تیسرے دن پہونچی۔ سردار مذکور کی بیوہ جانتی تھی کہ سردار یہ ٹھان کر گیا ہے کہ ہارنے کے بعد زندہ نہ رہونگا چنانچہ وہ پہلے ہی سے اُن کپڑون کے ساتھ جل کر خاک ہو چکے تھے جو سردار شام سنگھ نے اپنی شادی کے دن پہنے تھے۔ پنجاب کی یہ آخری ستی تھی اٹاری کی فصیل کے باہر ایک ستون ہنوز اس مقام کی یادگار مین موجود ہے جہان یہ قابل یادگار واقعہ ظہور مین آیا تھا۔

حرامی لڑکون کو ترکہ نہین ملتا تھا۔ مگر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اُس غیر مہذب زمانہ مین اکثر وہی قانون ہوتا تھا جو سب سے زیادہ ذی اختیار شخص کی مرضی کے مطابق ہو۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ حرامی لڑکے اُس مرتبہ کو پہونچ جاتے تھے جسکے وہ مستحق نہ ہوتے تھے علاوہ اُسکے چونکہ محض عورت پر چادر ڈال دینے سے اُسکو بیوی کے پورے حقوق حاصل ہو جاتے تھے اسوجہ سے حرامی حلالی کی تمیز بہت مشکل تھی۔ پھر حرامیون مین بھی کئی درجے تھے۔ اور جائز اور ناجائز اشنائیون مین امتیاز رکھا گیا تھا۔ معمولی لونڈی سے

جو بیٹیا ہو وہ اُس معزز گھرانے کی لڑکی کے بیٹے سے ہمسری نہین کر سکتا تھا جو دولھن کے دولہ کے ساتھ سردار کے گھر آئے ہو۔ یکجدیون کی وراثت کے دستور کسی قدر مختلف تھے مگر عام قاعدہ اسکے خلاف تھا۔ چنانچہ کریوا شادی کے بموجب جو شخص اپنے متوفی بھائی کی بیوہ سے شادی کر لیتا تھا اُسکو وہ حقوق وراثت حاصل ہو جاتے تھے جو بغیر اس شادی کے حاصل نہ ہو سکتے تھے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے یکجدیون کے حقوق بالکل نہین مانے اور جب متوفی کے ذاتی وارث نہ ہوے تو ہمیشہ جائداد متوفی کا خود دعودار ہوا۔ مگر عموماً یہی طریقہ رکھا کہ نذرانہ کے نام سے ایک معقول جرمانہ لیکر جائداد کسی قریب کے رشتہ دار کے حوالہ کر دی۔ این روے ستلج کی ریاستین جو انگریزون کی زیر حمایت تھین اُنہین جو دستور انگریزون نے رکھا تھا وہ بھی اس سے بہت مشابہ تھا اور اُسکی وجہ بھی اس سے کہین زیادہ معقول تھین۔ کیونکہ بہ نسبت مانجھا سکھون کے کہ وہ اپنی اراضیات کے فاتح اور خود مختار قابض تھے مالوا سکھ سلطنت دہلی کے بہت زیادہ تابع حکومت تھے۔

اور رنجیت سنگھ صرف قزاق سردارون مین سب سے بڑا سردار تھا۔
اس قاعدہ کے بموجب دولت برطانیہ بہت سی بڑی بڑی ریاستون
(مثلاً بوریا۔ انبالہ۔ تھانیسر۔ ویا لگڈھ۔ رڈور۔ مصطفےٰ آباد۔ فیروزپور
کیتھل) کی مالک ہوگئی سنہ ۱۸۶۰ء کے بعد دولت مذکور نے اپنی
حکمت عملی بدل دی اور سب بڑے بڑے سردارون کو یہ اختیار
دیدیا کہ کسی کو متبنیٰ کر لیا کرین۔ یعنی یون سمجھے کہ عملی طور سے ہمیشہ
کے واسطے ضبطی کے حق سے دست برداری کرلی۔ اسمین تو کلام
نہین ہے کہ یہ حکمت عملی بہت دانشمندی کی تھی اور اسی کا نتیجہ
یہ ہوا کہ گورنمنٹ کے تعلقات دیسی ریاستون کے ساتھ بہت زیادہ
مستحکم ہوگئے البتہ اس اعتراض کی گنجائش ہے کہ یہ حکمت عملی عام
رکھی گئی اور بہت فیاضی کے ساتھ اس پر عمل کیا گیا شاید زیادہ
سمجھداری کی بات یہ ہوتی کہ ایک میعاد معین کے واسطے متبنیٰ کرنیکا
اختیار بطور صلہ خدمات سرکار کے دیا جاتا۔ اور پھر ہر حالت کے
متعلق واقعات پر غور کرکے جیسا مناسب ہوتا یہ اختیار بحال
رکھا جاتا یا لے لیا جاتا۔ حالت موجودہ مین لارڈ کیننگ کے

متبنی کرینکے اختیار کے عام طور پر عطا کر دینے کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ گورنمنٹ ایسی سرکار ہو گئی ہے کہ مستحق اور غیر مستحق سب کے ساتھ یکسان مراعات کرتی ہے اور اب نہ یہ اُسکے اختیار مین ہے کہ اطاعت اور وفاداری کا صلہ معقول عطا کرے اور نہ یہ امکان مین ہے کہ نمکحرامی کی پاداش مین ایسی سزا دے جس سے اور لوگ بھی متاثر ہون

چوتھا باب

رنجیت سنگھ کی ولادت کے وقت پنجاب کی کیا حالت تھی

گرو بند سنگھ نے اپنے چیلون کو خبر کردی تھی کہ ہم ہی آخری پیغمبر ہین۔جس وقت گرو ند کور نے وفات پائی ہے سکھون کو مغرور اور جنگ آزما اور حوصلہ مند فاتح اور مالک بنا دینے اور مسلمانون کی طرف سے اُنکے دلون مین سخت نفرت پیدا کر دینے کا کام پورا ہو چکا تھا۔خالصہ جو پورے طور پر مسلح ہو چکی تھی اور فتحیابی کے واسطے طیار تھی اسی بڑے گرو کے دماغ سے اُسی طرح پیدا ہوئی تھی جیسے منروا جوپٹر کے سر سے نکلی تھی۔مگر اس وقت تک یہ شمشیر بکف ہمرا ہ کرنے والے منتخب لوگ صرف انتظام اور جنگی جوش اور ایک مذہب کے پیرو ہونیکے باعث طاقتور تھے

انکی تعداد اُنکے بیشمار دشمنون سے مقابلہ مین کہین کم تھی۔ یہ لوگ
اپنے اُن ظلم کرنے والون کے مقابلہ مین کہین غریب اور گمنام
تھے جن کے ہاتھون مین سارے ہندوستان کے محاصل آتے
تھے۔ محض اپنے مذہب اور اپنی دلی بہادری اور شمشیر پر بھروسہ
کرکے یہ لوگ اس سلطنت مغلیہ سے جان پر کھیل کر لڑے جس
کی آمدنی شہنشاہ اورنگ زیب کے زمانہ مین اسی لاکھ پونڈ یعنے
اُس آمدنی کی دوچند تھی جو برٹش گورنمنٹ کو اُس زمانہ سے کہین
بڑھی ہوئی مردم شماری سے آجکل وصول ہوتی ہے۔ سکھون
کو اپنی خوش قسمتی سے بادشاہ کے تعصب سے بڑی مدد ملی کیونکہ
اسکی وجہ سے ہر ایک باجگزار ہندو ریاست مین تخت دہلی کے
دشمن پیدا ہوگئے اور آخر کار اس عظیم الشان سلطنت کو بالکل
خاک مین ملادیا۔ ایسی سلطنتین جنکی بنیاد محض شخصی اوصاف پر
ہو کبھی استوار نہین ہوتین۔ دانشمندی اور بیغرضی اور نیکی کے
پھل ظلم کی خاردار جھاڑیون مین نہین لگتے۔ جب قسمت کی تقسیم
مناسب انداز سے نہین ہوتی تو زیادہ تر قرینہ اسی بات کا ہوتا ہے

کہ جاہل بدکار ظالم اور جوش مذہبی سے دیوانہ بادشاہ پیدا ہون۔
اگر یہ ممکن ہوتا کہ برابر اکبرہی کے سے بڑے بادشاہ پیدا ہون کہ
وہ بحیثیت مجموعی شاید اُن سب بادشاہون سے زیادہ ہوشیار
اور یہہ صفت موصوف تھا جنکا ذکر ہمکو تاریخ مین ملتا ہے تو آج
کے دن بھی سلطنت مغلیہ ہی کا دور دورہ ہوتا اور انگریزی تاجرا تبک
عاجزی کے ساتھ دہلی مین تخت طاؤس کے سامنے مراعات
شاہانہ کے خواستگار نظر آتے۔ لیکن اُس شہنشاہ اورنگ زیب
کے تعصب نے جسکی زندگی کے دامن پر سوا ے غلو مذہبی کے
اور کوئی دھبہ نہین ہے اور جسکی ذات مین اور بہت سی خوبیان
بھی تھین سلطنت مغلیہ کے زوال مین اُن فضولیون اور بدچلنیون
سے بھی کہین زیادہ مدد دی جو اُس سے پہلے اور اُسکے بعد کے
بادشاہون سے ظہور مین آئین۔

سکھون کے حق مین اُسکی ایذا رسانیون کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے
مذہب مین اور زیادہ پکّے ہو گئے اور موت اور ایذا کی دھمکیون
سے ایک بھی نیا معتقد حلقۂ اسلام مین داخل نہ ہوا۔ جیسا کہ ہمیشہ

ہوتا آیا ہے شہیدون کے خون سے مذہب کی بنیاد جم گئی اورنگزیب مین اتنی طاقت کہان تھی کہ اس بنیاد کو بالکل اُکھاڑ ڈالتا البتہ یہ ہوا کہ جو نئے مرید اس مذہب مین داخل ہون اُنکا جوش بڑھتا گیا اور سکھون کے دلون مین مسلمانون کی طرف سے وہ عداوت قائم ہوگئی جسکی چنگاریان اب تک موجود ہین اور اگر آج سرکار انگریزی کا دباؤ اُٹھ جاے تو اِن ہی چنگاریون سے شعلے بھڑکنے لگین - دہلی اُس آگ کے بھڑکنے کا تماشہ دیکھ چکی ہے - اور شمال و مغرب کے افغان بھی اسکی سیر دیکھ چکے ہین - اور اگر کبھی وسطی ایشیا کے غازیون کے دل مین یہ خیال خام آیا کہ پھر ہندوستان مین چل کر لوٹ مار مچائین تو اس آگ کے شعلے آسمان کی خبر لائین -

گرو گوبند سنگھ کی وفات کے بعد سے رنجیت سنگھ کی ولادت تک کے زمانہ کی سکھون کی تاریخ بہت مختصر طور پر لکھی جائیگی - اس کی زیادہ تر وجہ یہ ہے کہ ہم سکھون کی اصلیت اور اُن کے مذہب کا حال اوپر لکھ آئے ہین اور اُس سے آسانی سے سمجھ مین آجائیگا

کہ جن لوگون پر اس بڑے مہاراجہ نے فرمانروائی کی وہ کس قماش کے آدمی تھے اور جس اصول مذہبی کا وہ حامی ہوا اُس کا رنگ کیا تھا اس بہتر برس یعنے ۱۷۰۸ء سے ۱۷۸۰ء تک کے تاریخی حالات کے تحریری تذکرے جہان تک کہ مانجھا سکھون سے متعلق ہین بہت ناکافی اور غیر مستند ہین۔ جنوب والے سکھون کے حالات زیادہ معلوم ہوتے ہین۔ مسلمانی تصانیف البتہ بہت سے دلچسپ مضامین سے بھری ہوئی ہین اور نادر شاہ اور احمد شاہ کے حملون اور سلطنت مغلیہ کے رفتہ رفتہ زوال مین آنے اور ٹوٹنے اور اُسکے سپہ سالارون اور حاکمون کے بادشاہون سے منحرف ہوکر خودمختار بن بیٹھنے کے حالات بہت تفصیل کے ساتھ لکھے ہین۔

گوبند سنگھ کا جنگی جانشین بندہ تھا۔ اُس نے اورنگ زیب کے بعد کے تین بادشاہون کے زمانہ مین بڑی ہمت کا اظہار کیا اور کسی قدر جنگی قابلیت کے بھی جوہر دکھلائے۔ کئی دفعہ شاہی فوجون کو شکست دی اور باری کے دوآبہ کے ملک کو تاخت وتاراج کیا۔ حتی کہ ۱۷۱۶ء مین مع کئی ہزار ہمراہیون کے قید ہوگیا

اور دہلی پہونچایا گیا - وہان پہنے تو اُس کو زبردستی اپنے ہاتھون
سے اپنے بیٹے کو قتل کرنا پڑا پھر طرح طرح کی ایذاؤن کے ساتھ
خود قتل کیا گیا - اس سخت شکست کے بعد نادر شاہ کے حملہ تک
سکھون کے حالات بہت کم سننے مین آئے - شاہ مذکور نے جو
آسانی سے دہلی فتح کر لی اور شہر مین لوٹ مار کا بازار گرم کیا تو دولت
مغلیہ اسقدر کمزور ہو گئی کہ سکھون کی پھر ہمت بندھ گئی اور لڑائی کی
طیاری کرنے لگے - اُنکے نزدیک سب مسلمان کیا ایرانی کیا افغان
کیا مغل یکسان قابل نفرت تھے - اور جس مستعدی سے اُنھون
نے نادر شاہی فوج کے پس ماندہ حصون کو پریشان کیا اُسی
مستعدی سے اُس احمد شاہ ابدالی کا اسباب لوٹا جو نادر شاہ کو
قتل کرکے افغانستان کا مالک ہو گیا تھا اور ۱۷۴۷ء مین پنجاب
پر حملہ آور ہوا تھا - احمد شاہ کا برتاو سکھون کے ساتھ دوستانہ
رہا اور وہ خوشی خوشی ان لوگون کو پہلے سرکار دہلی اور پھر مرہٹون
سے (جنکو باری باری سے اُس نے شکست دی) لڑنیکے واسطے
اپنی فوج مین بھرتی کر لیتا - مگر سکھون کو مغلون سے تو نفرت تھی ہی

افغانون سے بھی کچھ محبت نہ تھی - اور وہ یہ نہ چاہتے تھے کہ دہلی مین
پہلی سلطنت سے زیادہ مستحکم سلطنت قائم ہو جاسے اور اُن کی
گردنون پر برابر جُوا رکھا رہے - سکھ لوگ اپنی شہسواری سادہ مزاجی
اور چستی و چالاکی کی بدولت بہت خطرناک دشمن سمجھے جاتے تھے
اور اگرچہ یہ لوگ برابر قاعدہ دان اور مسلح اسلامی فوجون سے سخت
سخت شکستین کھاتے تھے تاہم کبھی ہمت نہ ہارتے تھے اور
ادھر ہٹائے جاتے تھے اُدھر تھوڑے ہی عرصہ مین پھر اور بھی
کثیر انبوہ کے ساتھ آن موجود ہوتے تھے - احمد شاہ بڑا ہوشیار سردار
تھا - مگر اُس مین انتظام و ترتیب کی لیاقت بہت کم تھی - اسی وجہ
سے جو ممالک اُس نے فتح کیے وہ بہت جلد اُسکے ہاتھ سے نکل
گئے وہ ہر سال ہندوستان پر حملہ کرتا رہا - کبھی دہلی تک بڑھ آیا -
کبھی لاہور یا ستلج ہی تک آکر واپس چلا گیا - ہر دفعہ اُسکو سکھون سے
سابقہ پڑتا رہا - اور یہ لوگ برابر زور پکڑتے گئے اور گروہ بندیان
ہو گئین - ہر گروہ مین کہ وہ مسل کہلاتا تھا چند لٹیرے سردار شامل
ہو کر ہمسرانہ طوائف الملوکی کے رنگ سے اس بات پر متفق ہو گئے

کہ ایک ذی اقتدار سردار کے جھنڈے کے پیچھے رہینگے اور اُسی
کے حکم کے مطابق لڑینگے۔ اس انتظام کی وجہ سے یہ لوگ اور
بھی زیادہ خطرناک ہو گئے۔ مختلف سردارون نے اپنی اپنی آسایش
کی جگہ دیکھکر قلعے بنا لیے اور رفتہ رفتہ سارے پنجاب کی سرزمین
مین پھیل گئے اور مسلمان حاکمان سرہند و دینانگر و لاہور کو اُنکے
قلعون مین بند کر دیا۔ بلکہ لاہور پر تو دو مرتبہ تسلط بھی کر لیا اور کچھ
عرصہ تک قابض رہے۔ امرتسر کے متبرک مقامات کو از سرنو تعمیر
کیا اور پھر تالاب کو امرت سے بھر دیا۔ جب افغان بادشاہ
سال بسال پہاڑون سے آتا تھا تو سکھ لوگ اُسکے سامنے سے
ہٹ جاتے تھے۔ اور جہان اُس نے پیٹھ موڑی یہ لوگ پھر آن
موجود ہوئے اور اپنا چھوڑا ہوا شکار پھر پکڑ لیا۔ سنہ ۱۷۶۱ء و سنہ ۱۷۶۲ء
مین سکھون کی تاریخ مین واقعات عظیم پیش آئے۔ اسوجہ سے سالہاے
مذکور کا مختصر حال لکھنا ضروری ہے۔ اِن ہی سالون مین پہلی
مرتبہ یہ ہوا ہے کہ خالصہ ایک باقاعدہ فوج سے مقابل ہوئی۔
اگرچہ شکست فاش ملی تاہم اُس کو اپنے اوپر بھروسہ ضرور ہو گیا

اور دوسرے سال سرہند کا صوبہ فتح کر لیا اور اِین روے ستلج والی ریاستون کی بنیاد مستحکم کر لی۔

سنہ ۱۷۶۱ع مین احمد شاہ نے زین خان کو اپنی طرف سے سرہند کا حاکم مقرر کیا تھا۔ مگر جیسے ہی اس افغان نے اپنے وطن کی طرف مراجعت کی سکھ لوگ تعداد کثیر مین جمع ہو گئے۔ زین خان کو قلعہ مین محصور کر لیا۔ اور اگر مسلمان خان والی مالیر کوٹلہ کی کمک نہ پہونچ جاتی تو ضرور قلعہ بھی تسخیر کر کے محافظان قلعہ کو نیست و نابود کر ڈالتے۔ جب احمد شاہ دوسرے سال پھر ہندوستان آیا تو اُس نے ٹھان لی کہ سکھون کو سرہند پر حملہ کرنے کی گستاخی کا مزہ چکھا دے۔ سکھ لوگ ریاست پٹیالہ کے بڑے شہر برنالہ مین جمع ہوے تھے۔ اور علاوہ اِین روے ستلج والے سردارون کے بہت سے مانجھا سکھون کے سرگروہ بھی احمد شاہ کے بڑھ آنیکی خبر سن کر ستلج اُتر آئے تھے افغان لوگ کچھ ایسی تیزی سے بڑھے کہ سکھون کو بیخبری کی حالت مین جا لیا اور چارون طرف سے گھیر کر لڑائی پر مجبور کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیس ہزار سکھ کام آئے

اور بہت سے قیدی بنا لیے تھے۔ کہ اُن مین آلا سنگھ والی پٹیالہ بھی
تھا اور اُسکی رہائی کے واسطے پانچ لاکھ روپیہ زر فدیہ مانگے گئے تھے
یہ رقم بہت مشکل سے ادا ہوئی۔ اور احمد شاہ نے جو بڑا دانشمند شخص
تھا یہ مناسب سمجھا کہ اپنی طاقت کا لوہا منوا کر اب سکھون سے میل
کرلے۔ اور آلا سنگھ سے معانقہ کر کے اُسکو خلعت عطا کیا اور راجہ
کے خطاب سے سرفراز کیا۔

الا سنگھ کی اس غیر معمولی عزت اور سرافرازی سے سب سردار اُس
سے خار کھانے لگے اور یہ کہنا شروع کیا کہ اس نے ہمکو دغا دی
اور اُسی دغا کے صلہ مین خطاب پایا اور سکھ کے واسطے یہ بڑی
بےغیرتی کی بات ہے کہ ایک مسلمان غیر ملک والے دشمن کی
دی ہوئی عزت کو قبول کرے۔ یہ لوگ الا سنگھ سے اپنی شکست
کا بدلہ ضرور لیتے مگر بھلے کو سردار جسا سنگھ اہلو والیہ جو اُس
زمانہ مین خود الا سنگھ سے بڑھکر ذی اقتدار ہو رہا تھا اُس کا طرفدار
ہو گیا۔ آخر کار معاملات روبراہ ہوگئے مگر الا سنگھ کو اپنے افعال
سے یہ ثابت کر دینا پڑا کہ وہ شاہ دُرانی کا تابع فرمان نہین ہے

احمد شاہ کا کابل واپس جانا تھا کہ سکھون کی ہمت پھر عود
کر آئی۔ ستلج کے جنوب و شمال کے سب گروہ آپس کے جھگڑون
کو بھول گئے اور متفق ہوکر سرہند پر چڑھائی کرنے کی طیاری کی۔
الا سنگھ نے اس مہم مین بہت سرگرمی سے ساتھ دیا۔ مانجھا سکھون
کے بڑے بڑے غول لاہور کے پیچھے قصبہ و قلعہ قصور کو تسخیر کر کے
سرہند کے قریب جمع ہو گئے۔ مالوا سردار بھی ان سے آن ملے۔ یہانتک
کہ فوج کی تعداد تیئس ۲۳ ہزار جوانون کی ہو گئی۔ اور قریب قریب سب
کے سب سوار ہی تھے۔ زین خان حاکم سرہند نے یہ سمجھکر کہ
لوگ ہمیشہ باقاعدہ فوج سے لڑنے سے ڈرتے ہین شہر سے باہر
نکل کر لڑائی شروع کی۔ مگر وہ مارا گیا اور اسکی فوج بالکل تباہ
ہو گئی۔ سکھون نے فوراً شہر پر قبضہ کر لیا اور لوٹ مار اور بربادی
سے اپنے گرو کے بچون کے قتل کا بدلہ لیا۔ سرہند کا صوبہ فاتحون
نے آپس مین تقسیم کر لیا۔ شہر و ضلع سرہند راجہ آلا سنگھ کے حصہ
مین آیا۔ احمد شاہ دوسرے سال پھر آیا۔ مگر اس نے سرہند کو فتح کرنے
یا دوسرا حاکم مقرر کرنے کی کوشش نہین کی اور معاملات کا رنگ دیکھکر

ضلع مذکور کا سالانہ خراج مقرر کر اُسے بدستور آلا سنگھ کے پاس رہنے دیا۔ ※

اس طرح پر سکھون کو اپنی شکست اور فتح دونون کی بدولت وہ حیثیت حاصل ہوگئی جو اُس سے پہلے کبھی حاصل نہوئی تھی اگر یہ لوگ آپس کی پھوٹ کو چھوڑ کر ہمیشہ اسی طرح ایک ہو جایا کرتے جیسے سرہند کے فتح کرنے کے واسطے ہوگئے تھے تو شمالی ہندوستان مین انکی طاقت بھی ایسی ہی خطرناک اور مضبوط ہو جاتی جیسی مرہٹون کی جنوب و مغرب مین ہوگئی تھی۔ مگر سکھ فرقہ مین طوائف الملوکی کا رنگ تھا اور سب لوگ قدرتی طور پر اسی مزاج کے واقع ہوئے تھے کہ ایک کے تابع فرمان ہو کر نہ رہ سکتے تھے۔ آخرکار مہاراجہ رنجیت سنگھ نے مخالفت کا زور توڑ دیا اور اپنے زور سے اپنے رقیبون اور دشمنون کو بھی اطاعت پر مجبور کر دیا سنہ ۱۷۶۲ء سے زمانہ ولادت رنجیت سنگھ یعنی سنہ ۱۷۸۰ء تک بلکہ اُسکے باپ مہان سنگھ کے وفات پانے اور اُسکے سنہ ۱۷۹۱ء مین سُکرچکیا مسل کے سردار ہونے تک سکھون کی جو حالت

※ دیکھو کتاب "دی راجاز آف پنجاب" (راجگان پنجاب)۔

ہوئی اُسکے تاریخی حالات جو بہت ضروری اور دلچسپ ہین ناظرین
کو اور کتابون سے پڑھنے چاہیئین*۔ یہان صرف اسقدر لکھنا
ضروری ہے کہ عام طور سے سکھون کی گروہ بندی کا کیا انتظام
تھا اور اُن کے مختلف سردار کن کن ضلعون پر مسلط تھے۔

عام طور سے سکھ مسلون کی تعداد بارہ خیال کیجاتی ہے۔
اگرچہ یہ تعداد بالکل صحیح نہین ہے اور بعض پیچھے سے شامل
ہو جانے والے گروہ ایسے بڑے نہین تھے کہ اُنکا شمار بھی اس
فہرست مین کیا جاتا تاہم مین نے آسانی کے خیال سے اسی
تعداد کو مان لیا ہے۔ ذیل مین جو فہرست ان گروہون کی لکھی جاتی

* اس زمانہ کے تاریخی حالات بہت تفصیل کے ساتھ صرف دو کتابون مین ملینگی۔
یعنے "پنجاب چیفس" (سرداران پنجاب) "راجاز آف دی پنجاب" (راجگان
پنجاب) کہ وہ راقم کتاب ہذا کی تصانیف سے ہین۔ کتاب اوّل الذکر مین ستلج کے
شمال والے مختلف گروہون کا تذکرہ رام گڑھیون بھنگیون اور کنھیاؤن کے
ذیل مین کیا گیا ہے اور کتاب آخر الذکر مین پھولکیان واہلووالیہ گروہون کے تاریخی
حالات لکھے ہین۔

ہے اُسکی ترتیب مین نے اُس وقعت کے لحاظ سے رکھی ہے جو ہر گروہ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ولادت کے وقت حاصل تھی:

۱- پھولکیان	۷- کروڑا سنگھیا
۲- اہلو والیہ	۸- نشانیہ
۳- بھنگی	۹ سُکر چکیا
۴- کنھیا	۱۰- ولیل والا
۵- رام گڑھیا	۱۱- نکئی
۶- سنگھ پوریا	۱۲- شہید

اِن مین سے نمبر ۱ و ۳ و ۴ و ۵ و ۹ و ۱۱ دریا سے ستلج کی شمالی اراضیات پر قابض تھے اور باقی ماندہ چھ گروہ دریاے مذکور کے جنوب کی اراضیات پر۔ پھولکیان مسل کے سردارون کے گروہ کا مورث اعلی ایک ہی تھا۔ آج کل کے مہاراجہ پٹیالہ و راجگان جنیدہ و نابھا و سرداران بھادور و مالودا اور بہت سے چھوٹے چھوٹے سردار اسی نسل سے ہین۔ سکھون کی ابتدائی تاریخ مین اس گروہ نے بڑے بڑے کام کیے۔ مگر باوجود اِس

گھرانے والون کے باہمی تعلقات سے یا یون کہیے کہ باعث اُن تعلقات کے اس مسل والون مین اتفاق بہت کم رہا اور جیسے جیسے موقع اسکو ملے ویسی طاقت نصیب نہوئی۔

اہلو والیہ خاندان کا بانی سادھو سنگھ جاٹ ذات کا کلال یعنے کلوار تھا۔ اُس نے اہلو نام ایک گانون آباد کیا اور اسی نام سے اسکا خاندان موسوم ہوا۔ مگر اصلی بانی اس گروہ کا سردار جسا سنگھ تھا جو سادھو کی پانچوین پشت مین ۱۷۱۸ء مین گرو گوبند سنگھ کی وفات کے دس برس بعد پیدا ہوا تھا۔ یہ شخص بڑی قابلیت والا اور جنگی آدمی تھا اور بہت عروج کو پہونچا اس شخص نے سب سردارون سے زیادہ سکھونکی طاقت کے استحکام مین مدد دی اور جب ۱۷۸۳ء مین وفات پائی تو سکھ سردارونمین اسکا رسوخ سب سے زیادہ تھا۔ اُسکی مقبوضات زیادہ تر ستلج اور بیاس کے دوآبہ مین تھین۔

بھنگیون کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان لوگون کا مشہور سرغنہ سردار ہری سنگھ بھنگ کے نشہ کا بہت عادی تھا۔ سردار مذکور نے اپنے بھائیون جھنڈا سنگھ و گنڈا سنگھ کے ساتھ مین ضلع امرتسر مین اپنا صدر مقام رکھا اور آس پاس کے ملک کو تاخت و تاراج کیا

اور شہر ملتان کو تسخیر کر کے کئی سال تک قابض رہا۔ مہاراجہ
رنجیت سنگھ نے اپنے ابتداے زمانہ مین ان لوگون کا زور توڑ دیا۔
اس کا ذکر آگے چلکر آئے گا۔

کنھیا بھی بھنگیون کی طرح ذی اقتدار تھے اور مہاراجہ رنجیت سنگھ
کے یہان شادی کر دینے کی وجہ سے اپنی مقبوضات پر زیادہ عرصہ
تک مسلط رہے۔ انکے سردار جے سنگھ نے اپنی شیرخوار پوتی مہتاب
کنور کی شادی ۱۷۸۶ء مین رنجیت سنگھ سے کر دی تھی۔ شادی
کے وقت رنجیت سنگھ کی عمر بھی صرف چھ برس کی تھی۔ جب ۱۷۸۹ء
مین جے سنگھ نے وفات پائی تو اُسکی بہو سدا کنور جو بیوہ ہوگئی تھی
اور بڑی قابلیت مآب اور بیباک عورت تھی اس گروہ کی سردار
ہوئی اور اپنے داماد کے مقابلہ مین ۱۸۲۰ء تک برابر اپنی مقبوضات
پر مسلط رہی۔ کنھیا گروہ کی مقبوضات مین بیشتر حصہ اضلاع امرتسر
و گورداسپور کا شامل تھا۔ اس گھرانے کی ایک اور عورت
رانی چند کنور بڑے مہاراجہ کے اکلوتے بیٹے کنور کھڑک سنگھ
کو بیاہی گئی اور اُسکی زندگی بھی ایسی ہی پرآشوب رہی جیسی کہ

سدا کنور کی تھی۔ ان سازش کرنے والی عورتون کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ سکھون مین نانک اور گوبند سنگھ کے آزاد طریقہ کی وجہ سے مستورات کا رسوخ کس قدر بڑھا ہوا تھا۔

رام گڑھیا مسل والے کنھیاؤن کے ساتھ شہر امرتسر اور اضلاع قرب وجوار کے حصہ دار تھے جس زمانہ مین اس مسل کو عروج تھا اسکے آٹھ ہزار آدمی میدان مین لڑنے کو جا سکتے تھے۔ سردار جسّا سنگھ اس گروہ کے افسران فوج مین سب سے زیادہ سربرآوردہ تھا اور ۱۷۵۸ء مین وہی سردار بھی ہو گیا۔ اُس نے پہلا کام یہ کیا کہ امرتسر کی قلعہ بندی کی اور ایک بلند کچی دیوار اُٹھوا کر رام رونی (یعنے خدا کا قلعہ) نام رکھا۔ آدینہ بیگ نے جو دوآبہ جالندھر کا حاکم تھا حملہ کر کے اس قلعہ کو تباہ کر ڈالا۔ مگر جب وہ مر گیا تو جسّا سنگھ نے پھر اُسکو تعمیر کرایا اور رام گڑھ نام رکھا اور اسی نام سے یہ گروہ بھی موسوم ہوا۔

یہ شخص بہت نامور جنگجو سردار ہوا ہے۔ اس نے بڑی بڑی چڑھائیان کین اور اپنی غارتگری کو دہلی کی فصیل تک پہونچا دیا۔

ایک مرتبہ نانِ شہر مین درآیا اور مغل فوج کی چار توپین چھین لیگیا حاکم میرٹھ اس کو خراج دیتا تھا۔

سنگھ پوریا گروہ کا ایک زمانہ مین بڑا زور تھا۔ اور جسّا سنگھ اہلو والیہ اور الا سنگھ والی پٹیالہ کے زمانہ سے پیشتر اس گروہ کا بانی سردار کپور سنگھ شاید سب سے زیادہ نامور سکھ سردار سمجھا جاتا تھا۔ وہ نواب کے لقب سے مشہور تھا۔ یہ بھی ایک مثال اُن چند مثالون مین سے ہے جن مین سکھون نے مسلمانی لقب اختیار کیے تھے اس نے امرتسر کے قریب فیض اللہ پور کا ضلع فیض اللہ خان سے لے لیا اور اُس کا نام سنگھ پورہ رکھا۔ اور اسی وجہ سے اس مسل کا یہ نام پڑا حالانکہ ضلع مذکور اب بھی زیادہ فیض اللہ پور ہی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ سردار ۱۷۵۳ء مین مرگیا۔ اور اُسکا رسوخ اور اقتدار زیادہ تر جسّا سنگھ اہلو والیہ کو ملا اور اُسکا ملک اسکے وارثون کے قبضہ مین رہا۔ اس گروہ کے قبضہ مین لدھیانہ نورپور جالندھر کے کچھ حصے تھے۔ اور ضلع انبالہ کا شمالی مغربی حصہ بھی اسی گروہ کا تھا۔

کروڑا سنگھیے جو اپنے سردار کروڑا سنگھ کے نام سے موسوم ہین زیادہ تر جمنا اور رمکندا کے دوآبہ پر قابض تھے - کلسیا والا ذی مقدور گھرانا اس مسل کا جزو اعظم تھا - اور اب تک این روی ستلج اس گھرانے ہین حکومت موجود ہے - سردار بھیل سنگھ والی چلوندی بھی اس مسل کا بڑا آدمی تھا - اب اُس کے خاندان کا پتہ نہین ہے -

نشانیئے جو نشان یعنے خالصہ کے جھنڈے سے موسوم ہین کسی زمانہ مین کچھ زیادہ مقدور والے نہین ہوئے - سردار جو سنگھ اس گروہ کا سب سے بڑا شخص تھا - اُس نے اپنی جائداد سنہ ۶۳ع کی تسخیر سرہند کے بعد پیدا کی تھی - اس مسل والون کے قبضہ مین انبالہ لدران شاہ آباد املوہ اور اضلاع بھی تھے -

شکر چکئے کچھ اپنی اصلی مقبوضات کی وجہ سے زیادہ مشہور نہین ہین بلکہ اُنکی شہرت کی وجہ یہ ہے کہ رنجیت سنگھ اس مسل کا آخری سردار ہوا - اس گروہ کی تاریخ مہاراجہ کے حالات مین لکھی جائیگی -

دلیل والا گروہ کا نام سردار تارا سنگھ کے گانون کے نام پر پڑا ہے۔ کہ سردار مذکور اس گروہ کا بڑا سرغنہ تھا۔ اُسکے اور اُسکے ساتھیون کے قبضہ مین دوآبہ جالندھر کا بہت سا بالائی حصہ اور انبالہ و لدھیانہ کے شمالی حصے اور فیروزپور کی بھی کچھ زمین تھی نکیس اُس حصہ ملک مین رہتے تھے جو نکا کہلاتا ہے اور ملتان کی طرف لاہور اور گوگیرہ کے بیچ مین واقع ہے۔ اس گروہ کو کبھی کچھ زیادہ اقتدار نہین ہوا۔ مگر پھر بھی دو ہزار سوار اور اونٹ اور تھوڑی سی توپین لڑائی کے واسطے جمع کر سکتا تھا۔ علاوہ اسکے پنجاب کے اس حصہ کے جاٹ بہادری مین مشہور ہین۔ اور سردار ہیرا سنگھ اور رام سنگھ کی ماتحتی مین ان لوگون نے اتنا ملک لے لیا تھا کہ اُس سے نو لاکھ روپیہ سال کی آمدنی ہوجاتی تھی۔ ان کی عملداری گوگیرہ قصور اور سرک پور مین تھی۔

آخری گروہ والے یعنے شہید جنگی لوگ نہ تھے بلکہ اُن کی جماعت مذہبی تھی۔ مگر یہ وہ زمانہ تھا کہ مذہب والے اور دنیادار دونون لڑتے تھے۔ خالصہ مین لڑائی اور مذہب دونون کا رنگ

بلا چلا تھا۔ شہید مسل کا بانی سدا سنگھ تالونڈی شوالہ کا مہنت تھا کہ یہین گرو گوبند سنگھ نے اپنی قیامگاہ بنائی تھی۔ (دمدمہ) - مہنت مذکور مسلمان حاکم جالندھر کے مقابلہ مین لڑائی مین مارا گیا۔ مشہور ہے کہ سر کٹ جانے پر بھی وہ کچھ فاصلہ تک برابر سوار چلا گیا اور بہت سے دشمنون کو قتل کر کے اپنے گھوڑے پر سے گرا۔ اسی وجہ سے اُس کا لقب شہید ہوا اور اُسکے گروہ والون کا بھی یہی نام پڑا۔ یہ گروہ اکیلا نہین لڑتا تھا بلکہ اور گروہون کے ساتھ ہو جاتا تھا۔ پھر بھی رانیا و کھری و جرولی مین علاقہ حاصل کر لیا تھا اس گروہ کے متوسلین اب تک دمدمہ کے مقدس مندر کے مہتمم ہین۔

غرض اٹھارھوین صدی اور انیسوین صدی کے آغاز مین سکھون کے لڑنے والے گروہون کی یہ حالت تھی۔ مگر ان لوگون کا نظام ہمیشہ بدلتا رہتا تھا اور اُنکے مقبوضات بہت جلد جلد ایک کے پاس سے دوسرے کے پاس جاتے رہتے تھے۔ یہ لوگ بہ نسبت اپنے مشترکہ دشمن اہل اسلام کے مقابل مین

لڑنے کے زیادہ تر آپس ہی مین لڑتے رہتے تھے - انکی آپس کی
لڑائیون کا خاتمہ اُس وقت ہوا جبکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سوائے
اُن لوگون کے جو سرکار انگریزی کی حمایت مین تھے اور سب کا
زور توڑ دیا - ایک گروہ والون کی سرحد کے اندر بھی سردار ہمیشہ
لڑتے رہتے تھے اور کبھی ایک سردار سرگروہ بن جاتا تھا کبھی دوسرا
اسکی وجہ یہ تھی کہ سکھون کی ترکیب ہی کچھ اسطرح کی واقع ہوئی
تھی کہ اس مین افسری یا تحتی مانی ہی نہ جاتی تھی - اس مذہب کا
اصول یہ تھا کہ سب ایک دوسرے کے بھائی ہین - سکھ لوگون کو
ناز تھا کہ ہمارے گروہ خود مختار سپاہیون سے بنے ہین - جب تک
خالصہ خورد سال رہی اور پورے زور پر نہین آئی اور کسی خاص
سردار کی طاقت غیر معمولی طور پر زیادہ نہین ہوئی یہ خود مختاری حقیقتہ
نفس الامری رہی - مگر جب بڑے بڑے سردار رفتہ رفتہ - بہت
ذی اقتدار ہو گئے تو اُن کے چھوٹے پڑوسیون کو مجبوری ہوئی کہ
یا تو دوسرون سے محفوظ رہنے کی غرض سے یا اپنے بالکل بیدست
دست و پا ہو جانے کے خوف سے کسی ایسے بڑے سردار

سے حمایت کے طالب ہون جو اُنکی حفاظت کر سکے اور اُسکے
بدلہ مین اُسکی طرف سے جنگی خدمت کرین۔

اس زمانہ مین سکھ سردار اپنے گروہ مین داخل ہونے والے
سے صرف اسی قدر چاہتے تھے کہ اُسکے پاس ایک گھوڑا اور
ایک توڑہ دار بندوق ہو۔ اور داخل ہونے والا صرف یہ چاہتا
تھا کہ اُسکی حمایت کیجائے اور یہ اجازت مل جائے کہ خدا اور
گرو کا نام لیکر اپنے سردار کے جھنڈے کے نیچے آکر خوب لوٹ
مار کرے تنخواہ سے کچھ بحث ہی نہ تھی۔ اصولاً سب سکھ برابر تھے۔
اور جو شخص مثل امر سنگھ مجیٹھیا کے ایسا تیر لگا سکے کہ درخت کو چھید کر
پار نکل جائے یا مثل ہری سنگھ نلوا کے شیر کو تلوار کے ایک ہاتھ مین
مار ڈالے اُسکے واسطے بہت آسان بات تھی کہ اپنے گروہ مین لوگ
جمع کر لے او سردار بن بیٹھے۔ آخر وہ وقت بھی آگیا کہ یہودیون کی
طرح سکھون نے بھی ایک شخص کو بادشاہ مانا اور ایک حد تک اُس
ہمسری کے خیال کو بھول گئے جو اُن کو اسقدر عزیز تھا۔
مگر ستلج کے شمال و جنوب کے سب بڑے خاندانون کی اصل

ایک ہی تھی جبر کا قانون اور شمشیر بُرّان اور قوت بازو اسی پر سکھ سوسائٹی کا دار مدار تھا۔ اور سچ پوچھیے تو دنیا مین ہر طاقت ور سوسائٹی کا دار مدار ان ہی چیزون پر ہوتا ہے۔ ہر سکھ سردار کو بڑی خواہش اس بات کی ہوتی تھی کہ اپنی طاقت اور کامرانی سے اپنے بہت سے مقتدی بنا لے۔ اگر یہ مقتدی سوار ہونے اور لڑنے کے کام کے ہون تو اُس سے کچھ بحث نہ تھی کہ وہ کون ہین اور اُنکے پہلے کے حالات کیا رہے ہین۔ اور شاید ہی کوئی ایسا سکھ ہوگا جو لڑنا اور سوار ہونا نہ جانتا ہو۔ اس زمانہ مین ہر گانون قلعہ ہو رہا تھا۔ کیونکہ اونچے ٹیلہ پر آباد ہوتا تھا اور نیچے کا میدان وہان سے خوب دکھلائی دیتا تھا۔ اور پھاٹک ایک ہی ہوتا تھا اور گلیان ایسی تنگ تھین کہ دو آدمی ایک ساتھ مشکل سے چل سکتے تھے۔ جسطرح یہودیون کا حال تھا سکھ لوگون مین بھی پڑوسی کے معنے دشمن کے سمجھے جاتے تھے اور کسان لوگ بندوقین لے لیکر اپنے کھیتون مین کام کرتے تھے۔ کوئی شخص اپنی زمین یا گھوڑے یا بیوی کو محفوظ نہین سمجھ سکتا تھا تاوقتیکہ وہ خود اسقدر قوی نہ ہو کہ اُنکی حفاظت

کرسکے کیونکہ اگرچہ سکھ پیشواؤن کو مسلمانون کا مال لوٹنے اور بادشاہی خزانہ کے چھین لینے مین بہت مزہ ملتا تھا تاہم ان لوگون مین قزاقی کا مادہ قومی ہمدردی سے بڑھا ہوا تھا اور ایک دوسریکا مال بھی بلا رورعایت لوٹتے تھے۔ البتہ ایک وصف ضرور تھا اور اُسی وصف کی وجہ سے یہ لوگ وسطی ہندوستان کے پنڈاریون یا بنگالہ کے ڈاکون سے برتر نظر آتے ہین۔ یہ لوگ انسانون کیطرح لڑتے اور لوٹتے تھے۔ شیطانون کی طرح نہین۔ سکھون کی تاریخ مین معدودے چند قصے عورتون کی بیحرمتی اور مردون کی عقوبت رسانی کے ایسے ملین گے جن سے ظلم اور خونریزی کی روشنائی نے (جنوبی ہندوستان) کی تاریخ کے صفحون کو سیاہ کر رکھا ہے۔

یہ ضرور سچ ہے کہ لڑائی مین بہت سی حسین جاٹنیان پکڑی جاتی تھین مگر عموماً یہ حسین لڑکیان اپنی رضامندی سے گرفتار ہوتی تھین انکی تربیت ہی ایسی ہوتی تھی کہ اپنے شوہر مین صرف ہمت اور طاقت کے اوصاف ڈھونڈھتی تھین۔ اور جو شخص سب سے لوٹ طریقہ سے لڑائی مین انکو جیت لے اور اپنے عقد مین لے آئے

اسکے ساتھ دینے کو راضی ہو جاتی تھین اور اسکی مطلق پروا نکرتی تھین
کہ اس شخص سنے ہمارے بھائیون کو قتل کیا ہے یا ہمارے گانون
کو پھونک دیا ہے۔ باوجود اسکے کہ سکھ لوگ بلاشبہہ قزاقی پیشیہ تھے
اور مویشی کا چُرالیجانا بھی ان لوگون مین اُسیطرح عزت کا کام
سمجھا جاتا ہے جسطرح چند صدیان پہلے اسکاٹلینڈ کی سرحد پر
سمجھا جاتا تھا تاہم اُنکے مذہبی جوش اور مسلمانون سے (جنھون
نے عرصہ تک اُنکو پامال کیا تھا اور اُنکے پیشوایان مذہب کو قتل
کیا تھا اور عبادت گاہون کو توڑا تھا) نفرت رکھنے سے ایک طرح
کا وقار ضرور پیدا ہو گیا تھا اور اُنکے اغراض اور مہمون مین ایک
طرح کی قومی جوش کا رنگ پایا جاتا تھا۔

سکھون کی فوج دَل خالصہ یعنے خدائی فوج کہلاتی تھی کبھی
کبھی بُدھ دل یعنے فوج عاقلہ بھی کہلاتی تھی۔ اُسکا بیشتر حصہ رسالہ
کا جو گٹیا دند کہلاتا تھا۔ سوار اپنے اپنے گھوڑے رکھتے تھے اور
مال غنیمت مین دوہرا حصہ پاتے تھے۔ ہر سردار اپنی استطاعت
کے مطابق اپنے لشکریون کے واسطے گھوڑے اور اسلحہ مہیا

کرتا تھا۔ یہ لشکری بارگیر کہلاتے تھے۔ اور چونکہ ملک مفتوح سے پہلا خراج گھوڑون کا لیا جاتا تھا اس لیے لڑائی مین فتحیاب ہونے پر عموماً پیدل بھی سوار کے منصب پر ترقی پاجاتے تھے۔ پیدل فوج کم درجہ کی سمجھی جاتی تھی اور صرف پہرہ دینے یا قلعہ کی محافظت کے کام پر مامور کیجاتی تھی۔ لڑائیون مین ہمیشہ سکھ سوار کام دیتے تھے۔ صرف اکالیون کی پیدل فوج کی البتہ کسی قدر عزت کیجاتی تھی۔ یہ لوگ بڑے پرجوش مذہبی لڑنے والے ہوتے تھے۔ نیلے رنگ کی وردی پہنتے تھے اور اپنی پگڑیون مین فولادی چرخ انداز لگائے رہتے تھے جن سے کچھ شان بھی مقصود ہوتی تھی اور ہتیارون کا بھی کام نکلتا تھا اگرچہ کچھ زیادہ کارآمد نہ ہوتے تھے۔

اُنکی اور امتیازی علامات یہ تھین کہ پگڑی مین چھرے لگائے ہوتے تھے۔ گلے مین تلوار ڈالے رہتے تھے اور ایک لکڑی کا ڈنڈا ہاتھ مین رکھتے تھے۔ یہ لوگ گانجہ کے نشہ مین اکثر سب سے پہلے حملہ آور ہوتے تھے اور بہت کارنمایان کرتے تھے۔ مگر یہ لوگ بیقاعدہ چلنے والے اور بھروسہ کے قابل نہ تھے اور امن و

آمان کے زمانہ مین بڑے بُرے بُرے کامون کے مرتکب ہوتے
تھے۔ سکھون کا ہتھیار تلوار تھی اور سوار لوگ تلوار چلانے مین
بہت مشاق تھے۔ پیدل فوج والے تیر و کمان سے کام لیتے تھے
بعض کے پاس توڑہ دار بندوقین بھی تھین۔ مگر باروت بہت کمیاب
تھی اور سکھون کو اُسکے استعمال سے رغبت نہ تھی اور بندوق کے
کھڑاک سے بہت گھبراتے تھے۔ اسی وجہ سے ان لوگون کے
پاس توپخانہ بالکل نہ تھا۔ اور اگرچہ رنجیت سنگھ نے فرانس اور اطالیہ
کے افسرون کی مدد سے بہت زوردار اور کارآمد توپخانہ بہم پہونچالیا
تھا تاہم ہر ایک سنگھ ہمیشہ اس صیغہ کی نوکری کو نظر حقارت سے دیکھتا
تھا اور اس کام پر زیادہ تر مسلمان ہی نوکر رکھے جاتے تھے۔

مال غنیمت جو لڑائی مین ملتا تھا وہ سب لڑنے والون مین برابر برابر
تقسیم ہو جاتا تھا۔ اگر کوئی سپاہی زخمی ہو جاتا تھا تو اُسکو ضرور معاوضہ
ملتا تھا۔ اگر مارا جاتا تھا تو اُسکا بیٹا یا سب سے زیادہ قریب کا رشتہ دار
مقرر ہو جاتا تھا۔

سرداروں کے خاص عرف تھے اور اُسی عرف سے وہ لوگ

مشہور ہوتے تھے۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ ہندو ناموں کی تعداد بہت کم
تھی اور سنگھ کا دُم چھلا ہر نام کے ساتھ لگا ہوتا تھا۔ عموماً یہ عرف جائے
ولادت یا اس مقام کے نام پر رکھا جاتا تھا جو اُس سردار نے فتح کی ہو
مثلاً جسا سنگھ اہلو والیہ۔ کبھی کسی ذاتی خوبی یا عیب کی وجہ سے بھی
کوئی عرف پڑ جاتا تھا۔ مثلاً ندھان سنگھ پنج ہتّھا (یعنے پانچ ہاتھ والا
اسکے معنی یہ کہ لڑائی مین بڑی طاقت رکھتا تھا)۔ عہنا سنگھ چھینی (قد
چھوٹا تھا)۔ مُہری سنگھ لنبا (طویل القامت تھا) شیر سنگھ کملا (بمعنی
احمق) کرم سنگھ نِرملا (یعنے بے داغ) اسی طرح کے سیکڑون نام
سکھون کی تاریخ مین ملین گے۔ اُن مین سے بہت سے عرف ایسے
ہین کہ خاندانی نام کے ساتھ بغرض اظہار اعزاز آج تک قائم ہین۔

پانچوان باب

مہاراجہ

کوئی سیّاح ایسا نہو گا کہ پنجاب گیا ہو اور اِس بڑے مہاراجہ کی شکل و شمائل کے حالات نہ سنے ہون۔ اگرچہ اُسکی وفات کو نصف صدی کا عرصہ گزر چکا تاہم اُس کے نام سے صوبہ بھر مین بچہ بچہ واقف ہے اُسکی تصویرین اب تک عالیشان محلون اور ادنی درجہ کے مکانات دونون مین لگائی جاتی ہین۔ امرتسر اور دہلی کے مصوّر ہاتھی دانت پر اُسکی تصویرین کھینچتے ہین۔ یہ تصویرین اکثر ادھیڑ عمر کی یا بوڑھاپے کے زمانہ کی ہوتی ہین۔ لڑکپن یا جوانی کی تصویرین بہت کم یاب ہین۔ ابتداے زمانہ مین دربار لاہور مین مصوری کی کچھ زیادہ قدر نہ تھی۔ رنجیت سنگھ کی زیادہ عمر کی تصویر کچھ دلکش نہین ہے مگر صورت عجیب اور جلد نہ بھولنے والی ضرور معلوم ہوتی ہے۔ سخت جفاکشی اور بشیار لڑائیون

کی مصیبتین جھیلنے اور شرابخواری اور عیاشی کی بدولت اس شخص پر قبل
ازوقت بڑھاپا آگیا تھا اور پچاس ہی برس کی عمر مین ازکار رفتہ ضعیف
پیر فرتوت معلوم ہوتا تھا۔

اسکے معاصرین مین بہت سے لوگون نے اُسکی شکل و شمائل کے
نقشے دکھلائے ہین۔ مندرجہ ذیل خاکہ جو بیرن ہیوگل نے کھینچا ہے
اور کسی خاکہ سے کم دلچسپ نہو گا:۔

"یہ شخص ایک پستہ قد اور کم رو آدمی ہے۔ اور اگر اس مین ایسے
ممتاز کرنے والے جوہر نہ ہوتے تو کسی کا خیال بھی اسکی طرف نہ جاتا
اس مین تام کو بھی مبالغہ نہین ہے کہ جتنے آدمی مین نے پنجاب مین
دیکھے اُن مین یہ شخص سب سے زیادہ بدصورت اور بے رعب
نظر آیا۔ بائین آنکھ بالکل بند ہے مگر اُس سے وہ ایسا زیادہ بدصورت
نہین معلوم ہوتا جیسا کہ دوسری آنکھ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کھلی ہوئی
مگر برابر پھڑکتی رہتی ہے اور بیماری کی وجہ سے اُس مین بہت ٹیڑھ
آگئی ہے۔ اُسکے چہرہ پر چیچک کے نشانات ایک دوسرے سے
ملے ہوسے نہین ہین بلکہ ہر نشان بجائے خود اسکی سانولی جلد مین

ایک کالا گڑھا ہو رہا ہے۔ ناک چھوٹی اور سیدھی ہے اور سامنے
سے پھولی ہوئی ہے۔ پتلے پتلے ہونٹھ دانتون سے بالکل ملے
ہوے ہین۔ دانت البتہ اب تک اچھی حالت مین ہین۔ ڈاڑھی
کھچڑی ہے۔ اور رخسارون اور اوپر کے ہونٹھ پر بال بہت
کم ہین اور ٹھڈی کے نیچے بال چکٹے ہوئے ہین۔ سر چوڑے چوڑے
شانون مین بالکل گھسا ہوا ہے۔ اُسکے قد پر اتنا بڑا سر زیب نہین دیتا
اور آسانی سے ادھر اُدھر نہین مڑتا۔ گردن موٹی ہے۔ ہاتھ پانون
دبلے ہین۔ بایان پانون اور بایان ہاتھ دونون جھکے ہوئے ہین۔
ہاتھ چھوٹے چھوٹے ہین اور اُنکی بناوٹ اچھی ہے۔ وہ کبھی کبھی
کسی اجنبی کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین آدھے گھنٹہ کے واسطے زور سے
دبا لیتا ہے تو اُسکے قلبی اضطراب کی حالت اسطرح معلوم ہوتی ہے
کہ جس کا ہاتھ پکڑے ہوتا ہے اُسکی اُنگلیان برابر دبتی رہتی ہین۔ اُسکی
پوشاک سے اُسکی بدصورتی اور بھی دوبالا ہو جاتی ہے جاڑے کے
موسم مین پگڑی سے لیکر موزون اور جوتون تک اُسکے لباس کا رنگ
زعفرانی ہوتا ہے۔ جب وہ معمولی انگریزی کرسی پر آلتی پالتی مارکر بیٹھتا

ہے تو بہت ہی بدقطع معلوم ہوتا ہے۔ مگر جب پیٹھ پر کالی ڈھال لگاکر گھوڑے پر سوار ہوتا ہے اور لنگوریان کُداتا ہوا چلتا ہے تو اُسکے سارے جسم مین ایک طرح کا جوش آجاتا ہے اور وہ عالم نظر آتا ہے جس کا بے دیکھے کبھی یقین نہین آسکتا۔ باوجود اُسکے کہ ایک طرف کے دھڑ کو فالج مار گیا ہے وہ بلاتکلف اپنے گھوڑے کو پورے طور سے قابو مین رکھتا ہے۔"

اس عجیب و غریب حیلہ سے بہت بدصورتی ظاہر ہوتی ہے۔ مگر اس سے پہلے کہ سنہ ۱۸۳۴ع مین فالج گرا ہے رنجیت سنگھ باوجود اسکے کہ پستہ قد تھا اور اُس ظالم بیماری کی بدولت اُس کا چہرہ بے رونق ہو گیا تھا جسکا پنجاب مین بہت زور رہ چکا ہے (اور اب تک باوجود ٹیکہ لگانے کا رواج ہو جانے کے بیشمار جانین لیتی رہتی ہے) وہ ایک گبھرو جوان اور بانکا سپاہی چھریرے بدن کا چالاک اور جری اور جفاکش آدمی تھا۔ شہسوار اعلیٰ درجہ کا تھا۔ دن دن بھر سوار رہتا تھا اور مطلق تکان اُسکی صورت سے نہ معلوم ہوتا تھا۔ گھوڑون کا بہت شوق تھا۔ اُسنے اپنے اصطبل مین ہندوستان ایران

اور عرب ہر جگہ سے گھوڑے منگا منگا کر جمع کیے تھے۔ شکاری بھی بہت اچھا تھا
اور تلوار خوب چلاتا تھا۔ ۱۸۳۱ء میں اُس نے اپنے سوارون کے ساتھ بمقام
روپڑ اسکنر کے سوارون سے نیزہ بازی اور تلوار کے کرتبون مین مقابلہ کیا اور بازی
لیگیا۔ اُسکے لباس مین سادگی کا اہتمام ہوتا تھا۔ جاڑے اور بہار کے موسم مین
وہ زعفرانی رنگ کشمیر کا بنا ہوا گرم کپڑا پہنتا تھا اور گرمی کے موسم مین سفید
ململ۔ سوائے خاص نمود کے موقعون اور شاہانہ جشنون کے کبھی موتی یا زیورات
نہین پہنتا تھا۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو ہندوستانی والیان ملک یا
مدبران ملکی لیاقت مآب ہوئے ہین اُنھون نے اپنی ذاتی آرایش
مین ہمیشہ سادگی کو مدنظر رکھا ہے۔ مثل یوروپ والون کے یہ لوگ
بھی وحشیون اور عورتون کی آرایش کو مدنظر حقارت سے دیکھتے ہین
مرحوم راجہ تکاجی راو ہلکر والی اندور راجہ سرونگر راو اور سر سالار جنگ
مدار المہام دولت آصفیہ نظام ہمیشہ اپنے ادنی ملازمون کا سا سادہ
لباس پہنتے تھے۔ مگر رنجیت سنگھ کو ممتاز بنانے کے واسطے موتیون
کی ضرورت نہ تھی۔ یہ کچھ عجیب بات تھی کہ باوجود اسکے کہ وہ کمزور اور
اندھا اور مفلوج ہو گیا تھا تاہم اُس کے شاندار دربار کے خوفناک

اور جنگجو سرداروں مین اُسکی بات ویسی ہی بنی ہوئی تھی جیسی پہلے تھی فقیر عزیزالدین سے جو ایک پیام لیکر ۱۸۳۱ء مین لارڈ ولیم بنٹینگ کے پاس شملہ گیا تھا ایک انگریزی افسر نے پوچھا کہ مہاراجہ کی کون سی آنکھ کانی ہے۔ فقیر مذکور نے جو جواب دیا اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دربار والوں پر مہاراجہ کا رعب کسقدر چھایا ہوا تھا۔ اُسنے کہا کہ "اُس کے چہرہ پر جلال اسقدر برستا ہے کہ مین کبھی اچھی طرح آنکھ بھر کر دیکھ ہی نہین سکا کہ یہ تبلا سکون کہ کون سی آنکھ کانی ہے"۔

مہاراجہ مین بعض بعض بہت ممتاز اور یقینی علامتین بڑائی کی پائی جاتی تھین۔ اگر معمولی اخلاقی نظر سے دیکھیے اور دنیاوی مسلمہ قواعد کی رو سے جانچ کیجیے تو اُسکا چال چلن بہت خراب معلوم ہوگا۔ اُس نے انسانی کمزوریون اور برائیون مین بہت بڑا اور غیر معمولی حصہ پایا تھا اور بادی النظر مین اُسکے اندرونی روحانی جوہر بھی ایسے ہی خراب معلوم ہوتے تھے جیسا کہ ظاہری جسم بدنما تھا۔ وہ خودغرض تھا۔ جھوٹا تھا۔ حریص تھا۔ اوہام باطل کا قائل۔ بے شرمی سے کھلے خزانے شراب پینے اور عیاشی مین منہمک رہنے والا۔ معزز

بنانے والی خوبیون مین اُسکو بالکل حصہ نہین ملا تھا۔ مگر باوجود ان خوبیون سے مبرّا ہونے کے وہ پھر بھی بڑا شخص تھا۔ جس طرح سب بڑے نامور سردارون کا سینر راؤ سکندر سے لیکر نپولین تک یہ حال تھا کہ دماغی جوہر اور اخلاقی اوصاف ایک ساتھ جمع نہین ہوے وہی حال رنجیت سنگھ کا بھی تھا۔ وہ بڑا تھا محض اسوجہ سے کہ اُس مین غیر معمولی درجہ پر وہ اوصاف موجود تھے جنکے بغیر اعلی درجہ کی کامیابی حاصل کرنا ممکن نہین ہے۔ اور اُن معمولی خوبیون کے نہونے سے جو ایک اوسط درجہ کے شخص مین بھی ہوا کرتی ہین اُس کی برتری مین کچھ کمی نہین ہوسکتی تھی اور نہ اُس پر کوئی اثر پڑ سکتا تھا۔ وہ فرمانروائی کے واسطے پیدا ہوا تھا اور کارفرمائی کا مادہ اُس مین قدرتی طور پر موجود تھا۔ سب آدمی دل سے اُسکی اطاعت کرتے تھے کیونکہ اُس کی عدول حکمی کی مجال نہین رکھتے تھے۔ اُسکی عظمت کا اندازہ اُس سے ہوسکتا ہے کہ اُسکی عمر کے آخر زمانہ مین بھی اُس کو سردارون اور مذہبی پیشواؤن اور عوام الناس غرضکہ سب سکھون پر پورا پورا اختیار حاصل رہا۔

علاوہ اعلیٰ درجہ کی ہمت کے اُس مین استقلال اس غضب کا
تھا کہ کسی مزاحمت سے رکنا جانتا ہی نہ تھا اور اُسکو جو کسی کوشش مین
ناکامی نہین ہوئی اُسکی وجہ یہی تھی کہ اُسنے کبھی ناکامی کو ممکن ہی نہ سمجھا
اُسکی پولیٹکل دانشمندی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اوراس کا سب سے
بڑا ثبوت یہ ہے کہ اُس نے ایک مرتبہ یہ سمجھ لیا کہ انگریز لوگ بڑے
اچھے دوست اور بڑے بڑے دشمن ہین اور اُن سے برابر اتحاد
قائم رکھا۔ باوجود بڑی سخت سخت ترغیبون کے اور باوجود اِسکے
کہ انگریزون نے ایک دفعہ اُسکے صوبجات این روے ستلج کے فتح
کرنے کے حوصلہ مین بہت بڑی طرح خلل ڈالا تھا وہ برابر اپنی سلطنت
کے زمانہ مین انگریزون کا پکا دوست بنا رہا۔ اور اُسکی دوستی سے
کچھ ایسا دستور سا نکل آیا کہ اُسکے مرنے کے بعد کمزور اور شرابخوار
مہاراجہ شیر سنگھ بھی انگریزون کے ساتھ اُس زمانہ مین حق رفاقت
ادا کرتا رہا جبکہ پنجاب مین بہت شور و شر مچا ہوا تھا اور ایک انگریزی
فوج افغانستان مین تباہ ہو چکی تھی۔ رنجیت سنگھ مین وہ جوہر بہت
اعلیٰ درجہ کا تھا جسکے نہونے سے بہت سے ہوشیار لوگ آخر مین

تباہ ہو گئے ہین - وہ جوہر مردم شناسی کا تھا - اور وہ اپنے ماتحت بہت سمجھداری اور دانشمندی سے انتخاب کرتا تھا - وہ پورا مردم شناس تھا اور ہر شخص کو ایسے کام کے واسطے منتخب کرتا تھا جسکے واسطے وہ سب سے زیادہ موزون ہوتا تھا - یہی وجہ تھی کہ ایسے خراب اور پرآشوب زمانہ مین بھی اُس کے خدام نے ایسی اچھی طرح خدمتین انجام دین کہ دیکھنے سے حیرت ہوتی تھی - اسکی طبعی حرص اور طمع کا بدلہ یون ہو گیا تھا کہ وہ اچھی کارگزاریون کا صلہ اور انعام دیکر دل بڑھانیکی قدر خوب جانتا تھا اور جو کچھ اور لوگون سے لوٹ مین حاصل کرتا تھا اُسکو بہت فیاضی کے ساتھ داد و دہش مین صرف کرتا تھا - جو لوگ اسکے منظور نظر ہو جاتے تھے اُنکو بڑی بڑی جاگیرین دیتا تھا یا مالگزاری معاف کر دیتا تھا - اور اُسکی ضرورت بھی بہت تھی کیونکہ ان لوگون سے یہ توقع ہوتی تھی کہ اپنی آمدنی کا بیشتر حصہ مسلح سپاہیون کے اس غرض سے جمع رکھنے مین صرف کرینگے کہ جب سردار طلب کرے لڑائی کے واسطے حاضر ہو جائین - رنجیت سنگھ کے پاس جو کچھ تھا وہ اُس نے بڑی بے رحمی کے ساتھ دوسرون سے حاصل کیا تھا

اور مانٹی کارلو مین یا اور ایسے مقامات پر جہان قمار باز جمع ہوتے
ہین یہ بات روز دیکھنے مین آتی ہے کہ فیاضی اور طمع دونون ایک
دوسرے کی ہمزاد ہین۔

اگرچہ یہ بات تاریخی سچائی کے خلاف ہوگی کہ رنجیت سنگھ کے
بیشمار عیوب اور برائیون کو چھپایا جائے یا اُنکی اور طرح سے تاویل
کیجائے تاہم یہ بھی مناسب نہوگا کہ اس معاملہ مین بغیر اس بات پر
غور کیے ہوے کہ جس سوسائٹی مین وہ تھا اُسکی کیا حالت تھی
کوئی رائے ظاہر کیجائے۔ ہر زمانہ اور ہر قوم مین خوبی کا معیار جداگانہ
ہوتا ہے۔ جو باتین آج بہت معیوب اور ناکردنی سمجھی جاتی ہین وہ
شاید آج سے سو برس پہلے داخل فیشن رہی ہونگی۔ زمانہ شائستگی
کی برائیان ایام جہالت کی برائیون سے کچھ بہتر نہین ہوتین۔ اتنی بات
البتہ ہوتی ہے کہ زمانہ شائستگی مین جب اُس مکاری کو کام مین لانا
ضروری ہوتا ہے جسکی وجہ سے نیکی کو بدی پر فضیلت حاصل ہوتی
ہے تو یہ برائیان خوب صورتی کے ساتھ چھپالی جاتی ہین۔ جارج
بادشاہون کے زمانہ مین ہمارے آبا و اجداد بھی اسی شد و مد سے

اور ایسے ہی کھلے خزانے شراب پیتے تھے جسطرح کہ کوئی لاہور کے دربار کا سردار پیتا ہوگا۔ جب کوئی بہت نشہ مین ہوتا تھا تو کہا کرتے تھے کہ ایسا پیے ہوے ہے جیسے کہین کا لارڈ ہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ اٹھارہوین صدی مین انگلستان کے امرا کی عادت کی کیا حالت تھی اجکل فیشن بدل گیا ہے لوگ کم پیتے ہین یا چھپا کر پیتے ہین۔ عورت مرد کے تعلقات کے بارہ مین پنجاب کی اخلاقی حالت بہت متبذل تھی۔ تاہم سکھون کے پاس یہ عذر ضرور تھا کہ عورتون کی حالت ذلیل تھی اور چونکہ تعلیم اور عالی خیالی کیوجہ سے عورتین اُس رتبہ کو نہین پہونچی تھین جو مغربی یوروپ مین اُنکو حاصل ہے اسلیے کوئی وجہ نہ تھی کہ اُن سے یا مردون سے خلوص کے بلند خیالات کی توقع رکھی جاتی۔ لیکن اگر ہم اس زمانہ کی کتابون کی شہادت کو کافی سمجھ لین تو آج کل کی پیرس کی سوسائٹی کی حالت بھی بجنسہ ایسی ہی خراب ہے جیسی پنجاب کی سنہ ۱۸۳۰ء مین تھی۔ لاہور کے بازارون مین اُس زمانہ مین جبکہ رنجیت سنگھ ہولی کا تیوہار مناتا تھا کچھ اُس سے زیادہ شرمناک مرقعے نظر نہین آتے تھے جیسے سنہ ۱۸۹۲ء مین رات کے وقت پکاڈلی مین نظر آتے ہین۔

یہی حالت رنجیت سنگھ کے پولٹیکل طریقون کی تھی۔ دغابازی
لالچ اور ظلم ہر سکھ سردار کے دم کے ساتھ وابستہ تھے۔ یہ لوگ اُن
عوام الناس کے حامی اور سپر تھے جنکو طرز تمدن کی خراب خستہ
حالت کیوجہ سے اپنی جان ومال کی حفاظت کے واسطے طیار رہنا
پڑتا تھا۔ مہاراجہ اور اُسکے دربار کے سردار کی جنگی اور ملکی دغابازیون
کی تاریخ کو اُس سے کچھ زیادہ سمجھنا کہ یہ معمولی اور ضروری نتیجہ اُنکی
طرز زندگی و تعلقات گرد و پیش کا تھا بالکل ایسا ہی ہوگا کہ شیر کو اُس
بات پر ملامت کی جاے کہ وہ اپنے پنجون اور دانتون کو کام مین لاتا
ہے۔ آج کل کے زمانہ مین والی افغانستان نے اپنا انتظام جن
اصولون پر رکھا ہے وہ رنجیت سنگھ کے اصولون سے بہت مشابہ
ہین تاہم برٹش گورنمنٹ جسکا والی مذکور ماتحت ہے اور اتحاد رکھتا
ہے اُس کے اصولون پر حرف گیری نہین کرتی۔ اِسکی وجہ یہ
ہے کہ گورنمنٹ موصوف سمجھتی ہے کہ وحشی قومون مین سیاست
کا کام مین لانا ضروری ہے اور جس بات کو ایک قوم دلایل معقول
سے سمجھ لیتی ہے اُسی بات کو دوسری قوم صرف سردار کی تلوا۔

اور پھانسی کی دلیلوں سے سمجھتی ہے۔ غرضکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے
چال چلن کا اندازہ کرنے مین ان امور پر پورا پورا غور کرلینا اور
التفات کرنا بہت ضروری ہے۔

اگر ہم لوگ اپنے دلون سے ہٹ دھرمی کو نکال ڈالین اور
رسمی خوبیون کا خیال دور کردین اور محض ان ہی نایاب اوصاف
پر نظر کرین جنکی وجہ سے کوئی شخص اوراپنے ہمجنسون پر فوق لیجاتا ہے
تو ہمکو معلوم ہوگا کہ یہ بات ثابت ہے کہ یہ شخص بڑا بہادر فرمانروا تھا
اور اُسکی جگہہ بھی تاریخ نے اُسی مقام پر رکھی ہے جہان وہ معدودے
چند لوگ ہین جنکے سرون پر بڑائی کا سہرا باندھا گیا ہے۔ ہمکو یہ بات
بھی فوراً معلوم ہوجائیگی کہ اگرچہ وہ اپنے زمانہ اوران دنون کی
تعلیم کی معمولی اور ذلیل بدکاریون مین پورا حصہ لیتا رہا تاہم اُس
ملک پر جسنے اُسے اپنی جنگی قابلیت سے فتح کیا تھا ایسی لیاقت اور
مستقل مزاجی سے فرمانروائی کی کہ اُسکا درجہ اُس صدی کے مدبران
ملک کی صفِ اول ہی مین رہا۔

مہاراجہ کے مزاج کا لب لباب یہ ہے کہ وہ خودغرض تھا

یہ نہین کہا جاسکتا کہ اُسکے نوکرون مین کوئی شخص ایسا بھی تھا جسکو
وہ شکرگزاری یا محبت کی نظر سے دیکھتا ہو۔ اس کلیہ سے اگر کوئی
مستثنی تھا تو وہ جمعدار خوشحال سنگھ تھا جو ایک معمولی لیاقت اور
مبتذل عادات کا آدمی تھا۔ مگر اُسکی وہ خاطر ہوتی تھی جسکا وہ کسیطرح
مستحق نہ تھا۔ سردار فتح سنگھ والی کپورتھلہ سے عوام کے روبرو کھلم کھلا بڑی محبت
کا اظہار کیا جاتا تھا اور ہمیشہ کیواسطے بھائی بنانے کی غرض سے پگڑیان بدلی
گئی تھین۔ اور سردار مذکور بیس برس کی لڑائیون مین مہاراجہ کا ساتھ بھی دیتا رہا تھا
مگر پھر بھی مہاراجہ کی یہی کوشش تھی کہ اُسکی مقبوضات کو تباہ کردے۔ سردار ہری سنگھ
نلوہ خالصہ کی مورت اور مہاراجہ کا سب سے زیادہ منچلا سپہ سالار سطرف افغانون
سے لڑنے مین مصروف ہوا جو اُسکے پاس نوکر تھے اُدھر مہاراجہ نے
اُس کی املاک کثیر پر قبضہ کرلیا اور اُسکے چارون بیٹے بالکل مفلس رہ گئے
وہ موروثی دولت اور عزت کا قائل نہ تھا مثل ٹارکواس سپر بس کے
وہ اپنے باغ کے سب اونچے اونچے لالہ کے پیڑونکو کاٹ ڈالتا تھا
سردار فتح سنگھ کالیانوالا آغاز صدی مین ایک بڑا ذی اقتدار سکھ سردار تھا
ایک دفعہ وزیرآباد کے مقام پر رنجیت سنگھ نے اُس سے

کہا کہ اپنی فوج ایک طرف کھڑی کرو تو ہم دیکھیں کہ کسقدر فوج تمہارے پاس ہے۔ رنجیت سنگھ یہ دیکھکر جل گیا کہ بیشتر حصہ افواج موجودہ کا فتح سنگھ کے جھنڈے کے نیچے جا کھڑا ہوا۔ مہاراجہ سے حاسد شخص کے لیے اسیقدر کافی تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد ۱۸۰۶ء مین نراین گڑھ کے قلعہ کا محاصرہ ہوا۔ مہاراجہ اور فتح سنگھ کا پھر ساتھ تھا اور فوج فتح سنگھ کے تحت مین تھی۔ پندرہ دن محاصرہ رہا مگر کچھ کام نہ نکلا۔ مہاراجہ نے سردار فتح سنگھ کو ملامت کی کہ تم بڑے کاہل آدمی ہو میرے پاس پڑے رہتے ہو میدان مین جاکر فوج کو لڑاتے نہین۔ فتح سنگھ کو اس بیجا ملامت پر طیش آگیا اور اُس نے فوراً اُس شگاف مین ہو کر قلعہ پر حملہ کیا جو ابھی تک مکمل نہین ہو چکا تھا اور نتیجہ یہ ہوا کہ پس پا کر دیا گیا اور مارا گیا۔ مہاراجہ کا مطلب حاصل ہو گیا۔ اُس نے اپنے رقیب کا فیصلہ کرا دیا اور اسکی سب جائداد ایک اور سردار کو دے ڈالی۔

رام گڑھیا مسل سکھ گروہون مین سب سے زیادہ زور والی تھی۔ جب رنجیت سنگھ نے اسکے توڑنے کا مصمم ارادہ کر لیا تو اس مسل کے سرگروہ سردار جودھ سنگھ سے بڑی گرمجوشی کی محبت کا اظہار کرنے لگا

رام گڑھیا خاندان سے دوستی رکھنے کا عہدنامہ لکھا گیا اور امرتسر کے مندر مین سکھونکی مقدس کتاب کے سامنے اُس نے کاغذ پر مہر کی یعنے شاہانہ اور ناخواندہ طریقہ کے مطابق اپنی ہتیلی پر زعفران لگا کر اُسکا چھاپہ کاغذ پر لگا دیا۔ چند سال تک تو یہ عہدنامہ نافذ رہا کیونکہ جودھ سنگھ بڑا وفادار رفیق بنگیا تھا اور اُسکی فوجون نے بہت سی لڑائیون مین بہت کام دیا۔ مگر سنہ ۱۸۱۶ء مین جب سردار مرا تو مہاراجہ کو موقع ہاتھ آیا۔ اُس نے سب وارثون کو طلب کیا کہ ندون مین آکر ہم سے ملو تو جانشینی کا انتظام کیا جائے اور جن خیمون مین یہ لوگ ٹھہرے اُنکے چارون طرف فوج متعین کردی اور قیدی بنالیا اور پھر ایک مضبوط فوج امرتسر بھیجدی اور سب رام گڑھیا املاک پر قبضہ کرلیا۔

اسی سردار کا ہمنام ایک اور جودھ سنگھ تھا جو بڑا مشہور لڑنیوالا اور وزیرآباد کا سردار تھا۔ اُسکے ساتھ بھی قریب قریب اسی طرح کا معاملہ ہوا۔ مہاراجہ نے یہ سمجھکر کہ یہ بہت طاقت والا ہے اس سے لڑنا مناسب نہین جانا لاہور مین دوستانہ ملاقات کے واسطے اُسکی دعوت

کی۔ رنجیت سنگھ کی بدنیتی کے شبہہ سے سردار ایک فوج کثیر ساتھ لیکر آیا
اُس سے کہا گیا کہ فوج کو واپس کردو۔ اُس نے بھی اس درخواست
کے قبول نکرنے کو اپنی شان کے خلاف سمجھا۔ دوسرے دن صرف
پچیس ہمراہی لیکر دربار مین حاضر ہوا اور اُن ہمراہیون کو بھی باہر
چھوڑ دیا۔ مہاراجہ بہت اخلاق کے ساتھ پیش آیا۔ مگر یکایک اُٹھ کھڑا
ہوا اور اپنے آدمیون کو اشارہ کیا کہ سردار کو گرفتار کر لو۔ سردار نے تلوار
سونت لی اور کہا کہ آؤ۔ زندہ تو مین گرفتار ہو نہین سکتا اور دشمن
کو پیٹھ دکھلانا مین نے سیکھا نہین ہے۔ اُسکی دلیری کا مہاراجہ کے
دل پر ایسا اثر ہوا کہ اسکو بہت اعزاز کے ساتھ بیش بہا تحایف دیکر
اور جاگیر مین اضافہ کر کے رخصت کیا۔ یہان تک تو رنجیت سنگھ اور
سردار دونون قابل تعریف ہین۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد جب جودھ سنگھ
نے خورد سال لڑکون کو چھوڑ کر قضا کی تو مہاراجہ نے اُسکی سب املاک
لے لی۔ اور اگرچہ یہ اقرار کر لیا تھا کہ جب سب سے بڑا بیٹا بالغ ہو جاگا
تو وزیر آباد پھر اُسکو دیدیا جائگا وہ اس وعدہ پر قائم نہین رہا۔ غالب
یہ ہے کہ اُس نے یہ اقرار پورا کرنے کی نیت سے کیا ہی نہ تھا۔

جو سردار اپنی دولتمندی کا اظہار بہت شان و نمود سے کرتا تھا اُسکی خیریت نہوتی تھی۔ جب کم عمر سردار بٹالہ نے اپنی بہن کی شادی سردار شیر سنگھ کے ساتھ کی ہے تو طرفین سے بڑی دھوم دھام ہوئی اور دو لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ ایسی دھوم دھام کی شادی اس سے پہلے کبھی گوجرانوالہ کے ضلع مین دیکھنے مین نہین آئی تھی۔ مگر جب مہاراجہ نے اس شادی کا حال سُنا اور یہ بھی سُنا کہ لڑکی کی ماں فخر سے کہتی ہے کہ میرے پاس دو پروٹے* روپیون سے بھرے رکھے ہین تو اُس نے فوراً اپنے آدمیون کی معرفت یہ پیام بھیجا کہ جو خاندان شادی مین اتنا روپیہ اُٹھائے اُسکو پچاس ہزار کی رقم ہمکو بھی دینی چاہیے۔

باوجود اس قدر حریص ہونے کے رنجیت سنگھ ظالم اور خون کا پیاسا نہین تھا۔ فتحیابی کے یا کسی قلعہ کے تسخیر کر لینے کے بعد وہ مفتوح و مغلوب لوگون سے ملائمت و مہربانی کے ساتھ پیش آتا تھا اور اُسکی بالکل پروا نکرتا تھا کہ اُنھون نے کسقدر زور شور سے مقابلہ

* پروٹہ پنجابی زبان مین اس بڑے ٹوکرے کو کہتے ہین جس مین اندر کی طرف مٹی لگی ہوتی ہے اور غلہ رکھنے کے کام مین آتا ہے۔

کیا تھا۔ اسکے دربار مین بہت سے لوگ ایسے تھے جن سے اُس نے
مال املاک توسب چھین لیا تھا مگر اُنکے مناسب حال عہدے اُن کو
دے رکھے تھے یہ لوگ مشرقی طریقہ کے مطابق تقدیر کے قائل تھے
اور اپنی اسی حالت مین راضی برضا تھے ۔ تقدیر کے ماننے کا نتیجہ
یہ تو ضرور ہے کہ ناکامی کی ایذا مین بہت کچھ کمی ہو جاتی ہے ۔ غرض
جو سرداران گروہون کے پیشوا تھے جنکو اُس نے توڑا تھا وہ سب کے
سب اسی طرح سے ہمسری اور رقابت کے درجہ سے اب باتوقیر اطاعت
کے درجہ مین آگئے تھے اور علاوہ اُنکے ایک بہت بڑا گروہ مسلمان
خانون اور امیرون کا تھا جو گوبند سنگھ کے وقت مین شاید ساتھ نہ رکھے
جاتے ۔ مگر رنجیت سنگھ بڑا عقلمند تھا اُس نے اُن لوگون کو بھی اپنے
دامن دولت سے وابستہ رکھا اور اسطرح پر مغربی اضلاع کی حالت
بہت مستحکم کرلی ۔ سیال و غیبہ و توانا و کھرل مسلمانون کے فرقون
کے سردار اور نواب مظفر خان والی ملتان کے خاندان والے یہ
سب لوگ اس گروہ مین شامل تھے ۔

جس طریقہ سے مہاراجہ نے دنیا کا سب سے مشہور ہیرا کوہ نور

اور افغان حاکم پشاور کی گھوڑی لیلی نامی جو اپنے زمانہ مین کوہ نور سے
کم مشہور نہ تھی حاصل کی اُس سے مہاراجہ کے مزاج کی سفاکی اور
ضدی طبیعت کی بہت اچھی نظیرین ملتی ہین یہ مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ اس کا ذکر اسی باب مین کیا جاسے کیونکہ یہ تذکرہ اور کسی ایسے باب
مین جو خالص تاریخی واقعات سے متعلق ہو کچھ زیب نہ دیگا۔

کوہ نور اس قدر مشہور ہے کہ محتاج بیان نہین قیاس کیا جاتا ہے
کہ یہ ہیرا قدیم ہنود کے زمانہ مین پانڈون کے قبضہ مین تھا۔ تاریخی زمانہ
مین سولھوین صدی مین شاہجہان اور اورنگ زیب کے پاس رہا
اور اُنکے تخت کی زینت بڑھائی۔ ان کے بعد دہلی کی لوٹ مین غارتگرون
کے بادشاہ نادر شاہ کے پاس پہونچا۔ اُس کے قتل ہونے پر احمد شاہ
ابدالی کے ہاتھ لگا۔ اور آخر کار سنہ ۱۸۱۳ء مین جب مہاراجہ رنجیت سنگھ
کو اُس ہیرے کے لینے کا موقع ملا ہے تو یہ شاہ شجاع معزول بادشاہ
کابل کے قبضہ مین تھا۔ شاہ شجاع کو اُس کے بھائی نے نکال دیا تھا
اور وہ آوارہ وطن ہو کر پنجاب مین آیا تھا۔ رنجیت سنگھ نے کچھ ملکی
مصلحتون کے خیال سے بھی اس خواہش سے کہ ایسا ہتھیا اُس

کے ہاتھ آجاے جبکہ وہ افغان غاصب کے مقابلہ مین کام مین لاسکے
اور زیادہ تر اس شہور ہیرے کے حاصل کرنے کے شوق مین شاہ
شجاع کو لاہور مین بیٹا دی - رنجیت سنگھ کے زمانہ کے سکھ مورخ ناقل
ہین کہ شاہ شجاع کی بیوی شاہ بیگم نے ایک ایلچی کے ذریعہ سے مہاراجہ
کو یہ پیام بھیجا تھا کہ اگر آپ میرے شوہر کی حمایت کرین اور اُسکو اُسکے
جانی دشمن فتح خان حاکم پشاور کے حوالہ نکرین تو مین کوہ نور ہیرا آپ
کی نذر کرونگی - مہاراجہ نے فوراً اُس نذر کو قبول کرلیا اور اپنے معتمد
سپہ سالار محکم چند کو روانہ کیا کہ آوارہ وطن بادشاہ کو باعزاز تمام لاہور
مین پہونچا دے -

شاہ شجاع اس قصہ کو دوسری طور پر بیان کرتا ہے - اس کا بیان
یہ ہے کہ جب تک وہ باطمینان تمام رنجیت سنگھ کے پاس لاہور مین
اُس مکان مین نہین آگیا جو اُسکے رہنے کے واسطے تجویز کیا گیا تھا
اس ہیرے کے متعلق کوئی تذکرہ نہین آیا - جب وہ یہان آگیا تو
یکایک ہیرا مانگ بھیجا - غریب پناہ گیر نے کہلا بھیجا کہ ہیرا میرے ساتھ
نہین ہے رنجیت سنگھ نے پھر پیام بھیجا کہ اُسکے بدلہ مین بہت بڑا علاقہ

تمکو دیا جائیگا۔ شاہ شجاع نے پھر کہلا بھیجا کہ مین نے اُسکو بطور ضمانت
ایک صراف کے پاس رکھوا دیا ہے۔ لیکن جب مجھ مین اور مہاراجہ مین
پورا پورا رابطہ اتحاد قائم ہو جائیگا اور کافی ضمانتون سے میرا اطمینان
کر دیا جائیگا تو ہیرا بھی آجائے گا۔ رنجیت سنگھ برہم ہو گیا اور مشرقی قرائن بعض
مہمانداری کو بالائے طاق رکھکر افغان کے مکان کے چارون طرف
پھرہ بٹھا دیا۔ جو شخص اندر سے نکلتا تھا اُس کی تلاشی لیجاتی تھی اور یہ
اہتمام تھا کہ کھانے کی کوئی چیز اندر نہ پہونچنے پائے۔ جعلی خط پیش کیے
گئے اور یہ بیان کیا گیا کہ یہ خط راستہ مین پکڑے گئے ہین اور شاہ شجاع
نے افغانستان اپنے دوستون کے نام لکھے ہین کہ آکر پنجاب پر حملہ
کرو اور مجھے رہائی دلواؤ۔

شاہ کو گوبند گڑھ کے قلعہ مین قید کیے جانے کی دھمکی بھی دی گئی
آخر کار دو مہینہ کے انکار کے بعد آئے دن کی پریشانی سے عاجز آکر
اور اپنے عزیزون اور ملازمون کو فاقون سے نیمجان دیکھکر اور نیز یہ
سمجھکر کہ اب انکار کا نتیجہ موت یا قید کے سوائے اور کچھ نہین ہوتا ہے
اُس نے یہ وعدہ کرا لیا کہ اگر مہاراجہ حتمی اقرار کرین کہ میری حمایت

کرینگے اور حق دوستی نباہین گے تو مین ہیرا حوالہ کردونگا۔ اسکو مہاراجہ نے
منظور کرلیا۔ ایک محضر طیار ہوا اور آدی گرنتھ اور دسوین گرو کی گرنتھ پر
مہاراجہ نے قسم کھائی کہ ہمیشہ شاہ شجاع کا دوست رہونگا اور اُسکو تخت
کابل پھر دلوا دینے کی کوشش کرونگا۔ تب افغان نے کہلا بھیجا کہ رنجیت سنگھ
خود آکر ہیرا لیجائین۔ وہ چند ہمراہی لیکر پہونچا۔ کوئی گھنٹہ بھر تک سب
پر سکوت کا عالم رہا۔ پھر مہاراجہ نے اپنے سینے دوست اور قیدی کو
اپنے آنے کی غرض یاد دلائی۔ شاہ نے اپنے ایک ملازم کو ہیرا لانے کا
حکم دیا۔ ایک ڈبیا آئی اور کھولی گئی۔ اور جب مہاراجہ نے دیکھ لیا کہ یہ
وہی ہیرا ہے جسکی اُسکو طمع تھی تو اُسے لیکر فوراً وہان سے چل دیا اور
شاہ شجاع سے رخصت بھی نہ مانگی۔ اور اسی پر خاتمہ نہین ہوگیا۔ کچھ
عرصہ بعد مہاراجہ کو خبر لگی کہ میرے مہمانون کے پاس اب بھی بہت
بیش بہا جواہرات باقی ہین۔ اُس نے بھائی رام سنگھ کو مع اُسکی
ایک بیوی کے بھیجا کہ جاکر شاہ شجاع کے مکان اور نیز زنانخانہ کی تلاشی
لو اور جو قیمتی چیزین ملین اُنکو لے آو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ کہا جاتا ہے
کہ بھائی رام سنگھ کی بیوی نے شاہ کی بیگیات اور اُنکی خواصون کی

بھی جامہ تلاشی لی اور جو چیزین قیمتی ملین وہ مہاراجہ سنے رکھ لین۔

کوہ نور ۱۸۴۹ء تک لاہور مین رہا۔ پھر جب پنجاب کی ضبطی عمل مین آئی تو وہ بغرض اظہار اطاعت ملکہ انگلستان کی نذر کردیا گیا۔ فتحیابی کے حق سے قطع نظر کیجائے تو بھی اُس لڑائی کے خاتمہ پر جس کے لڑنے کے واسطے سکھ فوج نے انگریزون کو مجبور کیا تھا ملکہ ممدوح بحیثیت بادشاہان دہلی کے جانشین ہونے کے اس ہیرے کی وارث اصلی تھین۔

لیلی نامی مشہور گھوڑی کا قصہ بہت مختصر ہے۔ اس گھوڑی کی خوبصورتی کی سارے افغانستان اور پنجاب مین دھوم تھی ۱۸۲۶ء مین رنجیت سنگھ سنے سردار یار محمد خان حاکم پشاور کے پاس کہلا بھیجا کہ گھوڑی ہمارے حوالہ کردو۔ سردار مذکور سنے انکار کیا۔ فوراً سردار بدھ سنگھ سندھنوالیہ روانہ کیا گیا کہ گھوڑی کو اپنے قبضہ مین لے آئے اور ساتھ ہی ساتھ خلیفہ سید احمد پر بھی حملہ کرے کہ وہ پشاور کی پہاڑیون مین سکھون کے خلاف جہاد کرنے کا وعظ کہتا پھرتا تھا۔ اُس سنے وہان پہونچ کر غنیم کو شکست دی اور طرفین کا نقصان عظیم ہوا۔ مگر پشاور پہونچکر خبر

ملی کہ لیلی مر گئی۔ لاہور واپس آجانے پر پھر یقینی طور پر معلوم ہوا کہ یہ خبر
بالکل جھوٹ تھی چنانچہ دوسری فوج بماتحتی کنور کھڑک سنگھ پشاور بھیجی گئی
حکم یہ تھا کہ یا تو گھوڑی خرید کر لاؤ ورنہ چھین کر لے آؤ۔ اور اگر یار محمد خان
گھوڑی نہ دے تو اُسکو حاکم کے عہدہ سے معزول کر دو۔ کنور کھڑک سنگھ
پشاور کو روانہ ہوا۔ یار محمد نے سوچا کہ عزت کی بات یہی ہے کہ گھوڑی
نہ دون۔ چنانچہ پہاڑیون مین بھاگ گیا۔ کنور کھڑک سنگھ نے آٹھ مہینہ تک
پشاور پر قبضہ رکھا۔ پھر سردار سلطان محمد خان کو حاکم مقرر کر کے چلا آیا
سکھون کی فوج اٹک سے آگے بڑھنے بھی نہ پائی تھی کہ یار محمد خان نے
واپس آکر نئے حاکم کو نکال باہر کیا۔ جنرل ونٹورا کے تحت مین سکھون
کی فوج اٹک مین چھوڑ دی گئی تھی۔ اُسکو مہاراجہ کا حکم پہونچا کہ اب تم
گھوڑی کے لانے مین اپنی کارگزاری دکھلاؤ۔ جو قیمت مانگے وہ دو
اور اگر گھوڑی نہ دے تو پھر لڑائی شروع کر دو۔ ابھی یار محمد اسی پس و پیش
مین تھا کہ کیا جواب دے کہ سید احمد پھر پہاڑیون سے اُتر آیا اور پشاور کے
شمال کے دیہات کو خوب تاخت و تاراج کیا۔ اور اُسکے ہٹانے کی
کوشش مین حاکم پشاور بھی لڑائی مین مارا گیا۔ مگر لیلی باقی تھی جنرل ونٹورا

نے سید احمد کو شکست دیکر پشاور کے سامنے ڈیرے ڈال دیے اور
سلطان محمد خان سے گھوڑی مانگ بھیجی اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ اگر گھوڑی
حوالہ کردوگے تو حاکم پشاور کے عہدہ پر بحال رہوگے۔ سلطان محمد نے
بھی اپنے بھائی کی طرح حیلے حوالے بتائے۔ مگر جنرل ونٹورا نے اُسکو
اُسی کے محل مین گرفتار کرلیا اور یہ دھمکی دی کہ جس وقت تک لیلی نہ ملیگی
تم قید مین رہوگے۔ تب کہین جاکر جوئندہ یابندہ کی مثل صادق آئی۔ اور
جنرل خوش خوش گھوڑی لیکر لاہور پہونچا اور مہاراجہ نے اُسکے آنیکی
بہت خوشی منائی ۔

اس مین ابتک کلام ہے کہ جو گھوڑی ملی وہ اصلی لیلی تھی یا نہین
کیونکہ ایسی مخلوق شاذ ہی ہوگی جسکو افغانون نے دھوکا نہ دیا ہو یا نہ دیسکتے
ہون۔ اس مین البتہ شک نہین کہ سنہ ۱۸۳۱ع مین بمقام روپڑ جب مہاراجہ
گورنر جنرل سے ملا ہے تو ایک کمیت رنگ کا گھوڑا یہ کہکر دکھلایا گیا تھا
کہ یہ لیلی ہے۔ جب ہیوگل لاہور گیا ہے تو اُس نے خاص کر کے
اُس مشہور جانور کے دیکھنے کی درخواست کی تھی جسکی نسبت مہاراجہ نے
یہ فرمایا تھا کہ ساٹھ لاکھ روپیہ اور بارہ ہزار آدمیون کی جان کے صرف

کرنے پر ہاتھ آیا ہے - وہ لکھتا ہے کہ لیلی بڑی شان وشوکت سے
رکھا جاتا تھا اور اُسکے پاؤن مین سونے کے کڑے تھے - رنگ نیلا
سبزہ تھا - سیاہ گل تھے عمر تیرہ سال - قد پورا سولہ ہاتھ کا - ونٹورا
نے ہیوگل کو یقین دلایا کہ یہی گھوڑا وہ پشاور سے بہزار خرابی لایا تھا
مگر بخلاف اسکے سکھون کی کتابون مین جہان کہین اسکا ذکر ہے لیلی
گھوڑی ہی لکھی ہے اور نام سے بھی یہی یقین ہوتا ہے - غرضکہ یہ بات
بھی ایک تاریخی معما ہے کہ لیلی مادہ تھی یا نر - مگر اس مین شک نہین ہے
کہ اُس گھوڑے کے بعد سے جس کی بدولت ٹرا سے کا زوال ہوا کوئی
اور گھوڑا ایسی مصیبتون اور اتنے بہادرون کی جان لینے کا باعث
نہوا ہوگا -

مہاراجہ بلا کلا پینے والا تھا - اسی کثرت شرابخواری اور تیز تیز شرابین
پینے کی بدولت اُسکی جان گئی - ہندوستان کے بہت سے راجاؤن اور
بادشاہون کی جانین اسی عادت کی وجہ سے جا چکی ہین - وجہ یہ ہے
کہ رعایا مین اتنا زور نہین ہے کہ اپنے فرمانرواؤن کو ایسی سخت
مےنوشی کی عادات سے باز رکھ سکین -

بعض صاحب جنکو اپنے ملک والون کی عیب جوئی کرنے کا شوق ہے یہ رائے رکھتے ہین کہ شرابخواری ہندوستان مین غیر ملکون سے آئی ہے اور انگلستان کے اس ملک کو فتح کرنے سے پہلے یہان کے لوگ بالکل پرہیزگار تھے۔ پنجاب کی یا سکھون کی یہ حالت ہرگز نہ تھی یہ لوگ ہمیشہ سے شرابخواری کے شایق رہے ہین۔ اُسی زمانہ کی حالت دیکھیے جسکا بیان اس سے پہلے باب مین ہوا ہے کہ اُس زمانہ مین سکھ لوگ انگریزون کے نام سے بھی واقف نہ تھے۔ راجہ امر سنگھ والی پٹیالہ نے کثرت شرابخواری کی بدولت سنہ ۱۷۸۱ء مین وفات پائی سنہ ۱۷۵۳ء مین اُس کا باپ بھی اسی شرابخواری کی بدولت مرا تھا۔ اور اسکا چھوٹا بھائی لال سنگھ بھی شرابخواری ہی کیوجہ سے مرا۔ قریب قریب ہر بڑے خاندان کا یہی حال تھا۔ خالصہ کے سردارون کے حق مین تلوار اور بوتل دونون یکسان مہلک ثابت ہوئین۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پینے کی شراب اناج سے کشید کی ہوئی برانڈی ہوتی تھی اور اُس مین ماءاللحم اور پیاز اور مشک اور اور بہت سی بوٹیان ملائی جاتی تھین۔ شام کو اور رات کے وقت اس شراب کو بہت بہت

مقدار مین پیا کرتا تھا۔ اُسکے بہت سے دربار والے باستثناے مسلمان فقیرون کے اُسکے خوش کرنے کے واسطے اُسکے ساتھ شرابخواری مین شریک ہوتے تھے اور اکثر اُسی کی طرح بیہوش رہتے تھے۔ مگر باوجود اس کثرت مے نوشی کے جو اُس زمانہ مین رائج تھی اور غیر معمولی نہین سمجھی جاتی تھی مہاراجہ ہمیشہ ٹھیک اوقات معینہ پر کام کے واسطے طیار ہوتا تھا۔ ہر اجنبی ملک کا شخص جو اُسکے دربار مین جاتا تھا اُسکی ذہانت شوق معلومات اور عام واقفیت کو دیکھکر حیرت مین آجاتا تھا۔ مہاراجہ کو اسکا بہت شوق تھا کہ اور ملک والون کے دستور اور عادات اور انتظام کے حالات پر بحث کرے اور یوروپ کی فوجون اور لڑائیون کے حالات بہت توجہ سے سنتا تھا۔ وہ باہر والون کے ساتھ بہت اخلاق و التفات سے پیش آتا تھا۔ بہت سے سیاحون نے جنکو اُسکی سلطنت کے آخر زمانے مین لاہور جانے کا اتفاق ہوا ہے اُسکے حالات لکھے ہین اور وہ اب تک موجود ہین اور اس بات کے شاہد ہین کہ جو لوگ اُسکے پاس ہوتے تھے اُنکے دلون کے تسخیر کر لینے مین اُسکو خاص ملکہ حاصل تھا۔

شل اور بہت سے لوگون کے جنگی انتظامی قابلیت اور جنگی لیاقت کی شہادتین تاریخ مین موجود ہین رنجیت سنگھ بھی عورتون کے رسوخ سے بچا نہ تھا۔ مگر اُس کے حالات کچھ ایسے نہین ہین جن سے پنجاب کی اونچے درجہ کی عورتون کے عادات واخلاق کا کچھ اچھا رنگ نظر آئے۔ اُسکی دادی مائی دیسن کو اُسکے باپ نے ایک برہمن سے آشنائی کر لینے کے جرم مین قتل کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ رنجیت سنگھ نے بھی اپنی حقیقی والدہ رانی راج کنور کو اسیطرح کے ایک جرم کے پاداش مین قتل کیا۔ خود اُسکی بیویون اور آشناؤن کے حالات ناگفتہ بہ ہین اور اُنکا ذکر ہم بہت اختصار کے ساتھ کرینگے۔ جب سے اُسکا وارث جائز اُسکا بیٹا کھڑک سنگھ پیدا ہوا مہاراجہ نے اپنی حرم سرا کی عورتون کی ذلت مآب آشنائیون کی مطلق پروا کرنی چھوڑ دی۔ یہ عورتین ملکی اغراض کے واسطے یا خاص توجہ کی اُمید مین لڑکے جَن جَن کر مہاراجہ کو انکا باپ بناتی تھین۔ ہوشیار مہاراجہ دھوکے مین تو کیا آنے والا تھا مگر عموماً وہ ان لڑکون کو مسکرا کر اپنا مان لیتا تھا اور پوچھا کرتا تھا کہ ہم پر تقدیر اس قدر مہربان کیون ہے

مہاراجہ نے محل کی مستورات مین سے اکثر مشتبہ حالات کی عورتون کو اپنے بیٹے کھڑک سنگھ اور اپنے پوتے نونہال سنگھ کے پاس بھی بھیجدیا تھا۔ ان ہی مین سے ایک حسین اسیر کنور بھی تھی جو بڑے ظلم سے مہاراجہ کھڑک سنگھ کے مرنے پر زبردستی ستی کی گئی۔

رنجیت سنگھ نے اٹھارہ بیویون سے شادی کی تھی۔ نو سے پورے مراسم کے ساتھ اور نو سے اُسی چادر ڈالنے کے سہل طریقہ کے مطابق جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ ان مین سے چند ہی کا ذکر یہان خاص طور پر کیا جائے گا*

مہتاب کنور سب سے پہلی بیوی تھی ۱۷۸۶ء مین شادی ہوئی اسی شادی کی بدولت رنجیت سنگھ کو سرداری پر عروج ہوا تھا کیونکہ مہتاب کنور کنھیاؤن کے معزز سردار جے سنگھ کی پوتی اور وارث املاک خاندان تھی۔ اُسکی مان سدا کنور جو بیوہ تھی واقعی بڑی دانشمند

* مہاراجہ رنجیت سنگھ اور اُسکے بیٹے اور پوتے اور وارثون کی سب اصلی اور فرضی بیویون اور بچون کی تفصیل کتاب "دی پنجاب چیفس" (سرداران پنجاب) مین ملیگی۔

عورت تھی۔ اُس نے سمجھ لیا کہ میری بیٹی کی یہ توقیر اسی طرح قائم رہ
سکتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کا ایک وارث بھی پیدا کر دے۔ چنانچہ
جس زمانہ مین مہاراجہ کسی مہم پر باہر گیا ہوا تھا ایک لڑکا منگا کر اپنی بیٹی
کا لڑکا مشہور کر دیا۔ یہ لڑکا ایشر سنگھ نام صرف ڈیڑھ برس زندہ رہ کر مر گیا۔
سدا کنور نے بھی اپنے جی مین یہ ٹھہرا لی کہ اب کی دفعہ توام لڑکے پیدا کرنے
چاہئین۔ جب ۱۸۰۷ء مین رنجیت سنگھ این روے ستلج والی مہم پر روانہ ہوا
تو یہ خبر مشہور ہوئی کہ مہتاب کنور حاملہ ہے۔ جب مہاراجہ واپس آیا تو
دونون توام لڑکے اُسکے سامنے پیش ہوئے۔ ایک تو کسی چھیپی سے
خریدا گیا تھا اور دوسرا مائی سدا کنور کے گھر کی ایک لونڈی کے پیٹ سے
تھا۔ رنجیت سنگھ نے پہلے تو ان بچون کو اپنا بیٹا ماننے سے انکار کیا مگر
سال آیندہ جب این روے ستلج والے مسئلہ کے متعلق انگریزون سے
لڑائی ہونے کا اندیشہ ہوا تو اُس نے یہی مناسب سمجھا کہ اپنی خطرناک
ساس کو راضی کرے کیونکہ رام گڑھیے سردار سب اسی کی طرف تھے
چنانچہ اُسنے دونون لڑکون کو بیٹا بنا لیا اور اُنکو اپنے فرزند کے طور پر رکھنے
لگا اور کنور کے لقب سے سرفراز کیا۔ اُنمین سے ایک تارا سنگھ تو بالکل

مخبوط الحواس تھا۔ دوسرا شیر سنگھ البتہ بڑا ہو کر بہت وجیہ اور بہادر مگر بیوقوف نکلا۔ اور نونہال سنگھ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔ مگر سنہ ۱۸۴۳ء مین سندھنوالیہ سردارون کے ہاتھ سے مارا گیا۔

مہاراجہ کی دوسری بیوی راج کنور نکئی سردار رام سنگھ کی بیٹی تھی۔ سنہ ۱۷۹۸ء مین شادی ہوئی۔ چار برس بعد اُسکے بطن سے کھڑک سنگھ پیدا ہوا حرامی حلالی بیوی کا یا لونڈی کا غرض جو کچھ تھا رنجیت سنگھ کے یہی ایک لڑکا ہوا۔ کھڑک سنگھ بغیر کسی مخالفت کے اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ اسکی عقل کمزور تھی اور بالکل اپنے بیٹے اور سازش کرنیوالے راجگان جمون کی ہاتھون مین تھا۔ آخرکار یہی راجگان جمون جب اپنا کام اُس سے نکال چکے تو زہر دیکر اُسکے قاتل بن گئے۔ اور نونہال سنگھ اپنے باپ کی نعش کو جلا کر واپس آرہا تھا کہ راستہ مین قتل کر ڈالا گیا۔

اور بیویان کچھ ایسی بڑی نہ تھین۔ اُن مین سے ایک جس سے مہاراجہ نے پورے رسوم کے ساتھ بڑی دھوم دھام کے ساتھ سنہ ۱۸۳۲ء مین شادی کی تھی شہر امرتسر کی ایک کنچنی گل بیگم نامی تھی

سنہ ۱۸۰۶ع مین کہ ابھی مہاراجہ بہت کم عمر تھا ایک اور پیشہ کرنیوالی
کنچنی موران نامی نے اُسکے مزاج مین بہت درخود پیدا کرلیا تھا۔ اور
رنجیت سنگھ کو اُس مین مطلق شرم نہ تھی کہ ہولی کے زمانہ مین خوب
شراب پیے ہوے موران کو بغل مین لیکر ہاتھی پر سوار باہر نکلتا تھا
اس کسبی کو فیروزپور مین جاگیر عطا ہوئی۔ اور اُس نے مقام مذکور پر
تسلط کرنے کے واسطے فوج بھی بھجوائی مگر ناکام رہی ایسٹ انڈیا
کمپنی کی نقل مین کہ ہندوستان والون کا عام طور سے یہ خیال تھا کہ
کمپنی مذکور کوئی عورت ہے اس کسبی کا نام اور تصویر سکون پر کندہ
کی گئی۔

مہاراجہ کے مرنے کے بعد ایک اور عورت نے بڑا نام پیدا کیا یاون
کہیے کہ بہت بدنام ہوئی۔ وہ عورت جندن نامی تھی جو مہاراجہ دلیپ سنگھ
کی ماں مشہور تھی۔ جندن محل کے ملازمون مین سے ایک سوار منا سنگھ
نامی کی بیٹی تھی۔ ناچنے اور نقلین کرنے مین کمال رکھنے کی وجہ سے
بڈھے مہاراجہ کی توجہ اُسکی طرف ہوئی اور زنانہ مین داخل کرلی گئی
وہان اُسکی کھلم کھلا آشنائیون نے دربار لاہور کے سبھی بدچلن لوگون

کو بھی حیرت مین ڈال دیا۔ گلُو نامی ایک ذلیل پانی بھرنے والا عام طور
سے دلیپ سنگھ کا باپ مانا جاتا تھا۔ بہر حال مہاراجہ رنجیت سنگھ ہر گز
دلیپ سنگھ کا باپ نہ تھا۔ کیونکہ مہاراجہ مذکور اُسکی پیدائش سے کئی
سال پہلے سے مفلوج ہو چکا تھا۔ اور نہ مہاراجہ مذکور کی باضابطہ
یا بے ضابطہ شادی جندن سے ہوئی تھی۔ بہت سے لوگ تو یہ کہتے تھے
کہ دلیپ سنگھ جندن کے پیٹ کا ہے ہی نہین۔ بلکہ اس وجہ سے اُسکو
محل مین پہونچا دیا ہے کہ گلاب سنگھ و دھیان سنگھ راجگان جمّون کی
چال چل جائے کہ اُنکو ایک لڑکے کی ضرورت اس غرض سے تھی
کہ جب مہاراجہ کے اور سب اصلی یا مشہور وارث ختم ہو جائین تو اُسکو
وارث بنا کر کھڑا کر دین۔ اور یہ بات تو یقینی ہے کہ جندن اور یہ لڑکا کچھ
عرصہ تک جمّون مین بحفاظت رکھے گئے اور جب موقع مناسب آیا
اُس وقت پیش کیے گئے۔ بہر حال اُسکی اصلیت چاہے جو کچھ
ہو شیر سنگھ کے بعد جو ایسی بدعملی ہوئی کہ سب معاملات اُلٹے ہو گئے تو
جندان نے اپنے آخری آشنا راجہ لال سنگھ کے ساتھ بڑے بڑے
کامون کے جوہر دکھلائے اور زیادہ اُسکی بدکاریون اور اُسکے

نالائق آشنا کے باعث ستلج والی لڑائی چھڑی اور سکھون کی سلطنت تباہ ہوئی۔ جب انگریزی فوج لڑائی کے بعد لاہور مین پہونچی ہے تو دلیپ سنگھ نو برس کا لڑکا براے نام مہاراجہ تھا۔ اور چونکہ اُس وقت کی حالت پر نظر کرکے یہی مناسب تھا کہ اُسی کو مہاراجہ مانا جائے اور اُس ملک کے واسطے جسکو اُس زمانہ مین سرکار انگریزی ضبطی مین لانا نہین چاہتی تھی ایک براے نام فرمانروا کی ضرورت بھی تھی اس لئے یہی لڑکا جو خادم اور پانی بھرنے والے کا بیٹا مشہور تھا شہر پنجاب کے تخت پر بٹھلا دیا گیا۔ ہمیشہ گردش مین رہنے والی تقدیر کو اس انقلاب پر ہنسی ضرور آئی ہوگی۔

چھٹا باب

رنجیت سنگھ کا دربار

مہاراجہ نے جو لڑائیان لڑین اور جو راج ضبط کیے اُن کے روکھے پھیکے حالات مین انگریز ناظرین کو بہت کم دلچسپی ہوگی - اُنکو تو یہ دریافت کرنے کا شوق ہوگا کہ یہ مہاراجہ کس قماش کا آدمی تھا کن ترکیبون اور ذریعون سے وہ اس حیرت انگیز عروج کو پہونچا اور اُسکے سردار کس طرح کے لوگ تھے - اس باب مین یہ کوشش کیجائیگی کہ مہاراجہ کے خاص خاص درباریون کی تصویرین ناظرین کے پیش نظر کیجائین - اُن مین سے بعض تصویرین میری اُس زمانہ کی کھینچی ہوئی ہین جب کہ صاحبان تصاویر خود زندہ تھے - باقی تصویرین مین نے اُن سچے حالات سے مرتب کی ہین جو مجھکو صاحبان تصویر کی اولاد دیلا جاتا

سے بہم پہونچی ہین*

مہاراجہ کی ہوشیاری اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ وہ اپنے ماتحتون کے پچھلے حالات کا مطلق خیال نہ کرتا تھا۔ جب تک کوئی شخص میدان جنگ مین آیا محکمہ وزارت مین اُسکی خدمت اچھی طرح انجام دیے جاتا تھا وہ اُس پر بھروسہ رکھتا تھا اور خدمت کا صلہ دیتا تھا۔ جب اُسکو یہ معلوم ہوجاتا تھا کہ یہ شخص بھروسہ کے قابل نہین رہا یا جس کام کے واسطے تجویز ہوا تھا اُس مین نالایق ثابت ہوا تو فوراً بہت حقارت کے ساتھ اُسکو علیحدہ کر دیتا تھا۔ اُسکی حقارت اس درجہ بڑھی ہوئی ہوتی تھی کہ وہ ایسے مجرم کو اس قابل بھی تو نہ سمجھتا تھا کہ اُسکو کوئی سزا دے مگر عام طور سے مہاراجہ کی زندگی پر اُس زمانہ سے نظر کیجے جبکہ وہ ۱۸۱۸ع مین تسخیر ملتان کے بعد اپنی سلطنت اچھی طرح جما چکا ہے تو آپ کو یہ دیکھکر حیرت ہو گی کہ کس وفاداری کے ساتھ اُسکے نوکرون نے اُسکی خدمت انجام دی اور کس قدر معدودے چند ملازم ایسے نکلے جو اُس سے منحرف ہوے ہون۔ یہ البتہ صحیح ہے کہ بغاوت یا نمکحرامی مین نفع

* دیکھو کتاب "دی پنجاب چیفس" (سرداران پنجاب)۔

زیادہ نہ تھا کیونکہ سلطنت کے ہر محکمہ مین برابر رشوت کا بازار گرم تھا۔ اہلکار سرکاری خزانہ مین حق سرکار پورا جمع کردین پھر چاہے جتنا کسانون سے لوٹین۔ ظلم کی انتہا یہ ہوتی تھی کہ رعایا مقابلہ کرنے لگی کیونکہ پنجابیون کے خون مین گرمی بہت ہے اور جب ظلم ایک خاص درجہ کو پہونچ جاتا ہے تو ضرور مقابلہ کی نوبت آجاتی ہے۔ جاٹ سکھ یا ضلع جہلم کے مسلمان کبھی سرکاری عہدہ دارون کے اُس خاص مقدار سے زیادہ وصول کرنے کے متحمل نہین ہوتے جو معمولی سمجھی جاتی ہے اور مدتون سے اُنکو ملتی چلی آئی ہے۔ جب اُس سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کی گئی تو اُنکے سردار اور اُسکے سب مقتدیون نے فوراً تلوارین کھینچ لین اور بڑی سخت مصیبت کا سامنا ہوا۔

سکھ سردارون کو جنگی خدمت کی شرط پر جاگیرین مل گئی تھین۔ اور یہ لوگ اپنے ذاتی ملازمون کو بھی مسلح رکھتے تھے اور اپنے اپنے علاقہ مین شاہانہ شوکت کے ساتھ رہتے تھے۔ اکثر سردارون کو صوبون کا انتظام بھی سپرد تھا۔ مگر انتظام کے معنے اُس زمانہ مین اسی قدر تھے کہ مالگزاری سرکاری وصول کردی جائے۔ یہ سب کام روپیہ

قرض دینے والے مہاجن اور برہمن گماشتہ اراضی پر ڈال دیا جاتا تھا۔ سکھ سردار اپنی ذمہ داری سے ان لوگونکو منتقل کر دیتے تھے اور خود ایک رقم کثیر اپنی کمیشن کے طور پر کاٹ لیتے تھے اصل مالک اسکی کچھ پوچھ گچھ نکرتا تھا کہ کیا کمیشن کاٹا گیا۔ ہندوستان کی بعض باجگزار ریاستون کی اب بھی وہی حالت ہے جو اُس زمانہ مین پنجاب کی تھی ستونی مہاراجہ سیندھیا کی عطا کی ہوئی بڑی بڑی جاگیرین اُسکے درباریون کے نام ہین۔ جاگیردار کبھی جاگیر پر نہین گئے۔ صرف اتنا کہدیا کہ محاصل گوالیار بھیجدیا جایا کرے ان دور دراز جاگیرون مین ظلم اور شرارت عام بات تھی۔ اور چونکہ مالی اور عدالتی اختیارات ایک لالچی برہمن یا بنیہ کے ہاتھ مین ہوتے تھے جسکی برائے نام تنخواہ مقرر ہوتی تھی اس لیئے انکی ہر طرح چاندی ہوتی تھی ادھر اپنے مالکون کا روپیہ تغلب کرتے تھے اُدھر رعایا کو دونون ہاتھون سے لوٹتے تھے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ اوہام باطل کا قائل تھا۔ مگر مذہبی آدمی نہ تھا لڑکپن کی شرارتون اور جوانی کے جنگی کامون سے اُسکو نہ کبھی اسکی فرصت ملی اور نہ اُسکو کبھی رغبت ہوئی کہ گرو نانک کے علم الٰہیات

کی باریکیون کو سمجھے یا گرو گوبند سنگھ کے دقیق احکام کی پابندی کرے۔
یہ شخص محض ابن الوقت تھا اور اُن ہی اصولون کو پسند کرتا تھا جن
سے اُسکو اُن جاٹون پر پورا اختیار حاصل کرنے کا موقع ملے جن
پر وہ فرمان روا تھا۔ جب موقع دیکھتا تھا تو سکھ مندرون مین بڑے
بڑے بڑے چڑھاوے چڑھاتا تھا اور پوجاریون کو بڑے بڑے دان
دیتا تھا۔ بہت بڑے بڑے مذہبی پیشوا بابا اور بھائی لوگ اُسکے دربار
مین معزز عہدون پر ممتاز تھے۔ اور یہ مقدس لوگ بھی جو زیادہ سے
زیادہ ادھورے تعلیم یافتہ ہوتے تھے اور نانک کے باریک اصولون
کے سمجھنے سے ایسے ہی قاصر ہوتے تھے جیسے کہ آج کل کے
سکھ علما مین چونکہ تنخواہین معقول پاتے تھے کچھ مذہب کی سخت
پابندی پر اصرار نکرتے تھے۔ سکھ مذہب کی بڑی کوشش یہ تھی کہ
مذہب اسلام کو مٹایا جاے اور مسلمانون کو سلام کرنا یا اُن سے
ملاقات رکھنا یا کسی شرط سے اُن سے صلح کرنا جائز نہین رکھا گیا
تھا۔ مگر مہاراجہ کے وزیرون مین کئی آدمی اسی منحوس مذہب کے
تھے۔ گرو گوبند سنگھ نے برہمنون کو بھی نوکر رکھنے کی صریح ممانعت

کی تھی کیونکہ ہندوؤن کے اس معزز فرقہ نے اسوجہ سے اُسکو ذات سے
خارج کر دیا تھا کہ وہ اُنکی حکومت کو نہ مانتا تھا۔ باوجود اسکے جمعدار
خوشحال سنگھ راجہ تیج سنگھ راجہ صاحبدیال راجہ دیا رام دیوان جودھیا پرشاد
پنڈت شنکر ناتھ اور اور بہت سے دربار کے بڑے بڑے عہدہ دار برہمن
تھے۔ مہاراجہ کی یہ بے تعصبی کسی روشن خیالی کے باعث نہ تھی
بلکہ زیادہ تر بے پروائی اور خودغرضی کے باعث تھی۔ اور اُسی پر کیا
منحصر ہے ہر زمانہ اور ہر ملک مین بے تعصبی کی بنیاد ان سے زیادہ
قومی اصولون پر نہین ہوتی۔ تعصب مذہب کے پُرجوش اعتقاد سے
پیدا ہوتا ہے۔ اور جہان شک آیا جوش مذہبی کا خاتمہ ہوجاتا ہے اور
حرارت دینی کی تیزی کم ہوجاتی ہے۔ بہرحال اُسکی وجہ چاہے جو
کچھ رہی ہو مہاراجہ کی آزادہ روی کا اثر اُسکے انتظام پر بہت اچھا پڑا
اور اور سکھ ریاستون نے بھی فوراً اُسکی تقلید شروع کردی۔ آج کل
کے زمانہ مین اُس پرانے تعصب کی کوئی علامت نہین پائی جاتی
جسکا گرو گوبند سنگھ حامی تھا۔ اور جو ایسا ہی خطرناک تعصب تھا جیسا
کہ اسلام کا تھا۔ اِین روے ستلج کی سب سے بڑی سکھ ریاست پٹیالہ

تین سلطنتون سے دو مسلمان حضرات خلیفہ سید محمد حسن اور خلیفہ
سید محمد حسین بڑی خوبی کے ساتھ مدار المہام اور سکرٹری خارجیہ کے
عہدون کا کام انجام دے رہے ہین اور کسی دیسی ریاست مین
اُن سے زیادہ قابل دیانت دار اور باکمال افسر نہین ہین۔ کپورتھلہ
و جنیدہ و نابھا کی سکھ ریاستون مین بھی اسی مذہب کے عہدہ دار بڑے
بڑے عزت اور ذمہ داری کے عہدون پر ممتاز ہین۔ برہمنون کی
نسبت تو اُس مین بھی کلام ہے کہ گرو گوبند سنگھ کے قواعد کبھی بھی
ایک نیک صلاح سے زیادہ وقعت ہوئی ہو۔ کیونکہ جو لوگ ایک دفعہ
ہندو مذہب کے مطیع ہو چکے تھے اُنکی گردنون پر اسکا بار بدستور قایم
رہا اور بیباک سے بیباک سکھ بھی کھلم کھلا برہمنون کے تقدس کے اُس
خیال کو نہین مٹا سکتے تھے جو عوام کے دلنشین ہو چکا تھا۔ لیکن سکھ
مذہب کے احکام مین تاکید چاہے جو کچھ رہی ہو یہ بات ناممکن محض
تھی کہ ایسا مرکب انتظام بغیر مسلمانون اور برہمنون کے چل سکتا
کیونکہ ان ہی دو فرقون مین موروثی قابلیت کارفرمائی کی پائی جاتی تھی
جمہور کی یہ راے ہوا کرے کہ سب کی عقل برابر ہوئی ہے اور سب

کی عقل سے سلطنت کرنی چاہیے مگر یورپ اور امریکہ کی جمہوری سلطنتون سے تو اس راے کی تکذیب ہوتی ہے۔ اس مین شک نہین کہ حکمرانی ایک ایسا ہنر ہے کہ بعض لوگ جو خاص جوہر خداداد رکھتے ہون اُس مین اپنی خوبی دکھلا سکین مگر بالعموم یہ ہنر بہت محنت اور جانکاہی سے سیکھا جاتا ہے۔ اور موروثی قابلیت اور خاندان مین حکمرانی کا رہنا سیکھنے والے کے بہت ممد ہوتے ہین اور ان ہی پر اُسکی کامیابی منحصر ہوتی ہے۔ اب دیکھیے کہ رنجیت سنگھ کے زمانہ مین موروثی قابلیت حکومت کی صرف برہمنون اور مسلمانون مین پائی جاتی تھی۔ یہ موجودہ نظام ہندو مذہب کا برہمنون ہی کا قائم کیا ہوا ہے۔ ان لوگون نے بڑی چالاکی یہ کی کہ بادشاہی کی مخدوش عزت تو لڑنے والے فرقہ کے حوالہ کر دی اور اصلی اختیار اپنے ہی ہاتھ مین رکھا۔ یہ لوگ روحانیات مین فرمانرواؤن کے سالک اور دنیاوی معاملات مین اُنکے مشیر ہوتے تھے۔ اِنکے اختیار کے آگے فرمانروا کو بھی دبنا پڑتا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ راجہ راج کرتا تھا اور یہ حکمرانی کرتے تھے۔ یہی حال مسلمانون کا تھا کئی صدیون سے

یہ لوگ حملے اور ملک گیری کرتے آئے تھے اور ہندوستان مین سلطنت کر رہے تھے۔ اور اگرچہ اُن ہندو راجاؤن کی طرح جنکو نکال کر خود دخیل ہوئے تھے مسلمان بھی برہمنون کو الگ نہین کر سکے تاہم قدرتی طور پر مسلمان بادشاہون کے ملازم زیادہ تر اسپشہی مذہب کے لوگ تھے جو حملہ آور فوج کے ساتھ آئے تھے یا اُس کے سردارون اور اہلکارون کی اولاد مین تھے۔ اور اکثر ہندو جو نومسلم ہوکر اچھے اچھے عہدون پر مامور ہو گئے تھے ہندو قوم کے سب سے زیادہ عقلمند لوگون مین سے تھے کیونکہ فاتح کے مذہب کو قبول کر لینا صریح ثبوت اعلیٰ درجہ کی ہوشیاری کا ہے۔

ان قومون کی مدتون کی تربیت سے حاصل کی ہوی عقل کا غریب جاٹ کسان کیا مقابلہ کر سکتے تھے کہ وہ عقل مین اپنے بھینسون کے برابر تھے۔ ملکی چالون اور تیز عقلون کے جھگڑون سے جو دربار مین ہوا کرتے ہین اُنکو کوئی لگاو ہی نہ تھا۔ وہ بس اسی قابل تھے کہ سیدھا سیدھا کھیت جوت لین اور لڑ لین۔ عقل و فراست مین اُنکو مسلمانون اور برہمنون سے وہی نسبت

تھی جو گدھے کو گھوڑے سے ہوتی ہے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ اس مسئلہ
کو اپنے زمانہ کی ابتدا ہی مین سمجھگیا تھا۔ سنہ ۱۸۱۱ء مین سردار فتح سنگھ
کالیانوالہ نے بھی کہ جس کا ذکر اوپر آچکا ہے اُس وقت مین کہ وہ
نرائن گڑھ کے ناکام حملہ مین زخمی ہوکر بستر مرگ پر پڑا ہوا تھا مہاراجہ کو یہی
بات پھر سمجھائی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ سردار ندکور نے صلاح دی تھی کہ کسی
جاٹ سکھ کو دربار مین کسی اختیار کے عہدہ پر مقرر نہ کرنا بلکہ اُسکو لڑائی
ہی کے کام پر رکھنا۔ یہ قصہ سچ ہو یا جھوٹ مگر اس مین شک نہین کہ
مہاراجہ اسی اصول پر کاربند رہا۔ اسکے سب سے زیادہ بہادر افسر اور
سپہ سالار جاٹ تھے اور اُسکے مشیر اور صلاح کار برہمن راجپوت اور
مسلمان بلکہ دیوان ساون مل کے سے کھتری بھی تھے۔ جو حالت اُس
زمانہ مین تھی وہی اب تک قائم ہے۔ انگریزی عملداری کو بھی دو پشتین
ہوچکین مگر جاٹ سکھون کی حالت مین کوئی بڑا فرق نہین آیا۔ یہ لوگ
اب بھی تعلیم سے گھبراتے ہین اور کند ذہنی اور عادات وخیالات کی
سادگی کی وہی حالت ہے جو اُس زمانہ مین تھی جبکہ رنجیت سنگھ نے
چند سال کے واسطے اُنکی ایک طرح کی قوم سے بنادی تھی۔

جو غیر ملکوں کے لوگ مہاراجہ کے دربار مین جاتے تھے انکو مہاراجہ
کے دربار مین سب سے زیادہ ممتاز شکل فقیر عزیزالدین وزیر خارجیہ کی نظر
آتی تھی۔ وہ اور اُس کے بھائی نورالدین اور امام الدین بخارا کے ایک
بڑے معزز خاندان سے تھے۔ اور اب تک اس ملک مین اُس خاندان
کے بہت سے لوگ آباد ہین۔ اُسکا باپ غلام محی الدین بہت حاذق
طبیب تھا۔ سنہ ۱۷۹۹ء مین لاہور کے بڑے طبیب نے جس کے پاس
عزیزالدین پڑھتا تھا اُس نوجوان کو رنجیت سنگھ کی خدمت مین متعین کر کے
بھیجدیا۔ اُس زمانہ مین لاہور فتح ہو چکا تھا اور مہاراجہ کو آشوب چشم
کی خلش تھی۔ اس نوجوان نے کچھ ایسی توجہ اور حذاقت سے علاج
کیا کہ مہاراجہ کو اُسکی طرف توجہ ہو گئی۔ عزیزالدین کو کئی گانون جاگیر مین
عطا ہوئے اور مہاراجہ کا طبیب خاص مقرر ہو گیا۔ پھر جیسی جیسی
رنجیت سنگھ کی عملداری اور دولت بڑھتی گئی ویسے ہی عزیزالدین کی
جاگیر مین بھی اضافہ ہوتا گیا۔ یہ عزیزالدین ہی کی عاقلانہ رسوخ کا اثر
تھا کہ رنجیت سنگھ اُس زمانہ مین انگریزون سے لڑنے سے باز رہا جبکہ
سنہ ۱۸۰۹ء مین اُنھون نے پہلی مرتبہ اُسکی فتوحات کو ستلج کے شمال تک

محدود کر کے اسکے زور کو روکا تھا۔ مہاراجہ کو عزیزالدین کی اس دانشمندانہ صلاح سے اسقدر وثوق بڑھگیا کہ پھر اُسنے کوئی بڑا کام بغیر اُسکے مشورہ کے نہین کیا۔ جو معاملات یوروپین لوگون اور سرکار انگریزی سے متعلق ہوتے تھے اُن مین عزیزالدین خاص طور پر شریک کیا جاتا تھا اور یہ اُسی کی روشن خیالی اور نیک صلاحون کا نتیجہ تھا کہ مہاراجہ کی سلطنت کے زمانہ دراز مین برابر اُسکی اور سرکار انگریزی کی دوستی قائم رہی۔ مہاراجہ کو اُسکی خلوص نیت پر اسقدر بھروسہ ہوگیا تھا کہ اپنی ساری فوج لیکر دور دراز مہمون پر چلا جاتا تھا اور فقیر کو مع چندار دلیون کے لاہور کی حفاظت کے واسطے چھوڑ جاتا تھا۔ عزیزالدین کبھی کبھی جنگی خدمت پر بھی مامور ہوتا تھا۔ اور جب کبھی کوئی خاص سفارت بھیجی ہوتی تھی جیسے سنہ ۱۸۳۱ع مین لارڈ ولیم بنٹینک کے پاس اور سنہ ۱۸۳۵ع مین امیر دوست محمد کے پاس بھیجی گئی تھی تو فقیر ہی ہمیشہ اس کام کیواسطے انتخاب کیا جاتا تھا کیونکہ بات کا موقع و محل دیکھنے کی قابلیت اُس مین خاص تھی۔ جب گورنر جنرل اور مہاراجہ سے سنہ ۱۸۳۱ع مین مقام روپڑ تاریخ مین یادگار رہنے والی ملاقات ہوئی ہے جو زر بفت والی ملاقات

کے نام سے مشہور ہے اور نیز جب دیسی ہی عظیم الشان اور قابل
یادگار ملاقات لارڈ آکلنڈ سے ۱۸۳۸ء مین بمقام فیروزپور ہوئی ہے
تو بشیتر حصہ کامون کا فقیر عزیزالدین کے سپرد ہوا تھا۔ یہ شخص رنجیت سنگھ
کے درباریون مین سب سے زیادہ قابل اور بلاشبہہ سب سے زیادہ
دیانت دار آدمی تھا۔

عزیزالدین ایسی تسخیر کرنے والی طبیعت کا آدمی تھا اور دربار کے
اداب سے ایسی کامل واقفیت رکھتا تھا کہ بہت کم لوگ ایسے ہون گے
جو کھلم کھلا اُسکے دشمن رہے ہون۔ اگرچہ اس مین شک نہین کہ
بہت سے آدمی دل مین اُس کے رسوخ پر ضرور حسد کرتے ہون گے
ایک وجہ اُسکی ہر دل عزیزی کی یہ بھی تھی کہ باوجودیکہ وہ ہندو دربار
کا مسلمان وزیر تھا اُس کا طریقہ ہمیشہ بہت آزادانہ رہا۔ وہ صوفی
مشرب تھا۔ اس مشرب والون کو غالی مسلمان تو کافر ہی سمجھتے ہین
مگر مشرق کے سب اعلی درجہ کے حکیم اور شاعر اسی مشرب کے
گزرے ہین۔ اُسکو قرآن کے خشک مسائل کی طرف رغبت نہ تھی۔
اور وہ سب مذہبون کی یکسان تعظیم بھی کرتا تھا اور سب سے بےپروا

بھی تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رنجیت سنگھ نے اُس سے پوچھا کہ تمہارے
نزدیک ہندوؤن کا مذہب بہتر ہے یا مسلمانون کا۔ اُس نے جواب
دیا کہ "میری مثال اُس آدمی کی سی ہے جو ایک بڑے دریا کے بیچون بیچ
مین بہتا چلا جاتا ہو۔ مین خشکی کی طرف دیکھتا ہون تو دونون کنارون
مین کوئی فرق نہین پاتا"۔ یہ شخص اپنے زمانہ مین لسانی مین فرد تھا
اور جیسا تقریر مین بے بدل تھا ویسا ہی تحریر مین بھی اپنا ثانی نہ رکھتا تھا
اُسکے لکھے ہوئے فرامین مشرقی طرز تحریر مین انشاپردازی اور بلاغت
کے اعلا درجہ کے نمونہ سمجھے جاتے ہین۔ وہ علوم مشرقی کی سب شاخون
کا ماہر تھا اور علم کا جوہری اور فیاض قدردان تھا۔ اُس نے اپنے
صرف سے لاہور مین ایک بڑا مدرسہ عربی اور فارسی کی تعلیم کے واسطے
جاری کیا تھا۔ گزشتہ نسل کے عربی علما و فضلا اسی مدرسہ کے
تعلیم پائے ہوئے تھے۔

عزیزالدین کی شاعری بھی اعلی درجہ کی تھی۔ اُسکی فارسی نظم جو
تصوف کے رنگ مین ڈوبی ہوی ہے بہت پرلطف ہے اور اُسمین
سلاست اور سادگی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ چند ابیات کا ترجمہ

نذر ناظرین کیا جاتا ہے کہ اس سے صوفیانہ شاعری کے رنگ کا انداز
معلوم ہو سکے گا۔ وہو ہذا۔
"اگر دنیا کو غور کی نظر سے دیکھو تو چلتی پھرتی چھانون معلوم ہو گی
جب تم مین کچھ کر سکنے کی قدرت ہی نہین ہے تو ناحق کی خواہشون
سے کیون اپنے آپ کو پریشان کرتے ہو۔ اپنے تئین بھول جاؤ اور
اپنے سب کام کارساز حقیقی کے حوالہ کر دو اور اُسی پر پورا بھروسہ رکھو
صبر کے ساتھ اُس وقت کے منتظر رہو کہ اُسکی رحمت تم پر نازل ہو
اور جو کچھ اُس نے تمکو دے رکھا ہے اُس کا شکر کرو۔ دنیاوی مشاغل
کی آوازون سے اپنے کان بند کر لو اور خدا کا نام لیکر مگن رہو اور
اُسکے رحم کے امیدوار رہو۔ اگر مین بے دھیانی مین اپنا ذکر کر جاؤن
تو عقلا مجھے بھی بت پرست سمجھین گے۔ جو عاقل ہین اور عقل سلیم
رکھتے ہین وہ جانتے ہین کہ انسان فانی کی خودی سراسر حماقت تھی
مانا کہ سہراب اور زال اور رستم پر فتح پائی مگر آخر کار تمہاری یا ہماری ہستی
ہی ہے جیسے پانی کے بلبلے کی ہوتی ہے۔ یہ خیال خام ہے کہ تمہاری
عقل جو مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہے اُسکی کنہ کا ادراک کر سکے

پس آزادی کا دم بھرنا خوب ہے کیونکہ ہم جانتے ہین کہ ہر چیز خدا کی محتاج ہے"

فقیر عزیز الدین کے نفیس اداب اور اُسکے خوشامد اور توصیف کے مبالغے دیکھکر غیر ملک والون کو حیرت ہوتی تھی کہ لاہور کے اُجڈ دربار مین ایسا شخص کہان سے آیا۔ بخارا اور دہلی کے اسلامی دربارون کے دایرون مین تو یہ باتین عام تھین مگر ایک ناخواندہ سکھ سردار کے دربار مین ایسا پاس آداب رکھنے والا وزیر ضرور حیرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہوگا۔ بیرن چارلس ہوگل جس نے ۱۸۳۵ء مین پنجاب کا سفر کیا تھا اور جسکے وقایع سیاحت سے پنجاب کی ضبطی سے پہلے کے بہت دلچسپ حالات معلوم ہوتے ہین اُسکے دل پر اس فقیر نے خاص اثر پیدا کیا تھا اور اُس نے بہت سی مثالین اُسکی مرصع تقریر کی اپنے سفرنامہ مین لکھی ہین۔ جب مہاراجہ اور اُس یوروپین مہمان سے ملاقات ہوئی ہے تو حسب معمول درمیانی کا کام عزیز الدین نے کیا تھا اور بیرن موصوف جسکی قابلیت اور کمال نے مہاراجہ کو حیرت مین ڈال دیا تھا عزیز الدین کی تقریر کو

نذر ناظرین کیا جاتا ہے کہ اس سے صوفیانہ شاعری کے رنگ کا انداز
معلوم ہوسکے گا۔ وہوا ہذا۔

دو اگر دنیا کو غور کی نظر سے دیکھو تو چلتی پھرتی چھانون معلوم ہو گی
جب تم مین کچھ کرسکنے کی قدرت ہی نہین ہے تو ناحق کی خواہشون
سے کیون اپنے آپ کو پریشان کرتے ہو۔ اپنے تئین بھول جاؤ اور
اپنے سب کام کارساز حقیقی کے حوالہ کردو اور اسی پر پورا بھروسہ رکھو
صبر کے ساتھ اُس وقت کے منتظر رہو کہ اُسکی رحمت تم پر نازل ہو
اور جو کچھ اُس نے تمکو دے رکھا ہے اُس کا شکر کرو۔ دنیاوی مشاغل
کی آوزون سے اپنے کان بند کرلو اور خدا کا نام لیکر مگن رہو اور
اُسکے رحم کے امیدوار رہو۔ اگر مین بے دھیانی مین اپنا ذکر کر جاؤن
تو عقلا مجھے بھی بت پرست سمجھین گے۔ جو عاقل ہین اور عقل سلیم
رکھتے ہین وہ جانتے ہین کہ انسان فانی کی خودی سراسر حماقت تھی
مانا کہ سہراب اور زال اور رستم پر فتح پائی مگر آخرکار تمہاری پائمالی ایسی
ہی ہے جیسے پانی کے بلبلے کی ہوتی ہے۔ یہ خیال خام ہے کہ تمہاری
عقل جو مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہے اُسکی کنہ کا ادراک کرسکے

پس آزادی کا دم بھرنا خوب ہے کیونکہ ہم جانتے ہین کہ ہر چیز بندا کی محتاج ہے"

فقیر عزیز الدین کے نفیس اداب اور اُسکے خوشامد اور توصیف کے مبالغے دیکھکر غیر ملک والون کو حیرت ہوتی تھی کہ لاہور کے اُجڈ دربار مین ایسا شخص کہان سے آیا۔ بخارا اور دہلی کے اسلامی درباروں کے دایرون مین تو یہ باتین عام تھین مگر ایک ناخواندہ سکھ سردار کے دربار مین ایسا پاس آداب رکھنے والا وزیر ضرور حیرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہوگا۔ بیرن چارلس ہوگل جس نے ۱۸۳۵ء مین پنجاب کا سفر کیا تھا اور جسکے وقایع سیاحت سے پنجاب کی ضبطی سے پہلے کے بہت دلچسپ حالات معلوم ہوتے ہین اُسکے دل پر اس فقیر نے خاص اثر پیدا کیا تھا اور اُس نے بہت سی مثالین اُسکی مرصع تقریر کی اپنے سفرنامہ مین لکھی ہین۔ جب مہاراجہ اور اُس یوروپین مہمان سے ملاقات ہوئی ہے تو حسب معمول درمیانی کا کام عزیز الدین نے کیا تھا اور بیرن موصوف جسکی قابلیت اور کمال نے مہاراجہ کو حیرت مین ڈال دیا تھا عزیز الدین کی تقریر کو

سنگر کچھ اسطرف کو مائل ہو چلا تھا کہ چھ ہزار روپیہ ماہوار کی شاہانہ تنخواہ پر مہاراجہ کی ملازمت قبول کرلے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیرن موصوف کے دل مین وزیر عزیز الدین کی بہت جگہ ہو گئی تھی حالانکہ اُسکی نشانی فارسی زبان کی ایک معمولی بات تھے۔

سنہ ۱۸۴۲ع مین فیروزپور مین دربار عظیم ہونے والا تھا۔ لارڈ ایلنبرا سے ملاقات کرنیکے واسطے عزیز الدین منتخب ہوا۔ اور اُس نے سکھ سفیر کے گورنر جنرل سے نہ ملنے کو جو بظاہر بدنما معلوم ہوتا تھا اس خوبصورتی اور لیاقت کے ساتھ سنبھالا کہ گورنر جنرل نے بھرے دربار مین یہ کہا کہ یہی شخص دونون سلطنتون کی دوستی کا محافظ ہے۔ اور اپنی جیب خاص سے سونے کی گھڑی نکال کر عطا کی یہ گھڑی مین نے اکثر وزیر موصوف کے لڑکے کے پاس دیکھی ہے کہ وہ کئی سال تک لاہور مین میرا سکرٹری رہا ہے٭ فقیر عزیز الدین نے سکھون کی پہلی لڑائی کی شکست سے کچھ ہی پہلے دسمبر سنہ ۱۸۴۵ع مین وفات پائی۔ مرتے دم تک وہ سکھون کی فوج کے ستلج پر

٭ سید جلال الدین مہر منشی سکرٹریٹ۔

چڑھائی کرنے کی مخالفت کرتا رہا - اور سلطنت انگریزی اور سکھ سلطنت دونون کی آخری خدمت بجالایا افسوس ہے کہ اسکی کوشش فضول ہوئی - اُس کے خاندان والون مین جن مین سے اکثر کو مین جانتا ہون اُسکا بھتیجا شمس الدین اُس سے بہت مشابہ تھا - اب وہ بھی مرگیا - کئی برس تک مجھ سے اور اُس سے بہت دوستی رہی اور مین نے ہندوستان مین اُس سے پسندیدہ عادات اور فارسی زبان مین شُستہ تقریر کرنے والا کوئی نہین پایا - عزیزالدین کے چھوٹے بھائی امام الدین اور نورالدین دونون مہاراجہ کے دربار کے اعلی اراکین مین سے تھے - مگر اُن کی حالت اپنے بڑے بھائی کی سی ممتاز نہ تھی - نورالدین بالخصوص عام طور سے سارے ملک مین وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا سنہ ۱۸۴۶ء والی لڑائی کے بعد جب راجہ لال سنگھ نمکحرامی کے جرم مین معزول ہوا تو جو کونسل آف ایجنسی مہاراجہ دلیپ سنگھ کے زمانہ نابالغی مین انتظام کرنے کے واسطے مقرر ہوئی تھی اُس کا ایک ممبر نورالدین بھی مقرر ہوا تھا - بڑا بھائی دربار مین فقیر صاحب کے لقب سے مشہور

تھا۔ فقیر کا لقب جو اس خاندان والون نے اپنا مایہ ناز سمجھ کر قائم رکھا تھا اُس سے کسیطرح بے زری کا خیال نکیا جائے کیونکہ سب بھائی دولتمند تھے۔ نورالدین دربار مین خلیفہ صاحب کے لقب سے مشہور تھا۔ اور امام الدین رنجیت سنگھ کی سلطنت کے بیشتر حصہ مین مہاراجہ شیر سنگھ کے زمانہ تک گوبندگڑھ کے مشہور قلعہ کا حاکم رہا کہ قلعہ مذکور شہر امرتسر کے اوپر واقع تھا۔

دربار کے دوسر برآوردہ مسلمان نواب سرفراز خان والی ملتان اور اُسکا چھوٹا بھائی ذوالفقار خان تھے۔ یہ دونون اُس پُرانے سردار مظفر خان کے بیٹے تھے جس نے شمشیر بکف اپنے پانچ بیٹون اور بہت سے ہم جماعتون کے ساتھ قلعہ و شہر ملتان کی رنجیت سنگھ کے مقابلہ مین حمایت کرنے مین جان دی تھی۔ مہاراجہ کی کسی فتحیابی مین ایسی مشکل نہ پڑی ہوگی اور کسی لڑائی مین ایسا سخت مقابلہ نہوا ہوگا جیسا کہ اس مین ہوا تھا۔ جب مہاراجہ کا تسلط صوبہ ملتان مین بخوبی ہوگیا تو اُس نے اپنے مغلوب دشمن کے بیٹون کے ساتھ عنایات و مراعات کرکے فیاضی کی داد دی۔ وہ ان لڑکون کو

لاہور لے آیا اور اُنکے وثیقے مقرر کر دیے اور سرکار انگریزی نے اُنکے وارثون کے حق مین یہ وثیقے بدستور جاری رکھے۔

مغلوب مسلمان سردارون مین سے ایک اور شخص لاہور مین رنجیت سنگھ کے درباریون مین نظر آتا تھا۔ یہ خدا یار خان توانا کا لڑکا تھا جس کو رنجیت سنگھ مع اُسکے چچازاد بھائیون کے پچاس توانا سوارون کا افسر کرکے لاہور لایا تھا۔ یہ سوار سب سے زیادہ منچلے تھے اور اُنکی قطع پنجاب بھر مین سب سے نرالی تھی۔ توانا لوگ ہمیشہ سے بانکپن مین مشہور ہین اور انگریزی افسرون کی ماتحتی مین ان لوگون نے خوب خوب کام کیے ہین۔

ایک اور بہت ممتاز صورت مہاراجہ کے دربار مین جمعدار خوشحال سنگھ کی نظر آتی تھی۔ یہ میرٹھ کے ضلع کے ایک برہمن دوکاندار کا بیٹا تھا سترہ برس کی عمر مین تبلاش روزگار لاہور آیا اور دھونکل سنگھ والی رجمنٹ مین جو اُسی زمانہ مین بڑھائی گئی تھی پانچ روپیہ ماہوار پر نوکر ہوا۔ اس نے تھوڑے ہی عرصہ مین مہاراجہ کے ڈیوڑھی والون سے دوستی پیدا کر لی اور رنجیت سنگھ کے ذاتی پہرہ دارون مین

تعینات ہوگیا - یہان آکر اُسکی شب بیداری اور سپاہیانہ بانکپن اور وجاہت کی بدولت مہاراجہ کی نظر التفات ہوگئی - اسکے خاندان والونکی زبانی یہ قصہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ رات کے وقت رنجیت سنگھ بھیس بدل کر باہر گیا جب محل کو واپس آیا تو خوشحال سنگھ کا پہرہ تھا - اُس نے اُسے روکا اور صبح تک پہرہ مین بٹھلاے رکھا - مہاراجہ کو اُسکی یہ شب بیداری ایسی پسند آئی کہ اپنے خاص ہمراہیون مین مقرر کردیا - بہرحال اسکا قصہ چاہے جوکچھ ہو غرض یہ ہے کہ خوشحال سنگھ پر روز بروز مہاراجہ کی نظر عنایت زیادہ ہوتی گئی یہان تک کہ سنہ ۱۸۱۱ع مین جمعدار کا خطاب پایا اور ڈیوڑھی والا مقرر ہوگیا - یہ عہدہ بڑی عزت کا تھا - دربار اور جلوسون کا سب اہتمام ڈیوڑھی والے ہی کے سپرد تھا کوئی شخص چاہے کتنے ہی بڑے مرتبہ کا کیون نہو بغیر اُسکی وساطت کے مہاراجہ سے تخلیہ مین نہ مل سکتا تھا - مگر روزانہ دربار مین سب خاندانی آدمیون اور معزز اہلکارون کے آنے کی عام اجازت تھی -

لاہور مین آنے کے پانچ برس بعد خوشحال سنگھ سکھ ہوگیا اور

اس سنئے مذہب کو اختیار کرنے کے بعد دن دونی رات چوگنی ترقی
ہونی شروع ہوئی اور بہت دولتمند ہوگیا۔ اُسنے مہاراجہ کے مزاج مین
رسوخ پاکر دربار کے سب آنےوالون سے خوب انعام اور رشوتین
لین۔ وہ مختلف جنگی خدمات پر بھی مامور ہوا اور ۱۸۳۲ء مین کنور شیر سنگھ
کی ماتحتی مین حاکم کشمیر مقرر ہوگیا۔ اور صوبہ مذکور مین اُسکے ظلم کی بدولت
گرانی سے قحط کی نوبت پہونچ گئی۔ اس شخص مین کوئی خاص قابلیت
نہ تھی اور اگرچہ یہ کہا جاتا ہے کہ مہاراجہ کو ابتدا مین اُسکی وجاہت ظاہری
کیوجہ سے توجہ ہوئی تھی اُسکی زیادہ عمر کی تصویرون کے دیکھنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی صورت وجیہ سکھ سردارون سے کہین خراب
تھی۔ اس سے دربار والے سب بیزار تھے کیونکہ ہمیشہ ظلم پر کمر باندھے
رہتا تھا۔

اسکا بھتیجا تیج سنگھ بھی اسکے بعد لاہور آیا اور مہاراجہ کی نظر عواطف
سے سرفراز ہوکر راجہ کے مرتبہ کو پہونچا۔ انگریزون سے جو پہلی لڑائی
ہوتی ہے اُس مین تیج سنگھ سکھ فوج کا سپہ سالار تھا اور اُسپر دغابازی
اور بزدلی دونون کے الزام عائد ہوتے ہین۔ مگر سکھ فوج نے مزاج

ایسا شکی پایا تھا اور تیج سنگھ کی سپہ سالاری کا زمانہ ایسا نازک تھا کہ جن لوگون
نے تیج سنگھ کے اس زمانہ کے افعال پر بخوبی غور کیا ہے وہ اُس کو
ان دونوان الزامون سے بری کرتے ہین اور اُسکو صرف کمزور مزاج
اور متلون طبیعت کا آدمی سمجھتے ہین -

لڑنے والے سردارون مین سب سے زیادہ مشہور مہاراجہ کا عزیز
رفیق ہری سنگھ نلوہ تھا جو مثل رنجیت سنگھ کے گوجرانوالہ مین پیدا ہوا تھا
مہاراجہ کے سپہ سالارون مین یہ شخص سب سے زیادہ بہادر ہی نہ تھا
بلکہ ہوشیار بھی تھا - اور جو مہم غیر معمولی وقت کی جاتی تھین اُن مین
ہمیشہ وہی سپہ سالار کرکے بھیجا جاتا تھا سنہ ۱۸۱۸ع مین تسخیر ملتان اُسکے
ذریعہ سے ہوئی اور سال بھر بعد پھر کشمیر کا حملہ اُسی کی سپہ سالاری سے
ہُوا - آگے چل کر وہ کشمیر کا حاکم بھی مقرر ہو گیا - مگر اُس مین انتظام
کا ادّہ بالکل نہ تھا اسوجہ سے رعایا اُس سے ایسی بیزار ہو گئی کہ مہاراجہ
کو مجبور ہو کر واپس بلا لینا پڑا - اسکے بعد وہ پنجاب کی سرحد پر حاکم ہزارہ
رہا اور بالآخر حاکم پشاور ہو گیا اور وہین سنہ ۱۸۳۶ع مین افغانون کے ہاتھ
سے لڑائی مین مارا گیا -

ہری سنگھ نلوہ کے بعد لڑنے والے سرداروں مین عطر سنگھ سندھنوالیہ سب سے زیادہ سربرآوردہ تھا۔ اور اپنی طاقت اور ہمت کی وجہ سے دست و بازوے خالصہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ پنجاب خاص کے اُس ذی مقدرت خاندان سے تھا جس سے خود مہاراجہ کو بھی تعلق تھا۔ سندھنوالیے بڑے جھگڑالو تھے۔ اور عطر سنگھ اور اُس کا بھائی لہنا سنگھ اور بھتیجا اجیت سنگھ سب کے سب اُن سازشون مین بہت پیش پیش رہے ہین جو رنجیت سنگھ کی وفات سے پہلے اور اُسکے بعد عمل مین آئین۔ یہ لوگ تینون راجگان جمون کی طاقت اور اختیار کے مخالف تھے اور سب کے سب سختی کے ساتھ قتل ہوئے۔

راجہ گلاب سنگھ راجہ دھیان سنگھ اور راجہ سچیت سنگھ ڈوگرے راجپوتون کے خاندان سے تھے اور شروع مین بہت معمولی درجہ کے تھے۔ مگر اپنی قابلیت کی بدولت راج کے آخر زمانہ مین بڑے عروج کو پہونچ گئے تھے۔ راجہ دھیان سنگھ منجھلا بھائی مہاراجہ کے زمانہ حیات مین ان تینون مین سب سے بڑا تھا۔ جمعدار خوشحال سنگھ کے بعد ڈیوڑھی کا اہتمام اسی کے سپرد ہوا اور چند

برس تک خاصی مدار المہامی کرتا رہا کیونکہ مہاراجہ اور رعایا کے درمیان
مین وہی واسطہ سمجھا جاتا تھا اور سوائے محکمہ جات خارجیہ و محاصل
سلطنت کے کہ وہ فقیر عزیز الدین اور راجہ دینا ناتھ کے سپرد تھے اور
سب محکمہ عام طور سے اسی کے تحت مین تھے۔ اُسکا بھائی گلاب سنگھ
عموماً جنگی خدمات پر مامور ہوتا تھا۔ مگر جب مہاراجہ نے وفات پائی اور
اُس کا بھائی دھیان سنگھ قتل ہوگیا تو وہ کچھ عرصہ کے واسطے سلطنت
لاہور کا رکن اعظم ہوگیا اور پہلی ستلج والی لڑائی مین سرکار انگریزی کی
خدمات ایسی اچھی طرح انجام دین کہ گورنر جنرل نے اُسکو صوبہ کشمیر
کا خود مختار راجہ کر دیا۔ شاید پنجاب کی تاریخ مین راجہ دھیان سنگھ اور
گلاب سنگھ سے زیادہ خراب آدمیون کی کوئی نظیر نہ ملیگی۔ اُنکی اعلیٰ درجہ
کی لیاقت اور مسلّم بہادری کی وجہ سے اُنکے سخت ظلم اور دغابازی
اور حرص اور سفاکانہ حوصلہ مندی کے دھبّے اُنکے دامن پر اور بھی
زیادہ بدنما معلوم ہوتے ہین۔ تیسرا بھائی سچیت سنگھ سکھ فوج مین سب سے
زیادہ وجیہ شخص تھا اور دربار مین بھی بہت بھلا معلوم ہوتا تھا
اُس مین اپنے بھائیون کی سی قابلیت نہ تھی اور لاہور کے معاملات

ملکی مین اُس نے کوئی اونچا حصہ نہین لیا۔ راجہ ہیرا سنگھ راجہ
دھیان سنگھ کا بھتیجا ایک بہت ہونہار نوجوان تھا۔ وہ اپنے باپ
کی جگہہ مدار المہام مقرر ہوا۔ مگر سکھون کی پہلی لڑائی سے پہلے جو ہنگامے
ہوئے اُن مین وہ بھی مثل اپنے باپ کے قتل ہوا۔

مہاراجہ کی زندگی کے آخر زمانہ مین جو لوگ عروج کو پہونچے اُن مین
راجہ دینا ناتھ سے زیادہ مشہور کوئی نہ تھا۔ اس شخص کا نام ٹیلی رنڈ پنجاب
خوب رکھا گیا ہے۔ اور واقعی اُسکی زندگی اور مزاج کی کیفیت یوروپ
کے اُس مشہور اسٹیٹسمین سے بہت ملتی ہوئی ہے۔ وہ انقلابون
مین بھی سلامت رہا جنمین اُسکے دوستون اور مربیون سب کا خاتمہ
ہوگیا۔ بہت سے خاندان بڑھے اور گھٹے مگر اُن کے زوال پر
بھی یہ شخص بے زوال رہا۔ دینا بھر کی قتل اور خونریزیان ہوئین
مگر اس شخص کی جان کو کبھی کوئی خطرہ نہوا۔ جس زمانہ مین ریاست
مین ضبطی اور بدعملی ڈاکہ زنی کا بازار گرم تھا اُس مین بھی اُسکی
دولت اور اختیارات مین برابر ترقی ہوتی رہی۔ اُسکی دانشمندی
اور پیش بینی کچھ اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ جب اور لوگونکی نظرونمین

پولٹیکل آسمان کا مطلع صاف ہوتا تھا اُسکو آئندہ طوفان کے آثار
نظر آجاتے تھے اور وہ ہارنے والی جماعت یا ڈوبتے ہوے دوست
کا ساتھ چھوڑکر الگ ہو جاتا تھا۔ وہ ملک کا ہمدرد ضرور تھا مگر ملک
کی محبت اپنی محبت سے بڑھکر نہ تھی۔ اُسکو انگریزون سے قلبی نفرت
تھی کیونکہ وہ اُس سے یا اُس کے ملک سے زیادہ قوت والے تھے
مگر چونکہ اپنی غرض متعلق تھی وہ اُنکی اطاعت پر مجبور تھا۔ اسکا وفاداری
کا خیال بھی خاص طرح کا تھا جب تک اپنے اوپر کوئی آنچ نہ آسکے
وہ برابر دوست کا ساتھ دینے کو طیار رہتا تھا۔ اور جب ساتھ چھوڑتا
بھی تھا تو ذاتی خوف سے نہین بلکہ اس اندیشہ سے کہ کہین میری دولت
اور رسوخ پر کوئی زوال نہ آجائے۔ راجہ دینا ناتھ بہادر ضرور تھا
اور اخلاقی ہمت بھی اُس مین اعلیٰ درجہ کی تھی۔ مگر اس اخلاقی ہمت
کی وجہ سے وہ یہ نہین کرتا تھا کہ حق بات کے کرنے مین نتیجہ کا کچھ
خیال نہ کرے۔ اُس کو ملک کے خاص حالت کی واقفیت بہت
تھی اور کام بھی بہت کر سکتا تھا۔ مگر چونکہ سب اختیارات اپنے ہی
ہاتھ مین رکھنا چاہتا تھا اس لیے کاروبار کی ترقی پر اس کا بڑا

اثر پڑتا تھا۔ یہ شخص پکا دنیا دار تھا اور بہت خلق اور مہربانی سے
پیش آتا تھا۔ اور اگرچہ عالم نہ تھا مگر تعلیم خاصی پائی تھی۔ اور یورپین
لوگون سے ایسی دلیری سے بے جھجک باتین کرتا تھا کہ بہت بھلا
معلوم ہوتا تھا کیونکہ ایشیائی آدمی کیواسطے یہ بات بالکل غیر معمولی تھی۔
سنہ ۱۸۳۴ع مین راجہ دینا ناتھ مالی صیغہ کا وزیر مقرر ہوا۔ اس
عہدہ کے واسطے اسکی قابلیت تو بہت اعلیٰ درجہ کی تھی مگر
کئی برس سے مہاراجہ کو اُس پر بہت اعتماد ہو گیا تھا اور اُسکو
سب بڑے بڑے کامون مین اپنے معتمد مشیرون کی ضرورت
رہتی تھی اسوجہ سے اسقدر عرصہ بعد اس تقرر کی نوبت آئی۔
اپنے آقا کے مرنے کے بعد راجہ دینا ناتھ کا فوج اور سردارون
پر بہت قابو رہا اور جب لاہور مین انگریزی عملداری ہوئی تو وہ
کونسل آف ریجنسی مین مقرر ہو گیا اور اُس کا سب سے قابل
اور بکارآمد ممبر رہا۔ اگرچہ مالی صیغہ کا افسر اعلیٰ رہنے کی وجہ سے
اُس کو بہت سے موقع عین المال سے اپنی دولت کے بڑھانے
کے ملے ہونگے اور ضرور اُسنے اُن موقعون سے فائدہ اُٹھایا ہوگا تاہم

اُس نے اس حالت مین اورون کی بہ نسبت زیادہ صفائی سے کام کیا
اور رزیڈنٹ لاہور کو اُس سے بہت مدد ملی۔ بغیر اُس کی راے
صائب اور کام چلانے والی عادت کے دربار کے حسابات
کا صاف کرنا نا ممکن ہو جاتا۔ پنجاب کی ضبطی کے بعد بھی مالگزاری
اور جاگیر کے معاملات مین دینا ناتھ کی مدد کی ایسی ہی ضرورت تھی
جیسی کہ ضبطی سے پہلے تھی۔ جب سکھ فوج ۱۸۴۸ء مین باغی ہوئی
ہے تو بعض لوگ یہ کہتے تھے کہ راجہ دینا ناتھ باطن مین نمکحرام ہے
اور اُسی کی سازش سے یہ بغاوت ہوئی ہے۔ اور اگر وہ دولتمند
نہوتا اور اُسکے مکانات و باغات و لکھوکھا روپیہ جنکی ضبطی بہت سہل
ہے لاہور مین نہوتے تو وہ بے تامل باغیون مین جا ملتا۔ مگر شاید
یہ قصے اُسکے دشمنون نے تصنیف کیے ہین۔ اس مین شک نہین
ہے کہ جب وہ لاہور واپس بلایا گیا تو اُس نے وہان آکر برٹش
حکّام کے ایما کے مطابق باغیون کی جائداد کی ضبط کرنے اور اُنکے
منصوبون کے توڑنے مین بڑی سرگرمی کے ساتھ کوشش کی۔
دربار کے ہمیشہ کے حاضرباش مگر عموماً خاموش رہنے والے

لوگون مین سکھ پیشوایان مذہب بھائی رام سنگھ و بھائی گوبند رام و
بھائی گورکھ سنگھ کا ذکر کرنا مناسب ہے۔ ان مین سے دو اول الذکر
لاہور کے رہنے والے اُس مشہور سکھ پوجاری اور گرو کے پوتے تھے
جسکا اٹھارھوین صدی کے بیشتر حصہ مین سکھون مین بڑا اعزاز رہا
اور تقریباً سو برس کی عمر کو پہونچکر مہاراجہ کے سنہ ۱۸۰۲ء مین لاہور فتح
کرنے کے دو برس بعد وفات پائی۔ رنجیت سنگھ اس مقدس بزرگ
کو بہت مانتا تھا اور اُسکے پوتون کی جاگیرین کر دی تھین۔ ان دونون
مین رام سنگھ کا رسوخ بہت زیادہ تھا اور لڑائی مین اُسکا خیمہ رنجیت سنگھ
کے خیمہ کے بعد ہی لگایا جاتا تھا۔ مہاراجہ کا ایک آدمی ہمیشہ ان لوگون
کو دربار مین پہونچانے آتا تھا اور ان لوگون کی بڑی عزت ہوتی تھی۔
بھائی گورکھ سنگھ دربار صاحب کے امرتسر والے مقدس مندر کے محافظ
سنت سنگھ کا بیٹا تھا۔ یہ سنت سنگھ علاوہ پوجاری ہونے کے سپاہی
بھی تھا اور کئی مرتبہ لڑائی مین بہت ناموری کے ساتھ لڑا تھا۔ جب
اُس نے دنیا کا کاروبار ترک کر کے سکھون کی مقدس کتاب کا پڑھنا
اور وعظ کہنا اختیار کر لیا تو اپنے بیٹے گورکھ سنگھ کو دربار مین بھیجدیا۔

یہ نوجوان بھی اپنے باپ کی طرح مہاراجہ کا منظور نظر ہوگیا۔ مگر اپنے دشمن اور رقیب بھائی رام سنگھ کے برابر رسوخ نہ پا سکا۔

دربار لاہور کے اور مشہور اراکین مین یہ لوگ تھے:۔ مسر رلیارام افسر اعلی صیغہ رسوم سرکار اور اُسکا بیٹا جو بعد مین راجہ صاحبدیال ہوا سرداران خاندان اٹاری والہ و سرداران چتر سنگھ و شیر سنگھ و شام سنگھ جنمین سے دو مسبوق الذکر ۱۸۴۸ء والی سکھون کی بغاوت کے بڑے سرغنہ تھے۔ سرداران خاندان مجیٹھیا جن مین سردار دیسا سنگھ اور اُس کا بیٹا سردار لہنا سنگھ بہت سربرآوردہ تھے۔ لہنا سنگھ حسام الدولہ کے لقب سے مشہور تھا اور بڑی قابلیت کا آدمی تھا۔ تعمیرات کے صیغہ مین خاص دستگاہ رکھتا تھا اور ایجاد خوب کرتا تھا۔ اُس نے سکھ توپخانہ کو بہت ترقی دی چند خوبصورت توپین اُسکی ساخت کی علی وال اور دیگر مقامات پر ملی تھین۔ علاوہ اور چیزون کے اُس نے دھرم گھڑی ایسی ایجاد کی تھی جو وقت اور دن اور چاند کی حالت سب بتلاتی تھی۔ اُسکو نجوم اور ریاضی سے بہت شوق تھا اور کئی زبانین اچھی طرح سے جانتا تھا۔ منتظم بہت اچھا تھا اور بہت ہزلیفہ

تھا۔ غریبون کو کبھی نہ دباتا تھا اور بہت واجبی جمع تشخیص کرتا تھا اُسکے فیصلے سراسر منصفانہ ہوتے تھے۔ مدبر ملک ہونے کے اعتبار سے لاہور بھر مین یہی ایک شخص تھا جو پورا دیانت دار تھا۔ فریب اور بے ایمانی کا بازار ضرور گرم تھا مگر لہنا سنگھ کے ہاتھ ہمیشہ پاک صاف رہے۔ باوجودیکہ اُسکے چارون طرف بڑے لالچی اور بے درد لوٹنے والے جمع تھے اُس نے اپنا ایمان اپنے ہاتھ سے نہ دیا۔

اگر لہنا سنگھ سا نیکنام اور قابل منتظم ۱۸۴۵ء مین پنجاب کا سردار بنکر اُٹھ کھڑا ہوتا تو جو مصیبتین ملک پر آئین وہ نہ آنے پاتین۔ مگر وہ سچا ملک کا خیر خواہ نہین تھا۔ وہ یہ نہین سمجھتا تھا کہ ہی خواہ ملک کا بلکہ ہر ایماندار آدمی کا یہ مذہب ہونا چاہیے کہ جب مصیبت کا وقت آئے تو اپنے ملک کا ساتھ دے اور اُسکی تکلیف مین شریک ہو اور اگر ایسی ضرورت آن پڑے تو ملک کے زوال کے ساتھ اپنا بھی خاتمہ کردے۔

ساتوان باب

مہاراجہ کی فوج اور انتظام

مہاراجہ رنجیت سنگھ مین جنگی جوہر کچھ یہ نہ تھا کہ وہ سپہ سالاری مین فرد تھا۔کیونکہ اس کام مین تو اُسکے بہت سے افسر اور سردار اُس سے سبقت لیگئے تھے وہ جوہر یہ تھا کہ یہ اُسی کی قابلیت تھی کہ معمولی بیجابئہ سکھون کی بھرتی کو طاقت ور قواعد دان اور ساز سامان سے لیس فوج کی صورت مین کر دکھلایا۔اُس سے پہلے سکھون کی حالت یہ تھی کہ بڑے خود سر اور فتنہ انگیز تھے۔اور اُسکے عادی ہو رہے تھے کہ اپنی تلوار ہاتھ مین لیے ہوے جس سردار کے تحت مین لوٹ مار کا موقع زیادہ سمجھا چلے گئے۔اور جب جی مین آئے اور جہان آرام دیکھا ایک آقا کو چھوڑ کر دوسرے آقا کے پاس نوکر ہو گئے۔

جب رنجیت سنگھ کا باپ جہان سنگھ اور دادا چرت سنگھ سکر چکیا گروہ کی سرداری پر تھے اُس زمانہ مین سکھون کی حالت بالکل جمہوری

سلطنتوں کی تھی - جیسا کہ ایسے بدعملی کے زمانہ مین کہ جب شخص کے جو ہاتھ لگا وہ وہا بیٹھا ہونا لازمی تھا بہت سے تھوڑی اور بہت قوت والے پیشوا اور سردار اُٹھ کھڑے ہوے تھے - مگر اس سرداری سے عوام الناس کی نظرون مین فی الواقع کوئی برتری حاصل نہین ہوتی تھی - ہمسری اور برادری سکھون کے مذہب مین داخل تھی اور وہ حالت نہین تھی جو آج کل کی یوروپ اور امریکہ کی جمہوری سلطنتون کی ہے -

سکھون کے نظام اور اُنکی لڑائی کے طریقہ کا ذکر ہم اوپر کے ایک باب مین کر آئے ہین - یہ لوگ دراصل سوار تھے - پیادے نہ تھے پیدل سپاہی سوار سے بالکل کم رتبہ سمجھا جاتا تھا - اور لڑائی کے زمانہ مین قلعون کی محافظت یا عورتونکی نگہبانی کیواسطے چھوڑ دیا جاتا تھا - یا یہ ہوتا تھا کہ وہ جیسے بن پڑتا تھا لڑنے والی فوج کے پیچھے پیچھے آتا تھا - تاآنکہ وہ کبھی اپنی حیثیت بدل سکے اور کہین سے اپنے واسطے گھوڑا چوری کر لاسکے یا خرید کر لے -

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنی معمولی دانشمندی سے اپنی زندگی کے ابتدائی زمانہ ہی مین یہ سمجھ لیا تھا کہ سکھون کا طریقہ اُن کے

جوہر نہین کھلنے دیتا ہے۔ اور جب تک اُس مین ترمیم نہو! سلو ہرگز
یہ امید نہین ہوسکتی کہ اُن انگریزون کی باقاعدہ فوجون پر پائیدار
فتحیابی نصیب ہوگی جنگی فوجی قواعد اور ضوابط کو وہ بڑے غور سے
دیکھا کرتا تھا یا اُن افغانون پر بھی فتح پاسکے گا جو احمد شاہ کے زمانہ
مین خاصے قواعددان تھے اور کھُلے میدان مین بڑے خطرناک
مدمقابل ہوتے تھے اور پہاڑیون مین کسیطرح مغلوب ہونا
نجانتے تھے۔ جب اُس نے اُس برٹش انتظام کی برتری کو
بخوبی سمجھ لیا جسکے مقابلہ مین ہندوستان کی سب جنگی قومین اپنی اپنی
زورآزمائی کرکے ہار چکی تھین تو اُس نے ٹھان لی کہ مین بھی ایسی
ہی فوج طیار کرون گا اور یہ بھی پکا ارادہ کرلیا کہ انگریزون سے
برابر دوستی رکھون گا کیونکہ یہی ایک طاقت ایسی تھی جس کا تجربہ
بتلاچکا تھا کہ ادب ہی کرنا مناسب ہے۔ ان خیالات سے مہاراجہ
نے خالصہ فوج کی ترکیب ہی بالکل بدل دی۔ سوارون کے رسالون
پر بھروسا رکھنا موقوف ہوا اور پیدل فوج کی زیادہ قدر ہونے لگی
اس تبدیلی مین اور زیادہ سہولت یون ہوگی کہ فرانیسی اور اطالیہ

والے یوروپین افسر نوکر رکھے گئے - پہلے تو مہاراجہ نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم عاریتاً لینے چاہے تھے مگر وہ نہ مل سکے تو یہ تدبیر کرنی پڑی - ان غیر ملک والے سپہ سالارون نے وہ طریقہ جاری کیا جو یورپ مین عام ہو چکا تھا کہ پیدل سپاہ کی برابر رسالون سے زیادہ قدر ہوتی تھی - ان سپہ سالارون مین سے بعض بعض بڑی لیاقت والے تھے اور لاہور کی فوج کی کارآمدگی کو ترقی دینے کے جو جو وعدے اُنھون نے کیے تھے اُن کے پورا کرنے کی پوری قابلیت رکھتے تھے - انکی تعلیم سے پیدل فوج اگرچہ نقل و حرکت مین سست تھی تاہم ایسی قاعدہ دان اور مستعد بنگئی تھی کہ اُسکا مقابلہ بہت دشوار تھا - جفاکشی بھی بہت بڑھگئی تھی اور پوری کی پوری رجمنٹ کئی کئی دن تک تیس تیس میل کی منزلین کرسکتی تھی -

مہاراجہ کی سلطنت کے زمانہ مین باقاعدہ فوج مین وہی لوگ بھرتی کیے جاتے تھے جو اپنی خوشی سے بھرتی ہونا چاہین - مگر بھرتی مین کوئی دقت نہ ہوتی تھی کیونکہ جنگی ملازمت عام پسند تھی - رسالہ کی ترکیب بہت کچھ وہی رہی جو خالصہ کے ابتدائے زمانہ مین تھی جبکہ

سوارون کے دل کے دل افغانون کی فوجون کے اس پاس منڈلاتے رہتے تھے اور باقاعدہ فوج پر حملہ کرنے سے ڈرتے تھے اور رہبان فوج کو کاٹ ڈالتے تھے اور دشمن کا آمد رفت رکھنے کا سلسلہ منقطع کر دیتے تھے۔ اس مین شک نہین کہ سوارون کا یہ بھی خاص کام ہے۔ مگر سکھ سوارون کے پاس گھوڑے اور ہتیار بہت ذلیل تھے اور بہادری کے جوہر دکھانے کے بدلہ زیادہ تر انکی نسبت یہ شہرت تھی کہ حملہ ہونے پر پیٹھ دکھا جاتے ہین۔ پیدل ہو تو سکھ سے بڑھکر کوئی سپاہی بہادر اور مستقل مزاج نہوگا۔ مگر سواری مین (باوجود اسکے کہ چند سکھ رسالہ کی رجمنٹین سرکار انگریزی کی ملازمت مین ایسی ہین کہ دنیا کے سب سوارون سے مقابلہ کر سکتی ہین) یہ لوگ افغانون اور ہندوستانیون سے ویسے ہی ہیٹے پڑتے ہین جیسے پیدل فوج مین وہ ان سے ہیٹے پڑتے ہین۔ مہاراجہ کی پیدل فوج مین ملک کے چنے ہوئے جوان بھرتی ہوتے تھے۔ وہی لوگ انتخاب کیے جاتے تھے جو بہت وجیہ اور قوی ہیکل ہون۔ اور سوارون مین بیقاعدہ رسالے مختلف سردارون کے پاس

رہتے تھے اور اُن مین بہادری یا مضبوتی کا کچھ زیادہ لحاظ نہین تھا۔
گھوڑے چھوٹے چھوٹے کمزور اور خراب نسل کے ہوتے تھے اور
چارجامے وغیرہ بھی بہت ذلیل قسم کے ہوتے تھے۔ سکھ ریاستون
کی آج کل کی فوجون مین جنکو مین ایک ایک کرکے ملاحظہ کر چکا ہون
اور جن مین سے ایک کی از سر نو درستی بھی میرے سپرد ہوئی تھی یہی حالت
ابتک چلی جاتی ہے۔ پیدل سپاہی قد اور توانائی مین برٹش فوج
کے سکھون کے برابر ہین۔ مگر رسالہ کی رجمنٹین تو بڈھے اور کمزور
قیدیون کے اسپتال کا عالم دکھلاتی ہین۔ یہ لوگ صرف گھوڑے
پر چڑھنے کے کام کے ہین لڑنے یا اور کسی ایسے کام کرنے کے قابل نہین
ہین جس مین کچھ جسمانی محنت درکار ہو۔

ہم اوپر ذکر کر چکے ہین کہ پیدل سپاہیون مین صرف آکالیون کی قدم
ایام خالصہ مین بھی قدر ہوتی تھی۔ مہاراجہ کو ان لوگون مین زیادہ مداخلت
کرتے ڈر لگتا تھا کیونکہ اگرچہ یہ لوگ تھے تو شرانجوار وحشی ہی مگر سکھون
کا اعتقاد اُنکے تقدس پر جما ہوا تھا۔ علاوہ برین ایسے جان بکف
کامون مین یہ لوگ خوب کام دیتے تھے جس کے کرنے سے اور

فوج والے جی چرا جاتے تھے۔ سنہ ۱۸۰۹ء مین ان لوگون نے
شکاف صاحب کے مسلمان محافظون پر حملہ کرکے مہاراجہ سے
انگریزون کو بھڑوا ہی دیا ہوتا* انکی جان بکف دلیری کی وجہ سے
بہت سی مذبذب لڑائیون کا رنگ بدلا اور فتحیابی نصیب ہوئی۔ ان
لوگون کے حملہ کا طریقہ بالکل غازیان افغانستان و سوڈان کا سا تھا
کہ اُن کے خوفناک اور سخت حملون سے سوائے بڑے مستقل مزاج
اور جنگ آزمودہ سپاہیون کے اور سب کے قدم اُکھڑ جاتے ہین
مگر سکھ خدائی فوجدارون مین بہت شراب اور نشہ کی چیزون سے پیدا
ہوتی تھی اور اُسکو اُس مذہبی حرارت سے بہت کم سروکار ہوتا تھا
جو وحشیان اسلام کے دلون مین جوش زن ہوتی ہے۔ یہ لوگ مہاراجہ
کے زمانہ مین بہت ستانے والے سمجھے جاتے تھے اور اُنکی طرف سے

---

*جس مستعدی سے اُس سفیر کے قواعد دان محافظون نے اکالیون کے پُر جوش گروہ کو منتشر کیا ہے اُسکا رنجیت سنگھ کے دل پر بڑا اثر ہوا اور صرف یہی نہین ہوا کہ وہ انگریزون سے دوستی رکھنے کی طرف مائل ہوا بلکہ اُس نے یہ بھی ٹھان لی کہ مین بھی اپنی فوجون کو اسیطرح تعلیم دیکر درست کرون گا۔

ہمیشہ اُنکا لگا رہتا تھا۔ کئی دفعہ اُنھون نے یہ بھی کوشش کی کہ مہاراجہ کو قتل کر ڈالین ۔

اپنی گستاخانہ شیخی اور یورپین لوگون سے نفرت رکھنے کی وجہ سے یہ لوگ ضبطی اور برٹش عملداری کے ابتدا سے زمانہ مین ایسے خطرناک سمجھے جاتے تھے کہ امرتسر کے دربار صاحب والے مندر پر جانا کہ وہان اُن لوگون نے اپنا جتھا قائم کر رکھا تھا خالی از خدشہ نہوتا تھا۔ مہاراجہ یا تو ازادہ روی کرتا تھا یا بے پروا رہتا تھا۔ اور اپنی مسلمان رعایا کو اجازت دے رکھی تھی کہ بلا مزاحمت اپنے رسوم مذہبی ادا کرین ۔ مگر باواز بلند اذان کہنے کی ممانعت کرنی پڑی تھی کیونکہ اذان کو سنکر اکالیون کو جوش پیدا ہو جاتا۔ مہاراجہ نے ان مذہبی دیوانون کو سلک انتظام مین لانے کی کوشش کی اور اُنکا تین ہزار بیقاعدہ سوارون کا رسالہ قائم کر دیا۔ مگر اس سے بھی کچھ فائدہ نہوا۔ جب حملہ کا وقت آتا تو یہ لوگ دو دستی تلوارین لیکر کہ وہی اُنکو بہت پسند تھین اپنے گھوڑون پر سے کود پڑتے تھے۔ فولادی چرخ انداز جو یہ لوگ ہمیشہ اپنی پگڑیون مین لگائے رہتے تھے جنکا قطر چھ سے لیکر آٹھ انچ تک کا ہوتا تھا اور

کنارہ تیز کاٹنے والا ہوتا تھا) ویسے خطرناک ہتھیار نہوتے تھے جلدی کہ شہرت تھی اور اُن سے دوست دشمن دونون کو یکسان خطرہ ہوتا تھا مین نے کوئی اکالی ایسا نہین دیکھا جو اُس ہتھیار کے چلانے مین کمال رکھتا ہو۔ مین نے اکثر اس ہتھیار کو اُن سے زیادہ ٹھیک نشانہ پر چلایا ہے۔ یہ چرخ انداز ساٹھ سے لیکر سو گز تک کے فاصلہ پر کام دے سکتے ہین۔

مہاراجہ کی ملازمت مین ممالک غیر کے جو افسر تھے اُن مین سب سے بڑا جنرل ونٹورا تھا۔ یہ اطالیہ کے معزز اور نام آور خاندان کا شخص تھا اور اسپانیہ کی فوجون مین نپولین کے تحت مین کام کرچکا تھا۔ جب امن کا زمانہ آیا اور اُسکی نوکری جاتی رہی تو وہ اس بات پر آمادہ ہوگیا کہ دنیا کے جس حصہ مین ممکن ہو مقدر آزمائی کرکے سپہگری کی روٹی کھاوے۔ اسی طرح اور اسی رتبہ کا جنرل ایلارڈ تھا کہ وہ بھی نپولین کے افسرون مین سے تھا۔ اور بہت سی لڑائیون مین اپنی بہادری اور قابلیت کیوجہ سے ناموری حاصل کرچکا تھا۔ ان لوگون نے پہلے مصر اور ایران مین تقدیر آزمائی کی مگر جب شاہ عباس کے

یہان اُس وقت وہی بادشاہ تھا کوئی سہارا نہ ہوا تو ہرات اور قندھار ہوتے ہوے ہندوستان چلے آئے اور مہاراجہ نے کسیقدر سوچ بچار کے بعد اُنکی قابلیت کی بخوبی آزمائش کر کے نوکر رکھ لیا ان دونون نے رنجیت سنگھ کی ملازمت عرصہ تک اور بہت وفاداری سے انجام دی۔ الارڈ کو ترک سوارون کی فوج بھرتی کرنے کی اجازت مل گئی اور ونٹورا فوج خاص کا سپہ سالار مقرر ہو گیا کہ یہی فوج سکھونکی فوج مین قواعددانی اور ساز و سامان کے اعتبار سے اعلی درجہ کی سمجھی جاتی تھی۔ اُسکی معمولی طاقت چار پیدل پلٹنون اور دو رسالہ کی رجمنٹون کی تھی۔ اور اگرچہ ایک وقت مین مہاراجہ نے پانچ پیدل پلٹنین اور تین رسالہ کی رجمنٹین کردی تھین مگر بعد مین ونٹورا کے کہنے سے تخفیف ہو کر وہی اصلی تعداد پھر قائم رہی۔ اس فوج کا سپہ سالار بنکر جنرل مذکور کئی لڑائیو مین اور بالخصوص پہاڑیون اور پشاور کے آس پاس کی لڑائیون مین بڑی ناموری کے ساتھ لڑا مہاراجہ نے ہمیشہ اس پر اعتماد رکھا اور عزت کرتا رہا اور لاہور کا حاکم اور قاضی بھی اسی کو کردیا اور اسطرح اُسکی جگہ دربار مین تیسرے درجہ

پر پہونچ گئی- گورکھون کی دو پلٹنین کرنیل کورٹ نامی فرانسیسی افسر
کے تحت مین تھین جس نے پیرس کے اکول پالی ٹیکنیک مین تعلیم
پائی تھی- کرنیل کارڈنر جو ایرلینڈ کا رہنے والا اور کسیقدر کم تعلیم یافتہ
مگر بڑی قابلیت کا آدمی تھا توپخانہ مین کام کرتا تھا۔* کرنیل
دان کارٹلینڈٹ ایک اور افسر تھا- یہ مجنس نسل سے تھا- یہ سکھ
سلطنت کے زوال کے بعد سرکار انگریزی کے مالی محکمہ مین ملازم ہوگیا
تھا اور غدر کے زمانہ مین جنگی خدمت بھی بہت خوبی سے انجام دی
جنرل ایوٹبائیل جو نپولین کے خاندان سے تھا ایران مین ملازمت
کرنے کے بعد ونٹورا سے چند سال پیچھے لاہور آیا- وہ عموماً انتظامی
کامون پر مامور رہا- پہلے تو رچنا کا دوآبہ یعنے دریاے راوی اور

* کرنیل گارڈنر کو مرے ہوے کئی برس ہوے- جس زمانہ مین مجھسے اور اُن سے ملاقات تھی
اُس زمانہ مین وہ متوفی مہاراجہ کشمیر کے پنشن خوار تھے اور اکثر پیے ہوے رہتے تھے
اُنھون نے مجھکو مہاراجہ کے آخر زمانہ کے اور اُسکے مرنے کے بعد کے اپنے لکھے ہوے حالات کا قلمی
نسخہ مجھکو پڑھنے کو دیا تھا- یہ دلچسپ اور قابل قدر کاغذات جو فریڈرک کوپر صاحب سی بی کو سپرد کر دیے گئے
تھے گم ہوگئے اور تاریخی نظر سے دیکھا جاے تو اُن کے گم ہوجانے سے بڑا نقصان پہونچا-

جناب لرکے درمیان کا ملک اُسکے تحت مین رہا۔ پھر وہ پنجاب کے سب سے مشکل کام یعنی حکومت ضلع پشاور پر متعین ہوا اور اُسکے سخت اور جابرانہ قواعد سے اس وحشی ملک مین بھی کچھ امن قائم ہوگیا کہ اس ملک کی تاریخ مین یہ نظیر سب سے پہلی ہوئی۔ خیبر کے آس پاس کے لوگ اُس کا نام اب تک بہت خوف کے ساتھ یاد کرتے ہین کیونکہ اُسنے بہت سے قزاقون اور قاتلون کو پھانسی دے دیکر شہر کی فصیل پر لٹکوا دیا تھا۔ اُسکا مجموعہ تعزیرات بہت سخت تھا اور اگرچہ انگریزی حکومت اس سخت مزاج اطالیہ والے کی حکومت سے بدرجہا ملائم ہے مگر یہ بھی ضرور ہے کہ جن لوگون کو ہندوستان کی شمالی مغربی سرحد پر امن قائم رکھنا پڑتا ہے اُن کو بے سختی کیے بن بھی نہین آتی ہے اور ہائی کورٹ اور بیرسٹرجوان کے سست اور مطول ضابطہ کو کام مین لائے اُسکے مقابلہ مین محض حماقت کا کام معلوم ہوتا ہے کہ مجرم جرم کرتے پکڑا جاوے تو اُس سے پہلے کہ وہ اپنی پہاڑیون مین پہونچ سکے اُسکو سب سے قریب کے درخت پر لٹکا کر اپنے کردار کی سزا کو پہونچا دیا جائے۔

مہاراجہ کے غیر ملک والے افسرون نے اور خصوصاً جنرل ونٹورا

نے جسکے تحت مین فوج خاص تھی اور کرنیل کورٹ نے جسکے تحت
مین وہ فوج تھی جو فرانسیسی سپاہ کہلاتی تھی رنجیت سنگھ کی فوج کی
قواعددانی کی طاقت کو بہت ترقی دی۔ مگر جب فوج مہم پر جاتی تھی
تو یہ لوگ سب کے اوپر نہین رکھے جاتے تھے اور سالاری کا کام
برائے نام کنور کھڑک سنگھ یا کنور شیر سنگھ یا کسی بڑے سردار کے سپرد
کردیا جاتا تھا۔ مہاراجہ کے سپہ سالارون مین سب سے بہتر دیوان
محکم چند نامی کھتری تھا جو ۱۸۰۶ء سے لیکر اپنے مرنے کے زمانہ یعنے
۱۸۱۴ء تک برابر سکھ فوج کا کمانڈر انچیف رہا اور جتنی فتوحات
مہاراجہ کو نصیب ہوئین اُن سب مین شریک تھا۔ اُسکا
پوتا رام دیال بھی جو ۱۸۲۰ء مین ہزارہ مین مارا گیا بڑا ہوشیار
سپہ سالار تھا کہ اگر زندہ رہتا تو بہت عروج پاتا۔ مسر دیوان چند ایک
تاجر پیشہ ہندو تھا اور اسی وجہ سے سکھ سردار اُس سے نفرت
کرتے تھے۔ اُس نے ۱۸۱۸ء مین ملتان فتح کیا اور ۱۸۱۹ء
مین کشمیر پر چڑھائی کی اور فتحیاب ہوا۔ سکھ سردار جو بہت سرآوردہ
تھے وہ یہ لوگ تھے۔ سردار فتح سنگھ کالیانوالہ۔ سردار نہال سنگھ

اتاری والہ جو سنہ ۱۸۰۱ء سے سنہ ۱۸۱۷ء تک مہاراجہ کی سب لڑائیون مین
بہت ناموری کے ساتھہ شریک رہا - سردار فتح سنگھ اہلووالیہ مورث اعلی
راجگان کپورتھلہ - سردار بدھ سنگھ سندھنوالیہ اور اُس کا بھائی عطر سنگھ جو
سردار ہری سنگہ نلوہ کے سنہ ۱۸۳۶ء مین بمقام جمرود وفات پانے پر
خالصہ کا بہادر کہلانے لگا تھا ہری سنگھ بڑا تہور اور ہمت والا تھا اور
فوج اُسکو بہت مانتی تھی - ہر وقت لڑنے اور جیتنے کے واسطے
کمر بستہ رہتا تھا اور اُس کا کبھی خیال نکرتا تھا کہ غنیم تعداد مین - زیادہ
مین - اُسکا بیٹا جواہر سنگھ راقم کتاب ہذا کا بڑا دوست تھا - اُس مین
بھی اپنے باپ کی سی بہادری تھی اور اُسی نے بیقاعدہ سوارون کے
رسالہ کے ساتھہ انگریزون پر چلیانوالہ مین حملہ کیا تھا جسکی وجہ سے فتح
قریب قریب شکست فاش سے مبدل ہو گئی تھی - مین مہاراجہ کے اد...
بہت سے مشہور فوجی افسرون کے نام یہان لکھتا کہ وہ نام اب تک
پنجاب مین گھر گھر مشہور ہین مگر انگریز ناظرین کو دلچسپی نہوگی اس لیے
نظر انداز کرتا ہون -

سنہ ۱۸۴۶ء مین جب انگریزی عملداری ہوئی سب سے اُس زمانہ مین

لاہور کے دفترون مین جو تنخواہون کے نقشے ملے ہین اُن سے ٹھیک ٹھیک حال معلوم ہوتا ہے کہ رنجیت سنگھ اور اُسکے جانشینون کے زمانہ مین سکھ فوج کی کیا ترکیب تھی۔ جنرل ونٹورا کے تحت مین فوج خاص تھی اُسی کی مثال لے لیجیے۔ جنرل مذکور نے بدعملی بڑھتی دیکھکر اور آیندہ کی تباہی کو سمجھکر ۱۸۴۳ء مین استعفا دیدیا۔ مگر مستعفی ہونے سے پہلے اُس نے بدیہی ثبوت اس بات کا دیکھ لیا تھا کہ اپنے آقا کے مر چکنے کے بعد میرا رہنا خدشہ سے خالی نہوگا۔ اور وہ ثبوت یہ تھا کہ اُس پر اور جنرل کورٹ دونون پر جنرل کورٹ کی پلٹن کی تین رجمنٹون نے حملہ کیا تھا اور اُسکو اپنی اور اپنے دوست کی حفاظت کے واسطے توپخانہ سے کام لینا پڑا تھا۔

۱۸۴۵ء والی جنگ ستلج سے پہلے فوج خاص کی طاقت حسب ذیل تھی:۔

باقاعدہ پیدل ۳۱۷۶۔ باقاعدہ رسالہ ۱۶۶۷۔ توپخانہ (جسمین ۳۴ توپین تھین) $\frac{۸۵۵}{۵۶۹۸}$

پیدل فوج کی طاقت حسب ذیل تھی:۔ خاص پلٹن مین ۸۲۰

۸۴۹ جوان۔ گورکھا پلٹن مین ۷۰۷ جوان۔ دیوا سنگھ کی پلٹن مین
جوان اور شام سوتا والی پلٹن مین ۱۰۱۰ جوان۔

رسالہ کی فوج کی طاقت حسب ذیل تھی :- قد اور سپاہ کی رجمنٹ
۷۳۰ جوان۔ ترک سوارون کی رجمنٹ ۷۵۰ جوان۔ متفرق سوارونکا
ترپ ۱۸۱۷ جوان۔

توپخانہ کی فوج الٰہی بخش کی فوج کہلاتی تھی کہ الٰہی بخش نامی مسلمان
سپہ سالار کے تحت مین تھی جو سکھ فوج مین اعلی درجہ کا توپخانہ کا
افسر تھا۔

پورے برگڈ کی تنخواہ ۹۶۰۶۷ روپیہ (یعنی اُس زمانہ کے حساب
سے تقریباً دس ہزار پونڈ) ماہوار تھی۔

مہاراجہ کے ۱۸۳۹ء مین وفات پانے کے بعد فوج کی ترکیب
مین انقلاب عظیم پیدا ہوگیا۔ اُس کے وبدبہ کیوجہ سے غدر اور ناراضی
کی روک تھام ہوئی چلی جاتی تھی۔ اُس پر بھی ایک دفعہ خود اُسکو یہ دن
دیکھنا پڑا تھا کہ گورکھون کی ایک رجمنٹ تنخواہ کے باقی رہ جانے سے
بگڑ کھڑی ہوئی تھی اور اُس کو گوبند گڑھ کے قلعہ مین پناہ گیر ہونا پڑا تھا

اُسکے جانشینون نے اپنی جان اور اقتدارات کے بچانے کیواسطے فوج کی تعداد اور تنخواہ مین اضافہ کردیا۔ یہان تک کہ سلطنت اس بار عظیم کی متحمل نہ ہوسکی اور طاقتون کو طعنہ زنی کا موقع ہاتھ آیا۔

مندرجہ ذیل حساب سے معلوم ہوگا کہ مہاراجہ کی وفات سے وقت اور اُس کے جانشینون کے زمانہ مین باقاعدہ فوج پیدل وسوار و توپخانہ کی تعداد اور اُنکے ماہانہ مصارف کس قدر تھے:۔

سنہ ۱۸۳۹ع مہاراجہ رنجیت سنگھ

تعداد	اتواپ	مصارف روپیہ
۲۹۱۶۸	۱۹۲	۳۸۲۰۸۸

سنہ ۱۸۴۳ع مہاراجہ شیر سنگھ

تعداد	اتواپ	مصارف روپیہ
۵۰۰۶۵	۲۳۲	۵۴۸۶۰۳

سنہ ۱۸۴۴ع راجہ ہیرا سنگھ

تعداد	اتواپ	مصارف روپیہ
۵۰۸۰۵	۲۸۲	۶۸۲۹۸۴

سنہ ۱۸۴۵ع سردار جواہر سنگھ

تعداد	اتواپ	مصارف روپیہ
۷۲۳۷	۳۸۱	۸۵۲۶۹۶

سردار جواہر سنگھ کے زمانہ مین جو توپون کی تعداد مین اضافہ ہوا وہ زیادہ تر برائے نام ہی تھا۔ چند توپین بھی ڈھالی گئی تھین مگر بہت سی

پرانی ا بین قلعون سے نکالکر اور صاف کرکے جنگی گاڑیون پر چڑھا دی گئی تھین۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیقاعدہ سوارون کی تعداد مین اُسی مناسبت سے اضافہ نہین ہوا جس سے باقاعدہ فوج مین ہوا تھا۔ اُسکی تعداد سنہ ۱۸۲۵ء والی جنگ ستلج کے آغاز مین ۱۶۲۹۲ تھی۔

اُس زمانہ مین سارے پنجاب کی فوج کی تعداد حسب ذیل تھی:۔

باقاعدہ پیدل	۵۳۷۵۶	باقاعدہ سوار	۶۲۳۵
بیقاعدہ سوار	۱۶۲۹۲	توپخانہ	۱۰۹۶۸
اونٹون کا توپخا	۵۸۴	متفرقات	۸۲۷

میزان کل

۸۸۶۲۲ جوان

اتواپ - جنگی ۳۸۰ قلعہ والی ۱۰۴ - کل میزان ۴۸۴-

اونٹ والی چھوٹی توپین ۳۰۸-

بیقاعدہ جاگیردارون کے سوار اس تعداد مین شامل نہین ہین اور اُنکی صحیح تعداد نہین معلوم ہوسکتی۔ مگر اندازاً تیس ہزار آدمی ہونگے مہاراجہ کے سامنے جب جائزہ ہوتا تھا تو اِن فوجون کی سیر قابل دید

ہوتی تھی - بہت سے فوج والے ذی مقدور دیہات کے رئیس اور
اُنکے بیٹے اور اعزہ و اقارب اور اُن سرداروں کے فرقہ والے ہوتے
تھے جو اُن کو جنگی خدمت پر مامور کرتے تھے اور جنگی ذاتی عزت اُسی پر
منحصر ہوتی تھی کہ یہ لوگ ساز و سامان سے لیس رہیں - لباس ایک طرح
کا نہیں ہوتا تھا - بعض لوگ لوہے کا زرہ بکتر اور سونا جڑے ہوئے خود پہنے تھے اور
پرونکی کلغی لگاتے تھے بعض رنگ برنگ کی مخمل اور اطلس کے کپڑے پہنتے تھے
اور بسنتی ململ کی زردوزی کام کی پگڑیاں باندھتے تھے اور تلوار اور بارود کے
سینگ کمر میں لگائے رہتے تھے - سب کی پشت پر بھینسے کے سخت چمڑہ کی ڈھالیں
لٹکتی رہتی تھیں - ان شاندار سواروں میں بعض تیر و کمان سے بھی مسلح ہوتے تھے
مگر اکثر توڑہ دار بندوق رکھتے تھے اور خوب نشانہ لگاتے تھے -

باقاعدہ فوج جاگیرداروں کے سواروں کے برابر نظر فریب تھی
اُسکی پوشاک برٹش فوج کی سرخ وردی سے بہت مشابہ تھی اور
ہندوستانی سپاہیوں پر بہت بدنما معلوم ہوتی تھی - تنخواہیں کمپنی کی
فوج کے مقابلہ میں خاصی تھیں پیادہ کو دس روپیہ
ماہوار ملتے تھے - مگر بخلاف کمپنی والوں کے ان لوگوں کو پنشن نہیں

ملتی تھی - سوارون کو پچیس روپیہ ملتے تھے مگر گھوڑا اور اسکا سامان اپنے پاس سے رکھنا پڑتا تھا -

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مالی انتظام کا حال طوالت کے ساتھ لکھنا ضروری نہین معلوم ہوتا - کیونکہ ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ اس انتظام کا خلاصہ اس قدر تھا کہ غریب کسان سے جو کچھ اُگلواتے بنے اُگلوا لیا جاے اور ظلم کی حد یہ رہے کہ یہ اندیشہ نہ پیدا ہونے پائے کہ وہ عاجز آکر باغی ہوجائیگا یا مایوس ہوکر اپنی اراضی سے دست بردار ہوجائیگا - سکھ مستاجر یہ چاہتے تھے کہ سونے کا انڈا دینے والی بطخ کو مار ڈالین مگر جہان تک بن پڑتا تھا اُسکے سارے پَر نوچ لیتے تھے - بندوبست مالگزاری کی رپورٹون کے چند خلاصون سے ظاہر ہوجائیگا کہ اُن برٹش گورنمنٹ کے افسرونکو سکھون کا ضابطہ کیسا معلوم ہوتا تھا جس کے طریقہ انتظام کو سکھون کے طریقہ سے وہی نسبت ہے جو روشنی کو تاریکی سے ہے اور اُس مین اگر کوئی خرابی ہے تو یہی ہے کہ رعایت بہت زیادہ رکھی گئی ہے اگر برٹش گورنمنٹ چاہے تو بغیر کسی الزام کے یہ کرسکتی ہے کہ ہندوستان کے بڑے بڑے خطون مین جو حصہ لگان کا لیتی ہے

اُس مین بہت اضافہ کردے۔ سنہ ۱۸۴۷ء کی پنجاب کی انتظامی رپورٹ
مین راقم کتاب ہذا نے حسب ذیل لکھا تھا:-

وو سکھ اکثر واقعی طور پر اراضی کی نکاسی خام کا نصف حصہ لیتے
تھے اور اُسکے علاوہ بہت سے ابواب لگا رکھے تھے۔ ہم چھٹے حصہ
سے زیادہ کے کبھی دعویدار نہین ہوے۔ اکثر آٹھوین یا دسوین یا
بارھوین حصہ سے نہین بڑھے۔ اور بعض بعض صورتون مین تو
پندرھوین ہی حصہ پر قناعت کی۔ اور یہ حصہ بھی نکاسی خام کا
بست سالہ اور سی سالہ اوسط نکالکر لگاتے ہین۔ ،،

رنجیت سنگھ کے زمانہ کے آخر حصہ مین محصولون کی آمدنی سولہ لاکھ
سینتیس ہزار روپیہ تھی اور ایک لاکھ دس ہزار روپیہ کا خرچ ان محصولونکی
وصولیابی کیواسطے کیا جاتا تھا۔ یا یون سمجھیے کہ وصولیابی مین سات
فیصدی صرف ہوتا تھا۔ اڑتالیس طرح کے محصول لیے جاتے تھے
قریب قریب ہر کارآمد چیز پر محصول لگتا تھا۔ اور غریبون اور امیرون
کے مصرف کی چیزون مین کوئی امتیاز نہین رکھا گیا تھا۔ یہان تک
کہ لکڑی اور غلہ اور ترکاری پر بھی محصول دینا پڑتا تھا۔ وصولیابی کا

طریقہ ایسا خراب تھا کہ سخت پریشانی ہوتی تھی۔ ملک مین جا بجا چُنگی گھر بنے ہوئے تھے اور وہان تاجرون پر سخت ظلم ہوتا تھا اور اُنکی بہت توہین کیجاتی تھی۔ ایک چیز کی چنگی ادا کرکے شہر مین لاؤ تو پھر چنگی دو دوکان پر لیجاؤ تو پھر دوسری چنگی دو۔ باہر لیجاؤ تو پھر تیسری چنگی ادا کرو

مندرجہ ذیل بندوبست کی رپورٹون کے خلاصے اٹبسن صاحب نے جمع کرکے اپنی قابل قدر مردم شماریکی رپورٹ (بابت ۱۸۸۳ء) مین شایع کیے ہین۔ ان سے بہت مشرح اور واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ سکھون کے انتظام کا کیا طریقہ تھا۔ اور چونکہ یہ خلاصے مختلف اضلاع اور مختلف رپورٹون سے اقتباس کیے گئے ہین لہذا ان سے جو اندازہ اس طریقہ کا ہوگا وہ کہین اُس سے بہتر ہوگا جو ایک رائے واحد پر مبنی ہوتا۔*

* پنجاب کے بندوبست مالگزاری کی رپورٹین بہت دلچسپ معلومات کا ذخیرہ ہین۔ طرز تمدن اور تاریخی حالات سب کچھ ان مین موجود ہے۔ اور یہ رپورٹین انگریزی منتظم افسرونکی محنت اور قابلیت کی یادگار رہین اور ہمیشہ رہینگی۔ بارنس صاحب کی رپورٹ ضلع کانگڑہ کی علمی لیاقت کا اعلی درجہ کا نمونہ دکھلاتی ہے۔ اور یہی حال اُس ضلع کی دوسری رپورٹ کا ہے جو سر جے بی لایل نے لکھی ہے۔ پشاور کی رپورٹ مولفہ کپتان جمیس بھی بہت قابل قدر معلومات سے بھری ہوئی ہے۔ پنجاب مین یا ہندوستان کے اور حصون مین جو کوششین اس بارہ مین ہوئی ہین اُنمین سے کوئی بھی دلچسپی یا فلسفیانہ دلائل یا محنت یا علمی لیاقت کے اعتبار سے ان کوششون سے نہین بڑھ سکتی جو ہمارے بعض نوجوان مولین افسرون ڈنشلاپ مسٹر تھاربرن اٹبسن ولسن

۱۱۵ براکن صاحبان (ان) نے اپنی رپورٹون کے مرتب کرنے مین بڑی محنت کی ہے۔

سب سے پہلے سرحد اور پشاور کی حالت ملاحظہ کیجیے۔کپتان جیمس رقمطراز ہین کہ:۔

ودسنہ ۱۸۱۰ع سے سنہ ۱۸۲۰ع تک پشاور مین بڑی ابتری رہی اور بہت پرآشوب زمانہ گزرا۔کبھی ایک فرمانروا ہوا کبھی دوسرا ہو گیا۔مگر کسی کو وہان کے وحشی باشندون پر واقعی قابو نہ حاصل ہوا اور پہاڑی قومون نے نیلام بول دیا کہ جس نے زیادہ روپیہ دیے اُسی کی اطاعت کرلی۔ سکھون کے فصلی دورون سے رعایا بہت تباہ ہوئی۔اُنکی آمد آمد ہوتی اور مال ومتاع زروجواہر حتی کہ دروازے اور چوکھٹین بھی گھرون سے ندارد ہونے لگتین ہزارون عورتین اور بچے ڈر کے مارے گھرون سے بھاگ کھڑے ہوتے اور ملک کی حالت ایسی معلوم ہونے لگتی کہ گویا یہان کے باشندے اس ملک کو چھوڑ کر کہین اور آباد ہونے کو جارہے ہین۔۔اور جب یہ ناخواندہ مہمان پہونچتے تو اطراف وجوانب مین خوب تاخت وتاراج کرتے اور جو کچھ ملتا اُسے لوٹتے اور کھیتی کو اجاڑ کر دیتے اس وادی کے کنارہ سے لیکر اٹڈمن تک مشکل سے کوئی گانون ایسا بچا ہوگا جسے سکھ سپہ سالار نے لوٹا اور جلایا نہو۔اُسکا آنا قیامت

کا آنا ہو جاتا تھا۔ اور اس درجہ اُس کا خوف غالب تھا کہ جب بچے ہٹ کرتے تھے تو اُن کے ڈرانے کو عورتین اُسی کا نام لیتی تھین اور آج کل کے زمانہ مین اس ملک مین سفر کیجے تو سفید ڈارھیون والے بہت سے تلوارون کے گھاؤ کھائے ہوسے بُڈھے اُن پہاڑیون کو تبلاتے ہین جن پر سنگھ اُن کو بھیڑیون کی طرح کھدیرتا پھرتا تھا اور نوجوان لوگ وہ مقامات دکھلاتے ہین جہان اُنکے باپ لڑائی مین قتل ہوئے تباہی کا اس درجہ یقین تھا کہ جن چند موضعون کو غنیم نے بیڈھب جگہ پر واقع ہونے یا حملہ کے روکنے کے باعث چھوڑ دیا تھا وہ بھی کچھ نہ کچھ تباہ ضرور ہوسے تھے اور پھر بھی اچھے سمجھے جاتے تھے اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ یہ ایسے ہین کہ کسی طرح زیر نہین ہو سکتے۔

اُس پر سے طرّہ یہ تھا کہ اس بدنصیب ضلع کے لوگ اُس زمانہ مین بھی تو چین نہین لینے پاتے تھے جبکہ سکھ لوگ تھوڑے عرصہ کے واسطے دور ہو جاتے تھے۔ اور اُس بات کا تصفیہ کرنا بہت مشکل ہے کہ ان لوگون کے حق مین یہ خوفناک مگر عارضی حملہ زیادہ مضر ہوتے تھے یا اُن سخت عداوتون سے زیادہ ضرر پہونچتا تھا جو اِن جلوں کے

بعد ایک فریق کو دوسرے فریق کی مخاصمانہ کارروائیون یعنی حملہ
کرنے والون سے مل جانے یا اپنی ذاتی نفرت اور انتقام کی تدبیرون
کے کام مین لانے کے باعث قائم ہو جاتی تھین۔ کیونکہ جیسا کہ
ایسی خراب حالت کے لوگون کا عام دستور ہے ان لوگون کو اسمین
ذرا بھی تامل نہوتا تھا کہ ایسے کامون کے واسطے ایک دوسرے کا گلا
کٹوادین اور مخبری اور جاسوسی کرکے اپنے پروسیون پر سکھون کی
بلا اسطرح سے نازل کردین اور ایسی کمینہ پن کی حرکتین کرین جن سے
اُنکے آبا واجداد ہمیشہ حذر کرتے رہے ہون۔ منجملہ اور شرایط کے
ایک شرط اُس اقرار کی جسکے مطابق چکین کے سردار کو سکھون کی
طرف سے جاگیر ملی تھی یہ تھی کہ ہر سال بیس آفریدیون کے سر نذر کیا
کرے۔ اور اِس بڈھے آدمی کو شرم بھی نہین آتی کہ اپنے مُنہ سے
اُن دغابازیون کی ترکیبون کو بیان کرتا تھا جن کو بدرجہ مجبوری کام
مین لاکر وہ اس شرط کو پورا کیا کرتا تھا۔"

کرنیل کراکرفٹ اور مسٹر ای ایل برینڈرتھ کی اضلاع جہلم
و راولپنڈی کی بندوبست کی رپورٹون مین تحریر ہے کہ:۔

او صدیون سے بدعملی چلی آتی تھی اور زمانہ قدیم سے ہے یہ ضلع
یونانیون سے لیکر افغانون تک کی حملہ اور فوجون کا جولانگاہ رہا تھا۔
وہ لوگ اس ضلع پر جھاڑ وپھیر کر چلے چلے گئے تھے۔ عارضی ویرانی
لٹے ہوے گھر اور اُجڑے ہوے مکانات سب اُس وقت کی باتین
تھین جنکو اب بھول بسر گئے ہین۔ مگر راجپوت اور گکڑ دونون قومون
کی جو موجودہ محتاجی کی حالت ہے وہ سب اُن سکھ کاردارون کی
بدولت ہے جو لاہور سے اسقدر دور دراز فاصلہ پر تھی کہ انکی نگرانی
ناممکن تھی۔ اُنکی حکومت کا ہے کو تھی زبردستون کی زبردستی تھی
اُنکو تو بس اس سے غرض تھی کہ جو جو خاندان اور فرقے برسرحکومت
ہون اُنکا نام ونشان مٹادین۔ چنانچہ اسی وجہ سے گکڑون اور اُن
رئیسون کے ساتھ جنکو ملک کے انتظام مین کچھ دخل تھا بڑی بڑی
زیادتیان کین۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ آوارہ وطن ہو گئے
اور سخت محتاجی کی حالت مین آگئے۔ یہان تک کہ اب بعض لوگ
مجبور ہو کر اُن لوگون کی کاشتکاری کرتے ہین جو پہلے اُن کے
یہان ہل چلانے پر نوکر تھے۔ سڑکین عام طور سے غیر محفوظ تھین

ایک فرقہ کی حد سے دوسرے کی حد مین جانے والے مسافرون
اور کاروانون کو ہر ایک کی مٹھی گرم کرنی ہوتی تھی - ورنہ نتیجہ یہ
ہوتا کہ لوٹے جاتے تھے ذلیل ہوتے تھے بے عزت کیے جاتے تھے اور
ایسے ہی قسمت کے دھنی ہوتے تھے تو جان بھی سلامت لے آتے تھے"

وسطی اضلاع کی سکھون کی حکومت کا حال ابٹسن صاحب
نے یون لکھا ہے کہ :-

"اس صوبہ کے وسطا اور جنوبی مغربی حصہ سکھون کی حکومت
کسی قدر زبردست اور انصاف گستر تھی - ابتدا سے زمانہ مین
مسلون کے قائم ہونے سے پیشتر اور اُنکے بڑھنے کے زمانے مین تو
اس حکومت کی حالت اس سے کچھ بہتر نہ تھی کہ قتل اور لوٹ
کے واسطے ایک ضابطہ مقرر تھا - مگر جب سکھون کی قوم کو ترقی ہوئی
اور قومی جوش پیدا ہو گیا تو اگر کسی اور اعلیٰ خیال سے نہین تو کم از
کم اپنے اغراض ہی کے خیال سے گورنمنٹ کا رنگ بدل کر اعتدال
پر لانا پڑا - اس پر بھی جیسا کہ سر رابرٹ ایجرٹن نے لکھا ہے سکھون
مین قریب قریب ہر شخص سپاہی تھا اور سب کا مقصود واحد یہ تھا

کہ ہندوا اور مسلمان کاشتکارون کے پاس جہانتک بن پڑے ایک
پیسہ بھی نہ چھوڑو اور صرف اس قدر خیال رکھو کہ ایسا نہو کہ وہ مجبوراً
کھیت چھوڑ کر چلے جائین - راجپوتون سے ان لوگون کو خاص عداوت
تھی اور اُن کے ساتھ بہت زیادتیان کرتے تھے - اسکی وجہ یہ تھی کہ
راجپوتون نے اُس گروہ مین شریک ہونے سے انکار کیا تھا جس
مین ذات کا کوئی امتیاز نہ تھا - جس نے اُنکا ساتھ نہ دیا وہ اُن کا
دشمن ٹھہرا - جن لوگون کے پاس نام کو بھی دولت تھی یا کچھ رسوخ
تھا وہ بڑی بے رحمی سے ستائے جاتے تھے - جہانتک کاشتکار
کے کم سے کم موجبات ترغیب رکھنے والے طریقہ مین ممکن تھا یہ لوگ
زراعت کو ترقی دینے اور بڑھانے کی بھی کوشش کرتے تھے - مگر
کسان سے بڑھکر کوئی درجہ نہ مانتے تھے - اور جہان آمدنی کی بحث
ہوتی تھی وہان نہ حقیقت کو سمجھے تھے نہ استحقاق کا خیال کرتے
تھے - جو شخص سکھ نہ ہوتا تھا (اور سکھ نہ ہونے کے ساتھ لازمی تھا
سپاہی نہ ہونا) وہ اسی کام کا سمجھا جاتا تھا کہ اُس سے مالگزاری
وصول ہو - اُنکی حکومت مین یہ انصاف اور عدل ضرور تھا کہ

سب پر یکسان ظلم کرتے تھے۔ نہ کسی پر کم نہ کسی پر زیادہ ؎۱
اب دیکھنا چاہیے کہ راجپوتی پہاڑیون مین سکھون کی حکومت کی
کیا حالت تھی۔ کوتاہ اندیش راجاؤن نے اپنے خانگی جھگڑون مین
گورکھون کو بلا لیا تھا اور جس طرح مینڈک سارس کو بادشاہ بناکر
پریشان ہوے تھے اسی طرح ان خوفناک پہاڑیون نے کانگڑے
اور شملہ کی پہاڑیون مین اندھیر مچا رکھا تھا۔ یہانتک کہ تین برس کی
بدعملی کے بعد کانگڑہ کی نفیس گھاٹی بالکل ویران ہوگئی اور شہر اور
قصبے بالکل اُجاڑ نظر آنے لگے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ اور سکھون کی
دعوت ہوئی تو گورکھے ٹڈی دل کی طرح اڑ گئے۔ مگر سکھ کاردار اور
مہاراجہ ہی کون سے گورکھون سے بہتر تھے۔ مسٹر بارنس اپنی کانگڑہ
کی رپورٹ بندوبست مین رقم طراز ہین کہ :۔

"کاردار عدالتی افسر بھی ہوتا تھا اور مالگزاری کا بھی
حاکم اعلے سمجھا جاتا تھا۔ مالگزاری کے متعلق اُسکا کارمنصبی
بہت بڑا تھا۔ بے ایمانی کے فیصلے کرنا یا ناکافی پولیس رکھنا
یہ ایسے جرم تھے کہ اگر اِن پر توجہ ہوتی بھی تھی تو درگزر ہوجاتی تھی

مگر جس کاردار کے ذمہ مالگزاری بقایا مین پڑجائے وہ کیسطرح اپنی خطا کی معافی کی امید نہین کرسکتا تھا۔ چنانچہ اُسکی زندگی کا سب سے مشکل کام یہ ہوتا تھا کہ جہانتک ممکن ہو زراعت کو خوب بڑھائے اور ساتھ ہی اسکے جہان تک ممکن ہو کاشتکار کی مالی حالت کو خوب گھٹائے رعایا جہان تک بار اُٹھا سکتی تھی اُسکی گردن پر خوب بار لادا گیا تھا اور تحمل کی آخری حد تک نوبت پہونچگئی تھی۔ ہندوستانی وصول تحصیل کرنے والا اتنی تو ہوشیاری کرتا ہے کہ اپنے کاشتکارون کو بالکل تباہ نہین ہونے دیتا مگر بالکل تباہ کردینے سے کم درجہ کی جتنی باتین ہون اُنکے کرنے کو وہ ہر وقت طیار رہتا ہے۔ اُسکی حکمت عملی یہ ہوتی تھی کہ کاشتکارون سے سب کچھ لے لو مگر اسقدر چھوڑ دو کہ قوت لایموت کو کافی ہو۔ مگر مالگزاری عام طور پر سب سے یکسان لی جاتی تھی۔ اور اگرچہ انصاف اور آزادی کے اصولون کے مطابق اسکا بار عظیم تھا تاہم یہ ضرور تھا کہ یہ بار سب پر یکسان تھا کوئی تفریق نہ تھی "

دیوان ساون مل گورنر ملتان ولیہ و ڈیرہ غازی خان و خانگڑھ

وہ جھنگ مہاراجہ کے سب منتظمون مین اعلی درجہ کا افسر تھا۔پھر بھی مسٹر اوبرائن جنھون نے اُسکے ایک ضلع مظفرگڈھ کا بندوبست کیا تھا اُسکی نسبت یون لکھتے ہین کہ :-

" دیوان ساون مل کی حکومت پہلے کی حکومتون سے بدرجہا بہتر تھی - اس حکومت کی علت غائی یہ تھی کہ دیوان صاحب کیواسطے خوب دولت جمع کیجاے - تعمیرات کا بنوانا انصاف گستری اور جان ومال کی حفاظت کرنا مقصود اصلی نہ تھا - انکا خیال صرف اس وجہ سے رکھا جاتا تھا کہ بغیر انکے زراعت مین ترقی نہ ہوگی اور مالگزاری نہ وصول ہوگی - جب ہم اس پر نظر کرتے ہین کہ اُس نے بیشمار محصول لگا رکھے تھے اور یہ دیکھتے ہین کہ وہ لوگون سے خیرات اور مذہبی فرایض کا حق لیتا تھا اور اُس مین سے ایک واجبی رقم غریبون اور برہمنون کو دیکر باقی اپنی جیب مین رکھتا تھا اور اپنے وعدے پورے کرنے کا بھی محصول لیتا تھا اور اپنے اہلکارون کو پہلے تو خوب رشوتین لینے دیتا تھا اور پھر سب اگلواکر سرکاری حساب مین سیاہہ کرادیتا تھا تو ہمارے دل مین اس

بڑے دیوان کی وہ عظمت باقی نہین رہتی جو تاریخ مین لکھے ہوے حالات کے پڑھنے سے پیدا ہوتی ہے "

جیسے خلاصے کہ ہم نے یہان نقل کیے ہین ویسے سیکڑون اور ملینگے - اور یہ عبارتین اُن برٹش افسرون کی لکھی ہوئی ہین جنکا کام ضبطی پنجاب کے بعد کے بیالیس برس مین برابر یہ رہا ہے کہ صوبہ مذکور کے پرانے زخمون کے نشانات کو مٹائین اور اسوقت تون کے اُجڑے ہوے ملک مین پھر خوشحالی و بہبود و امن و عافیت کی گرم بازاری کرین - مگر جس قدر ہمنے یہان نقل کیا ہے وہی ہندوستان اور انگلستان کے اُن لوگون کی نصیحت کیواسطے کافی ہے جو دنیا کے لوگون کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہین کہ برٹش حکومت بہت سختی اور ظلم کی ہے اور جو ہماری قوم کے مایہ ناز یعنے ہندوستان مین عمدگی کے ساتھ حکومت کرنے پر الزام دیتے ہین کہ اُسکی حالت بہت شرمناک اور قابل ملامت ہے - جن کو اُس بات کے دعوے ہین وہ پڑھنا چاہین تو ہمارے ہندوستانی کام ایسے روشن حرفون مین لکھے ہوئے ہین کہ سواے ان لوگون

کے جو آنکھین بند کیے ہوے ہون اور سب کو بخوبی نظر آئیگا۔ بدعملی
قحط اور لوٹ کے بجاے اب عدل و انصاف اور انتظام کا دور دورہ
ہے اور ہر شخص بے خوف و ہراس اپنی زندگی چین سے کاٹتا ہے
بجاے اسکے کہ بارہ شلنگ کی پیداوار مین سے سکھ گورنمنٹ چھہ
شلنگ کاشتکار سے لیتی تھی برٹش گورنمنٹ اب صرف دویا
ایک شلنگ لیتی ہے۔ آبادی بہت زیادہ بڑھگئی ہے اور مزروعہ
رقبہ مین اور بھی زیادہ ترقی ہوئی ہے۔ اگر انگلستان آج اپنا ظل
عاطفت اُٹھا لے اور حکومت برطانیہ کو ختم کرکے ہندوستان سے
دست بردار ہو جاے اور اپنے حقوق و فرائض کا خیال نہ رکھے
تو کیا کوئی شخص جو تھوڑی سی بھی معلومات رکھتا ہے اس سے
انکار کرسکتا ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ مین پھر بدعملی پھیل جائیگی اور
سکھ اور مرہٹے اور افغان پھر آپس مین کٹنے مرنے لگین گے اور
پھر وہی زمانہ آجاے گا کہ حملہ کرنے والی فوج کے سپاہی اس ملک
کے بچون کو اُچھال اُچھال کر تلوارون اور خنجرون کی نوکون پر لینگے
اور پنجاب کی عورتون کی عصمت بدکارون کے ہاتھون سے خاک مین

مل جائیگی اور آگ لگے ہوے دیہات کے شعلون کی روشنی دہلی اور
لاہور کی پرانی فصیلون تک اُجالا کردیگی۔

۱

آٹھوان باب

ابتدائی فتوحات

مہاراجہ رنجیت سنگھ سکر چکیا گروہ کے بیباک اور منچلے سرغنہ سردار مہان سنگھ کا بیٹا تھا اور سنہ ۱۷۸۰ء مین پیدا ہوا تھا۔ اُس کا خاندان سانسی جاٹون کی نسل سے تھا اور سندھن والیہ خاندان سے کہ وہ رنجیت سنگھ کی وفات کے وقت شمالی دریاے بیاس کے سب سکھ سردارون مین سربرآوردہ تھا قرابت قریبہ رکھتا تھا۔ سندھن والیہ ابتک پنجاب مین اونچے درجہ مین شمار کیے جاتے ہین مگر اب بڑے بڑے آدمی اس گروہ مین نہین رہے ہین۔ سندھن والیہ مثل اور بہت سے سکھون کے نسل راجپوت سے ہونے کے دعویدار ہین۔ مگر سانسیون کی چوری پیشہ مبتذل قوم سے بھی قریب کا تعلق رکھتے ہین اور اُنکا

آبائی وطن راجا سانسی جو شہر امرتسر سے پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اسی قوم کے نام سے موسوم ہے۔

سکر چکیا اور سندھنوالیہ خاندانون کا بانی بُدھو سنگھ نام ایک جری اور باکام قزاق تھا جسکے اپنی مشہور گھوڑی دیسی نامی پر سوار ہونے کے بعد ملک مین ہر طرف غلغلہ پڑ جاتا تھا۔ وہ کوئی چالیس دفعہ خنجر و بندوق و تلوار سے زخمی ہوا اور آخر کار ۱۷۱۵ء مین بھلے آدمیونکی طرح اپنے بستر پر ہلاک ہوا۔ اُس کے دو بیٹے چندا سنگھ اور نودھ سنگھ بھی باپ کی طرح منچلے تھے سنہ ۱۷۳۰ء کے قریب ان لوگون نے موضع سکر چک ضلع امرتسر مین پھر بسایا اور جفاکش سکھ سوارونکو جمع کر کے موضع مذکور کے آس پاس ضلع گوجرانوالہ کے بہت سے مواضعات پر قبضہ کر لیا۔ سندھنوالیہ سردار چندا سنگھ کی نسل سے ہین اور نودھ سنگھ رنجیت سنگھ کا مورث اعلی تھا۔ نودھ سنگھ نے افغانون سے لڑائی کی اور مجیٹھیا مین مارا گیا۔ اُس نے پانچ برس کا ایک بچہ چڑت سنگھ نامی چھوڑا تھا۔ وہ بڑا ہو کر بہت ذی اقتدار سردار ہوا اور سکر چکیا مسل کا پیشوا قرار دیا گیا۔ اُس نے سردار جسا سنگھ اہلووالیہ اور بھنگیون کے گروہ کی مدد سے

عبید خان افغان حاکم لاہور کو اُسکے صدر مقام گوجرانوالہ سے نکال باہر
کیا اور توپین اور ساز و سامان بھی چھین لیا۔ جب کچھ رام گڑھیون نے
اہلو والیہ سردار جسا سنگھ پر حملہ کیا اور لوٹ مار مچائی تو چرت سنگھ نے
سردار مذکور کو مدد دی اور رام گڑھیون کا سب علاقہ سردار جسا سنگھ
کو دلوادیا۔ یہ چرت سنگھ راجہ رنجیت دیو والی جمون کے مقابلہ مین اُسکے
بیٹے برج راج دیو کی طرف سے لڑ رہا تھا کہ اُسکی توڑہ دار بندق پھٹی
اور وہ زخمی ہوکر جان بحق تسلیم ہوا۔

اس کا بڑا بیٹا مہان سنگھ اسکی جگہ گروہ کا سردار ہوا اور اُس نے
گروہ مذکور کی مقبوضات اور طاقت کو بہت ترقی دی۔ مگر باپ کی وفات
کے وقت اُسکی عمر صرف گیارہ بارہ برس کی تھی اسلیے اس گروہ پر
مصیبت آنے کا دغدغہ بہت سخت تھا۔ راجپوت راجا نے بھنگیون
کے سرغنہ سردار جھنڈا سنگھ کو اپنی کمک کے واسطے بُلا لیا تھا اور کنھیا
لوگ اُس کے باغی بیٹے کی مدد کر رہے تھے۔ چرت سنگھ کی ناگہانی موت
سے یہ اندیشہ ہوا کہ غنیم فتحیاب ہو جائیگا۔ چنانچہ اُسکی بیوہ اور کنھیا
گروہ کے سرغنہ سردار جے سنگھ نے ایک مہتر کو رشوت دیکر جھنڈا سنگھ

کا کام تمام کرادیا - جھنڈا سنگھ جنید ہمراہیون کے ساتھ گھوڑے پر سوار جارہا تھا کہ اُس مہتر نے گولی ماری اور وہ وہین ٹھنڈا ہوکر رہ گیا - اُس کے مرنے سے فساد کا خاتمہ ہوگیا اور لڑنے والی فوجین جمون سے واپس چلی آئین -

اپنے باپ کے مرنے کے دوسرے برس ۱۷۷۴ء مین مہان سنگھ نے راجہ گجپت سنگھ والی جنید ھ کی بیٹی راج کنور سے شادی کی اور چھ برس بعد وہی مہاراجہ رنجیت سنگھ کی مان ہوئی - بظاہر آثار ایسے معلوم ہوتے تھے کہ اُس راجکماری کی شادی سے بڑے بڑے جھگڑے پڑین گے اور اُن سے اُسکے بیٹے کی آیندہ ہونہار زندگی کا رنگ جھلکتا نظر آتا تھا - مہان سنگھ بڑا لاؤ لشکر لیکر جنیدہ مین آیا تھا اور سب پھولکیان سردار اُس سے ملنے کے واسطے جمع ہوے تھے رنگ مین بھنگ سرداران نابھا و جنید ھ مین نابھا والون کے ایک رکھائی ہوئی گھاس کے قطعہ کی بابت تکرار ہو پڑی کہ اسی قطعہ سے براتیون کے گھوڑون کے واسطے چارہ کاٹا جاتا تھا - سردار نابھا کے نائب نے ان لوگون پر حملہ کیا اور لڑائی ہوئی اس سے ڈھن کے

باپ یعنے جیندھ کے راجہ کی شان مین ایسا بٹھہ آیا کہ اگرچہ وہ شادی سے خاتمہ تک خاموش رہا مگر اُسی وقت سے دل مین ٹھان لی کہ اسکا انتقام ضرور لونگا۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ بعد ہمیر سنگھ والی نابھا کو چال سے قید کر لیا اور اُسکی عملداری پر چڑھائی کرکے بہت سا حصہ اُس کا دبا لیا کہ اُسی کا ایک جزو ریاست سنگرور آج تک جیندھ والونکے قبضہ مین چلا آتا ہے۔

کئی برس تک کم عمر مہان سنگھ کا کچھ حال سننے مین نہ آیا۔ لیکن ۱۷۸۰ء مین جب کہ وہ پوری جوانی کی عمر کو پہونچ چکا تھا اور اُسکا مشہور بیٹا پیدا ہو لیا تھا جمون کے راجپوت راجہ نے قضا کی اور مہان سنگھ نے اپنی زندگی کی ابتدا ایسی دغابازی کے کام سے شروع کی جو اُسکی ذات کے واسطے خاص تھی۔ راجہ برج لال دیو اپنے باپ کا جانشین ہوا اور مہا سنگھ سے دوستی کر لی اور بغرض اظہار اتحاد پگڑیان بھی بدلی گئین۔ اس دوستی کا سہارا پاکر مہان سنگھ نے سوچا کہ اب اپنے کھوئے ہوئے علاقہ کو بھنگیون سے پھر لے لینا چاہیے اور کنھیاون سے جنکا بازار تھا امداد کا طالب ہوا۔ پہلے تو یہ لوگ راضی ہوگئے

مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد ساتھ چھوڑ دیا اور بھنگیون سے جاملے اور
اُن کے شریک ہوکر جمون پر چڑھائی کرنے کا منصوبہ باندھا۔ راجہ
نے اپنے نئے جنگی بھائی مہان سنگھ سے مدد مانگی۔ وہ فوراً شمال کی
طرف روانہ ہوا اور کنھیاون کے لشکر پر حملہ کیا مگر نقصان کے ساتھ
پسپا ہونا پڑا۔ مہان سنگھ کو اطاعت کرلینی پڑی اور راجہ نے مجبور
ہوکر کنھیاؤن کے سردار حقیقت سنگھ کو پچاس ہزار روپیہ خراج دینا
قبول کیا۔ چند ماہ بعد جب خراج مین باقی پڑی تو حقیقت سنگھ نے
مہان سنگھ کو ترغیب دی کہ ہمارے شریک ہوکر جمون پر چڑھائی کرو
تو جو کچھ ملیگا وہ ہم تم آدھا آدھا بانٹ لینگے۔ مہان سنگھ نے منظور
کرلیا۔ مگر دوسرے راستہ سے روانہ ہوا اور جمون مین وہی سے پہلے
پہونچا۔ اُس نے دیکھا کہ اُس پر حملہ کرنیکے واسطے تو مین اکیلا کافی
ہون۔ چنانچہ اُس نے راجہ کے ساتھ دوستی رکھنے کی قسم کو بھی
بالائے طاق رکھا اور کنھیا سردار سے جو معاہدہ ہوا تھا اُسکو بھی
ہوا تیا بتائی اور شہر مین اور محل مین آگ لگا کر بہت سا مال غنیمت لیکر
حقیقت سنگھ کے پہونچنے سے پہلے ہی واپس چل دیا۔ حقیقت سنگھ

کو غصہ تو بہت آیا مگر بدلہ نہ لے سکا اور تھوڑے ہی عرصہ بعد اس
دارفانی سے چل بسا جموں کی لوٹ کے بدولت کنہیاؤں کا بڑا گروہ
اور اُنکا سردار جے سنگھ مہان سنگھ کا دشمن ہو گیا۔ اور ایسی ہمت
کے ساتھ حملہ کیا کہ ایک بڑا حصہ اُسکی عملداری کا عارضی طور پر اُسکے
قبضہ سے نکل گیا اور اُسکو معافی ہی مانگتے بن آئی۔ کنہیاؤں نے
کہا کہ جب تک تم جموں کی غنیمت ہمارے حوالہ نکردوگے معافی نہیں
ملیگی۔ سکر چکیا سردار بھلا اس غنیمت کو کب دینے والا تھا۔ اُس نے
کنہیاؤں کے خلاف ایک متفقہ طاقت قائم کی۔ اور سردار جسا سنگھ
رام گڑھیا جسکا علاقہ چند سال پہلے چھن چکا تھا اور جب راجہ سنسار چند
اور راجہ کانگڑہ کو اپنا شریک بنایا۔ افواج متفقہ کنہیاؤنکی فوج سے
بٹالہ کے قریب مقابل ہوئیں کہ وہیں کنہیاؤں کا صدر مقام تھا۔
کنہیاؤنکی شکست ہوئی اور بڑا نقصان اُٹھانا پڑا۔ یہ ذکر ہے سنہ ۱۸۷۴ء
کا۔ سردار جسا سنگھ اس شکست کے بعد پھر کبھی نہ پنپنے پایا۔ اُس نے
کانگڑہ راجہ کانگڑہ کو واپس دیدیا اور جسا سنگھ رام گڑھیا کا جو علاقہ
دبا لیا تھا وہ بھی واپس کر دیا۔ اور مہان سنگھ کے بیٹے رنجیت سنگھ

سے اپنی خورد سال پوتی مہتاب کنور کی شادی کردی کہ وہ اُسکے بیٹے گربخش سنگھ کی بیٹی تھی جو بٹالہ کی لڑائی مین مارا جا چکا تھا۔

اُن سازشون اور ظلمون کا بیان کرنا جن سے مہان سنگھ کی مختصر زندگی کے حالات بھرے پڑے ہین طوالت سے خالی نہوگا وہ ہمیشہ اپنے پڑوسیون اور رقیبون خصوصًا بھنگیون سے لڑتا رہتا تھا۔ حالانکہ بھنگیون کے ایک ذی مقدور سردار صاحب سنگھ نامی کو خود اُس کی بہن بیاہی ہوئی تھی ۔ اپنے مرنے سے دو برس پہلے وہ برابر اُس بہنوئی سے لڑتا رہا وہ چاہتا تھا کہ صاحب سنگھ سے گجرات لے لے کہ یہ قصبہ اُسکے دارالحکومت گوجرانوالہ سے تقریبًا تیس میل جانب شمال واقع تھا۔ وہ صاحب سنگھ کا قلعہ سودھران مین محاصرہ کیے ہوے پڑا تھا کہ سخت علیل ہوا۔ کرم سنگھ دولہ چنیٹ کا بھنگی سردار جلدی کرکے صاحب سنگھ کی کمک کو پہونچا تھا۔ مہان سنگھ نے فورًا اُس پر حملہ کیا۔ مگر عین لڑائی مین اپنے ہاتھی ہی پر اُسکو غش آگیا اور فیلبان ہاتھی موڑکر اپنے آقا کو میدان سے نکال لیگیا۔ سردار کا

غائب ہوتا تھا کہ سکر چلیا فوج مین بھاگڑ مچ گئی اور محاصرہ اُٹھالیا گیا۔ مہان سنگھ گوجرانوالہ چلا گیا اور تین دن بعد ۱۷۹۲ء مین صرف ستائیس برس کی عمر مین اس دار فانی سے چل بسا۔

باپ کے مرنیکے وقت رنجیت سنگھ کی عمر صرف بارہ برس کی تھی مگر وہ کئی لڑائیون مین باپ کے ساتھ رہ چکا تھا۔ سکھ لوگ اُس زمانہ مین فن جنگ کی تعلیم بہت کم سنی ہی سے پانے لگتے تھے ۱۷۹۰ء مین اُسکا باپ مسلمانون کی طاقت ور قوم چٹہ کے سردار غلام محمد خان کے قلعہ منچر کا محاصرہ کیے ہوئے پڑا تھا اور ہمیشہ سے اس قوم سے لڑتا چلا آیا تھا۔ سردار مذکور کا چچا حشمت خان اُس ہاتھی پر چڑھگیا جس پر رنجیت سنگھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس لڑکے کو مارنے ہی کو تھا کہ ایک ہمراہی نے اسکو مار کر گرا دیا۔ اگر کہین وہ اپنا کام کر گزرا ہوتا تو ہندوستان اور انگلستان کی تاریخ کا رنگ ہی کچھ اور ہوتا اگر رنجیت سنگھ کی ساس سدا کنور نہوتی کہ وہ علاوہ اعلی درجہ کی لیاقت رکھنے کے سردار گربخش سنگھ کی وارث اور بیوہ ہونیکی حیثیت سے کنھیا مسل کی سرگروہ ہوتی تھی تو رنجیت سنگھ کی آئندہ

کی اُمید مین کچھ بہت اچھی نہ ہوتین - اس عورت سنے یہ ٹھان لی
کہ جہان تک بن پڑے اختیار اپنے ہی ہاتھ مین رکھوا ور کنھیا اور
سکر چکیون دونون کا زور ملا کرا ور سب رقیبون کا زور توڑ دو سب سے
پہلے اُس سنے رام گڑھیون سے بدلہ لینے کی ٹھہرائی - کہ یہ لوگ بٹالہ
کے اُس حملہ مین شریک ہوتے تھے جس مین اُسکا شوہر مارا گیا تھا
چنانچہ ۱۷۹۶ء مین اُس سنے اپنی اور کم سن رنجیت سنگھ کی فوجون
کو لیکر سردار جسا سنگھ رام گڑھیا کو دریاے بیاس کے کنارہ قلعہ
میانی مین محصور کر لیا - کچھ عرصہ تک تو سردار مذکور مقابلہ کرتا رہا مگر
جب رسد مین کمی ہوئی تو اُس سنے امرتسر کے مقدس بزرگ
صاحب سنگھ بیدی سے امداد چاہی - بیدی سنے سدا کنور کو کہلا بھیجا
کہ محاصرہ اُٹھا لو - مگر اُس سنے یہ دیکھکر کہ اب دشمن قابو مین آگیا ہے
اُس حکم کی تعمیل سے انکار کیا - جسا سنگھ سنے پھر بزرگ کی خدمت مین
پیام بھیجا - اُس سنے جواب مین کہلا بھیجا کہ "یہ لوگ تو میری سنتے نہین
مگر پریشون خود تمھاری مدد کریگا " اُسی رات کو دریاے بیاس مین
ایسی طغیانی آئی کہ کنھیاؤن کے لشکر کا بہت بڑا حصہ آدمی اور

گھوڑے اور اونٹ سب بہ گئے۔ سدا کنور اور رنجیت سنگھ بمشکل تمام
جان بچا کر بھاگے اور گوجرانوالہ چلے گئے۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس لڑائی سے اس کم عمر سردار کے جنگی
جوش کو ابھار ہوا اور اُس نے یہ ٹھان لی کہ اب خود مختار ہو کر رہنا
چاہیے اور ماں اور ساس کی اتالیقی کو بالائے طاق رکھنا چاہیے
ماں کا تو اُس نے بہت جلد فیصلہ کر دیا یہ ایک عیاش عورت تھی اور
اُسکے آشناؤن مین دیوان لکھپت رائے سے بہت گاڑھی چھنتی تھی
اور یہی دیوان ایام نابالغی کے واسطے کاروباری مقرر ہوا تھا۔
رنجیت سنگھ نے اس شخص کو ایک خطرناک مہم پر کیتھل بھیجدیا۔ اور وہان
وہ قتل ہو گیا۔ بعض لوگ کہتے ہین کہ قتل مین بھی رنجیت سنگ کی
سازش تھی۔ عورت کا پھر پتہ نہ لگا۔ ایک روایت تو یہ مشہور ہے کہ
اُسکے بیٹے نے اپنے ہاتھون سے اُسکو قتل کیا اور دوسری رعایت
یہ ہے کہ بیٹے نے اُسے زہر دلوا دیا۔ مگر یہ دونون رنجیت سنگھ کے
مزاج کے خلاف پڑتی ہین کیونکہ سوائے لڑائی کے وہ اور کسی وقت
مین ایسے سخت ظلم کا جائز رکھنے والا نہ تھا۔ اور نہ اُسکو عورتون کی

عصمت اور پاکدامنی کا کچھ بڑا خیال تھا۔مہتاب کنور غالباً کسی قلعہ
مین قید کردی گئی تاکہ اُسکی سازشون سے دقتین نہ پیدا ہون۔اور
وہین کچھ عرصہ بعد اُسکا خاتمہ بھی ہوگیا۔۔

ساس یعنے سدا کنور کا جوا ایسا نہ تھا کہ اُسکو رنجیت سنگھ آسانی سے
اُتار پھینکتا۔چنانچہ کم عمر سردار نے پہلے کچھ عرصہ تک اپنے آپ کو اُس
قابل نہین سمجھا کہ اسطرح کی کوشش کرے۔اُس نے اس لڑکے کو کوئی
تعلیم نہین دلوائی تھی۔اور اُن شہوانی نفس پرستیون کے سامان مہیا
کردیئے تھے جو ہندوستان کے نابالغون کے ولی اکثر اس غرض
سے مہیا کردیا کرتے ہین کہ کم سن راجہ کی تندرستی اور عادتون مین
کمزوری آجاتے اور پھر سب کچھ اختیار اُن ہی کے ہاتھ مین رہے
باجگزار ریاستون مین ایسی سازشین روزمرہ دیکھنے مین آتی ہین
اور اُنکا نتیجہ بھی ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔یہی موقع برٹش رزیڈنٹ
کیواسطے بہت قابلیت اور ہمت کی آزمایش کے ہوتے ہین۔اور
کبھی کبھی فارن آفس والے ان معاملات مین بڑی کم ہمتی سے کام
لیتے ہین۔

رنجیت سنگھ نے اپنی خوش نصیبی سے وہ دل و دماغ پائے تھے جن پر شہوت پرستی کا اثر ہمیشہ کے واسطے قائم نہین ہو سکتا تھا۔ اور اُسکے قویٰ ایسے مضبوط تھے کہ باوجودیے اعتدالیون کے عادی رہنے کے برسون تک اُسکی صحت قائم رہی۔ جب ہندوستان پر بارہا حملے کرنے والے احمد شاہ کے پوتے شاہ زمان نے اس نیت سے جنوب کیطرف سفر کیا کہ اگر ممکن ہو تو اپنے آبا واجداد کے کھوئے ہوے ممالک کو پھر حاصل کر لے تو عروج حاصل کرنے کا خاص موقع ہاتھ آیا۔ ۱۷۹۳ء مین زمان تیمور کے تخت پر تخت نشین ہوا اور دو برس بعد اُس نے پنجاب پر حملہ کیا مگر دریاے جہلم سے آگے نہین بڑھا۔ مگر ۱۷۹۷ء و ۱۷۹۸ء مین اُسکو اور بھی زیادہ کامیابی ہوئی اور لاہور پر قبضہ کر لیا اور سکھون نے کچھ مخالفت نہ کی کیونکہ سکھ لوگ تو ہمیشہ سے یہ چال چلتے آئے تھے کہ میدان مین جم کر نہ لڑتے تھے اور پھر افغان فوج کے پیچھے کے حصہ کو پریشان کرتے تھے اور اکّا دکّا پا کر کاٹ ڈالتے تھے اور اسباب لوٹ لیتے تھے۔ بعض سکھ سردارون نے سوچا کہ شاہ زمان سے آشتی رکھنا بہتر ہوگا اور لاہور مین حاضر

ہوکر اُسکی اطاعت قبول کرلی رنجیت سنگھ کو افغانون کے اس حملہ
سے خوب لوٹ مار کا موقع ہاتھ آیا تھا اور وہ ستلج کے جنوب کے
ملک کو تاخت وتاراج کر رہا تھا۔ اُس نے اطاعت قبول کرنیکے
واسطے اپنا ایک نائب بھیجدیا۔ اور جب خانگی جھگڑون کی وجہ سے
شاہ زمان کو افغانستان واپس جانا پڑا تو رنجیت پھر لاہور آگیا او
حُسن اتفاق سے لاہور کے دعویدار ہو جانے کی ایک صورت بھی
نکل آئی۔ دریاے جہلم طغیانی پر تھا اُسکے عبور کرنے مین افغان
بادشاہ کی بارہ توپین بہ گئین۔ اُسکو اتنی فرصت کہان تھی کہ اُنکے
نکلوانے کے انتظار مین وہان ٹھہر سکتا۔ اُس نے رنجیت سنگھ
سے کہ وہ اُس وقت ملک کے اُس حصہ کا مالک تھا یہ وعدہ کرلیا
کہ اگر ہماری توپین بھجوا دو گے تو ہم تمکو شہر اور ضلع لاہور اور راجہ
کا خطاب عطا کرینگے۔ رنجیت سنگھ نے اس کام کا انجام دینا فوراً
قبول کرلیا اور ایک حد تک تعمیل بھی کردی یعنے آٹھ توپین نکلوا کر
پشاور پہونچا دین۔ شاہ زمان نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا۔ مگر یہ انعام
محض برائے نام تھا اور قبضہ حاصل کرنا اس سکھ سردار کی ذاتی

کوشش پر منحصر تھا۔

شہر لاہور جو دو ہزار برس سے زیادہ زمانہ سے شاہی دار الحکومت
چلا آتا ہے ہمیشہ سے سکھون کا مرکز خاطر رہا تھا اور اٹھارھوین صدی
مین کئی دفعہ فتح ہوا اور کئی دفعہ نکل نکل گیا۔ آخر کار ۱۷۶۴ء مین
لہنا سنگھ اور گوجر سنگھ دو بھنگی سردارون نے اندھیری رات مین ایک
موری کی راہ سے داخل ہوکر لاہور کو تسخیر کیا تھا اور صبح ہوتے ہوتے
شہر مین انکا پورا تسلط ہو گیا تھا۔ ان لوگون نے شہر کے تین حصے
کیے تھے۔ ایک حصہ سردار سوبھا سنگھ کنہیا کو ملا تھا کہ وہ بھی سازش
مین شریک تھا اگرچہ وقت سے کسی قدر دیر کر کے معرکہ پر پہونچا تھا۔
جب تین برس بعد احمد شاہ پنجاب سے آخری مرتبہ اُترا تو اُس نے
لاہور کے واسطے لڑنا مناسب نہ سمجھا اور لہنا سنگھ کا قبضہ بدستور
بحال رکھا۔ جب رنجیت سنگھ کو لاہور انعام مین عطا ہوا ہے تو ان
ہی سردارون کی اولاد برسر اختیار تھی۔ لہنا سنگھ اور سوبھا سنگھ کے
بیٹے عیاش مزاج اور کمزور تھے۔ تیسرا صاحب سنگھ البتہ کسی قدر
قابلیت رکھتا تھا سو وہ موجود نہ تھا۔ رعایاے لاہور کو ان لوگون کے

سخت سخت محصول وصول کرنے کے عادات کی وجہ سے نفرت تو تھی ہی - رنجیت سنگھ کے پاس پیام پہونچا کہ اگر آپ آکر ہم کو انکے ظلم سے نجات دین تو ہم آپ کو سر آنکھون پر بٹھا ئینگے - چنانچہ وہ فوج کثیر لیکر لاہور روانہ ہوا شہر کے پھاٹک اُسکے واسطے کُھل گئے اور دونون سردار بغیر کچھ مقابلہ کیے ہوئے بھاگ نکلے -

جولائی ۱۷۹۹ء مین لاہور کے ہاتھ آجانے اور راجہ کا خطاب حسب ضابطہ مل جانے سے رنجیت سنگھ جو ابھی بیسوین سال مین تھا بہت ذی اختیار سردار ہو گیا - سکھ سردارون کو اُسکی کامیابی سے بہت اندیشے پیدا ہو گئے اور بھنگیون کو بالخصوص اپنے شہر کی تسخیر کا بدلہ لینے کی فکر پڑ گئی - سال آئندہ مین اُنکے خلاف ایک جماعت کھڑی کی گئی سردار جسا سنگھ رامگڑھیا اور صاحب سنگھ و گلاب سنگھ بھنگی اس جماعت کے مدہ تھے - صلاح یہ ٹھہری کہ بھسین مین جلسہ مشورت قرار دیکر رنجیت سنگھ کو بلائین اور وہین اُسکو قتل کرا دین - رنجیت سنگھ بڑا سیانا تھا وہ کب ایسے جال مین پھنسنے والا تھا - وہ اسقدر فوج کثیر ہمراہ لیکر بھسین پہونچا کہ

جرم کے اقدام کی بھی کسی کو جرأت نہ ہوئی اور وہ دو مہینے شیر و شکار
مین مصروف رہکر پھر لاہور واپس آگیا - اُس کو خبر تھی کہ بھنگیون نے میرے
خلاف یہ کچھ منصوبے کر رکھے ہین چنانچہ اُس نے قتلِ موذی قبل
ایذا کے اصول پر عمل کیا - اور سنہ ۱۸۰۲ع مین اُن کے صدر مقام امرتسر
مین کہلا بھیجا کہ زمزمہ* نامی مشہور توپ جو ۱۷۶۴ع مین تسخیر لاہور کے
وقت ہمارے دادا چرت سنگھ کے حصہ غنیمت مین آئی تھی وہ ہمارے
حوالہ کر دو - بھنگیون نے انکار کیا - رنجیت سنگھ نے اُنکے قلعہ امرتسر
پر حملہ کیا اور اُن کو نکال باہر کیا اور اُنکی سب مقبوضات کو اپنی عملداری
مین شامل کر لیا وہ بیچارے رام گڑھیون کے پاس پناہ گیر ہوے کہ
رام گڑھیون اور بھنگیون نے امرتسر کو آپس مین تقسیم کر لیا تھا -
اس دلیرانہ اور کامیاب تدبیر سے رنجیت سنگھ سکھون کی
دو دارالحکومتون پر قابض ہو گیا اور یہ دونون دارالحکومت ملکی

* یہ مشہور توپ جس کا پورا پورا حال کتاب پنجاب چیفس (سرداران پنجاب) کے صفحات ۲۸۷ و ۸۸ و ۳۰ مین درج ہے سنہ ۱۷۶۱ع مین احمد شاہ نے بمقام لاہور ڈھلوائی تھی - اب یہ توپ لاہور کے عجائب خانہ کے سامنے رکھی ہوئی ہے -

اور نہ ہی دونون خیال سے بڑے کام کے تھے - اب رنجیت سنگھ
کو اپنی ملک گیری مین کچھ کھٹکا نہین رہا - کیونکہ کنہیا ونکا بڑا گروہ
تو اُس کے ہاتھ مین آہی چکا تھا - رہا مشہور رام گڑھیا سردار جسّا سنگھ
وہ ضعیف اور کمزور ہو گیا تھا - اور رنجیت سنگھ جانتا تھا کہ مجھے اسکا
علاقہ لینے کے واسطے بہت دن انتظار نکرنا پڑیگا - اگلے ہی سال
سردار مذکور نے وفات پائی اُسکا بڑا بیٹا جودھ سنگھ جو اُسکا جانشین
ہوا وہ ایک بہادر سپاہی اور سیدھا سادھا آدمی تھا - وہ رنجیت سنگھ
کا ایسا جان نثار رفیق ہو گیا کہ اب اسکے علاقہ کے لینے سے
سوائے فضول پاجی پن کے اظہار کے اور کوئی فائدہ نہ تھا -
اُس نے رنجیت سنگھ کے ساتھ ہمیشہ دوستی رکھنے کی قسم کھائی اور
رنجیت سنگھ نے بھی اسکو طرح طرح سے خوشنود کیا اور اُسکا بنا
قلعہ گوبند گڑھ امرتسر مین بالکل رام گڑھیا قلعہ کے طرز پر تعمیر کرادیا
جودھ سنگھ بہت سی مہمون پر مہاراجہ کے ساتھ رہا - سنہ ۱۸۱۶ء مین جب
جودھ سنگھ مر گیا اور اُسکے وارثون مین جھگڑے شروع ہوئے تو
رنجیت سنگھ امرتسر پر چڑھ دوڑا اور کسیقدر سخت لڑائی کے بعد قلعہ

تسخیر کرکے اُس پر ہل چلوایا اور زمین کے برابر کر دیا۔ اور پھر چھوٹے
چھوٹے قلعون کو تسخیر کیا کہ اُنکی تعداد بھی تقریباً سَو سے کم نہ تھی۔
اور اس فرقہ کے وسیع علاقہ جات جو امرتسر و جالندھر و گورداسپور
مین واقع تھے اُن سب کو اپنی عملداری مین شامل کر لیا۔ خاندان
مفتوح کے بڑے بڑے لوگون کو معقول جاگیرین عطا کین اور
فوج کے معزز عہدون پر مامور کرکے اپنی مصاحبت سے سرفراز
کیا۔ نکئی گروہ سنہ ۱۸۱۰ء مین تباہ ہوا۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ رنجیت سنگھ
نے سنہ ۱۸۰۱ء مین ایک نکئی لڑکی سے شادی کی تھی کہ وہی لڑکی
اُسکے اکلوتے بیٹے کی مان ہوئی۔ مگر اس شادی سے سدھیانہ والون
کو کوئی فائدہ نہین پہونچا۔ جب رانی راج کنور کا بھتیجہ کاہن سنگھ
سنہ ۱۸۰۷ء مین اس گھرانے کا سردار ہوا تو اُسکو یہ ترغیب دینے
کی کوشش کی گئی کہ مہاراجہ کے پاس چلا آئے اور کچھ عرصہ دربار
مین قیام کرے۔ کاہن سنگھ خوب سمجھتا تھا کہ ہر کہ در کان نمک
رفت نمک شد۔ ایک دفعہ جانا شرط ہے پھر واپس آنا معلوم۔
چنانچہ اُس نے کہلا بھیجا کہ اُس عزت سے مجکو معاف ہی رکھا جائے

اس پر بھی تو وہ بچارا بچ نہ سکا۔ مہاراجہ نے بھی اُس کا سب علاقہ ضبط کرلیا۔ یہ علاقہ قصور و چنیان و گوگیرہ مین لاہور سے اسقدر قریب واقع تھا کہ مقابلہ کرنا امر لاحاصل تھا۔ اس مثال سے مہاراجہ کے طریقہ کا حال بخوبی معلوم ہو جاتا ہے۔ نام کو بھی تو کوئی بہانہ اس کارروائی کیواسطے نہ تھا۔ اور کاہن سنگھ نے جو مہاراجہ کا قریب کا رشتہ دار تھا کوئی اشتعال بھی نہین دیا تھا۔ البتہ اُس کا اتنا قصور ضرور تھا کہ وہ اس قدر کمزور تھا کہ مقابلہ کی تاب نہ لا سکتا تھا۔

بڑے گروہون مین سب سے آخر مین مہاراجہ کو کنھیاون کے اُس گروہ کا زیر کرنا باقی رہگیا تھا جسکی سرغنہ اُس کی ساس مائی سدا کنور تھی۔ اوپر ذکر آچکا ہے کہ اس عورت نے دو لڑکے شیر سنگھ اور تارا سنگھ مہاراجہ کے لڑکے بنا کر پیش کیے تھے کہ اُسکی بیٹی مہتاب کنور کے پیٹ سے پیدا ہوے ہین۔ اور مہاراجہ نے مصلحت سمجھکر ان لڑکون کو بیٹا مان بھی لیا تھا اور منتظر تھا کہ موقع آئے تو اس دغابازی کا بدلہ لے۔ شیر سنگھ تقریباً بارہ برس کا ہو گیا مگر کوئی موقع نہ ملا۔ اور وہ برائے نام اُس مہم کا سالار کر کے بھیجدیا گیا جس مین بہادر دیوان رام دیال

یوسف زئیون کے ہاتھ سے بمقام گندگڑھ کام آیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس مہم مین خورد سال شیر سنگھ نے بہت کارنمایان دکھلایا اور اُسکی واپسی پر مہاراجہ نے مائی سدا کنور کو کہ وہ اس لڑکے کو بطور اپنے جانشین کے متبنی کر چکی تھی صلاح دی کہ اب وقت آگیا ہے کہ تم ترک دنیا کرو اور اپنی جگہ اپنے نواسہ کو کر دو۔

اس ضعیفہ کو ترک دنیا کی خواہش نہ تھی مگر اُس وقت شاہدرہ مین لاہور سے چند میل کے فاصلہ پر مقیم تھی اسیلیے انکار کا نتیجہ خراب ہونے کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ اُس نے اُس وقت تو کچھ دفع الوقتی کا جواب کہلا بھیجا اور پھر اپنے صدر مقام بٹالہ پر پہونچکر انگریزون سے بات چیت شروع کر دی اور اُن کے زیر حمایت آجانے اور عملداری این روے ستلج مین رہنے کی خواستگار ہوئی۔ مہاراجہ کو بھی اسکی خبر لگ گئی سائی جی کو بُلا بھیجا اور بہت دھمکیون کے ساتھ وہی پہلا حکم پھر سُنایا۔ اُسی رات کو مائی سدا کنور ایک بند ڈولہ مین سوار ہوکر بھاگی تعاقب مین فوج بھیجی گئی اور گرفتار ہوکر آئی تو قلعہ مین قید کر دی گئی کہ وہین تھوڑے ہی دنون بعد انتقال بھی ہو گیا اور مہاراجہ نے بغیر

کسی وقت سے کے اسکے کثیر علاقہ پر اپنا تسلط بٹھا لیا۔ البتہ اگر کچھ وقت ہوئی تو وہ اٹالگڈھا اور کیری کے قلعون کے زیر کرنے مین۔ کہ اتال گڈہ مین مائی مذکور کی ایک خادمہ نے مقابلہ جاری رکھا اور کیری کے قلعہ والون نے دیوان دیبی چند کے کہ وہ اسکو تسخیر کرنے کے واسطے بھیجا گیا تھا دانت کھٹے کر دیئے۔ ٹبالہ شیر سنگھ کو جاگیر مین عطا ہوا اور یہ چالاک عورت اسی گڑھے مین گر کر ہلاک ہوگئی جو اُس نے اورون کیواسطے کھودا تھا۔ مگر ساتھ ہی اسکے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ باوجود ساری برائیون کے مائی سدا کنور نے مہاراجہ کے حق مین بڑا سلوک کیا اور مہاراجہ نے اُسکے ساتھ سخت محسن کشی کا برتاو کیا۔ اُسی کے روپیہ اور اُسی کی فوج کی بدولت مہاراجہ نے لاہور اور امرتسر کو زیر کیا تھا اور اُسی کی وجہ سے اُن چند مشتبہ حالت کے برسون مین وہ سنبھلا رہا جو اُسکے باپ کے مرنے کے بعد گزرے۔

نوان باب

انگریز اور علمداری این روی ستلج

ایک دوستی مین مہاراجہ برابر ثابت قدم رہا۔ اور دائرہ اتحاد سے
کبھی تجاوز نہین کیا یہ دوستی برٹش گورنمنٹ کی تھی کہ وہ ہندوستان مین
ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھ مین تھی۔ آغاز صدی مین انگریزون کی طاقت
کا اندازہ کرنے اور اُنکی حکمت عملی کے سمجھنے سے پہلے وہ مذبذب حالت
مین رہا کہ اپنے نئے پڑوسیون کے ساتھ کیا طرز مدارات رکھے اور دسمبر
۱۸۰۸ء مین تو اُسنے قریب قریب یہ فیصلہ کر ہی لیا تھا کہ اُنسے لڑائی کرے مگر جب
۱۸۰۹ء کے عہدنامہ کے مطابق اُنکی حالت معین اور اعتماد کے قابل
ہوگئی اور اُس عہدنامہ کے مطابق وہ این روے ستلج والے سب سردارون
پر برتری رکھنے کے دعوی سے دست بردار ہو چکا تو اُس نے بہت
خندہ پیشانی سے اُن فرایض اور ذمہ داریون کو قبول کر لیا جو اُس

اقرار نامہ کے مطابق اُس پر عائد ہوئی تھین اور تیس برس تک برٹش گورنمنٹ
کا سچا اور وفادار دوست بنا رہا جس اعتبار اور بھروسہ کی نظر سے وہ گورنمنٹ
مذکور کے قول و قرار کو دیکھتا تھا وہ اُسکے سے شکی طبیعت والے اور سفاک
فرمانروا سے بہت بعید معلوم ہوتا ہے۔ اور اُسی سے اُسکی تدبیر مملکت
کی اعلیٰ درجہ کی قابلیت کا اظہار ہوتا ہے۔ اُس کا یہ اعتماد بیجا بھی نہ تھا
برٹش گورنمنٹ نے برابر رنجیت سنگھ کے ساتھ بہت صفائی اور دوستی
کا برتاو رکھا۔ انگریز بھی سمجھتے تھے کہ اس کا ہمارے اور سرحد شمال و مغرب
کے درّون کے اُس طرف کی اُس غیر مفتوح مملکت کے بیچ مین حایل
رکھنا مناسب ہے جہان سے بیشمار حملہ آور فوجین ہندوستان کے
میدانون مین اتر چکی تھین اور اُنھون نے کبھی اُسکے ساتھ پرخاش
نہین کی۔ سلطنت لاہور آخرکار اپنی اندرونی کمزوری کے باعث زوال
مین آگئی۔ برٹش گورنمنٹ نے ہرگز اُسکے لینے کی کوئی فکر نہین کی۔

ہماری گورنمنٹ اور این روے ستلج والی ریاستون کے تعلقات کی
ابتدا کا قصہ تاریخ ھندوستان کا ایک بہت سبق آموز باب ہے۔
مگر یہ قصہ طویل اسقدر ہے کہ تھوڑی تفصیل کے ساتھ بھی اُسکا

یہان لکھنا ممکن نہین۔ اُس قصہ کو مرہٹہ طاقت کے عروج اور مرہٹون کی فرانسیسی سپہ سالارون والی باقاعدہ فوجون اور اُس انگریز ابن الوقت جارج ٹامس نامی سے بہت کچھ تعلق ہے جس نے بڑی ہمت اور گستاخانہ دلیری کے ساتھ شمالی ہندوستان مین ایک سلطنت قائم کرنی چاہی تھی اور قریب قریب کامیابی کے درجہ تک پہونچگیا تھا۔ ہم محض اُس زمانہ کی حالت کا خاکہ کھینچنے پر اکتفا کرینگے۔

اس صدی کے آغاز مین برٹش طاقت ہندوستان مین روزافزون ترقی پر تھی اور بہت عروج پکڑتی جاتی تھی۔ نقشون مین سرخ لکیرین جو اُسکی سرحد کا نشان تھین برابر وسیع ہوتی جاتی تھین۔ اور خود رنجیت سنگھ نے یہ سچی پشیین گوئی کی تھی کہ وہ زمانہ بھی دور نہین ہے کہ سارا ہندوستان سرخ ہو جائے گا۔ بنگال بنارس اودھ الہ آباد کانپور فرخ آباد دہلی باری سے زیر ہو ہی چکے تھے۔ ۱۱ ستمبر ۱۸۰۳ء کو جنرل لیک نے مرہٹہ فوج کو جو بورکوین کے تحت مین تھی دہلی کی فصیل کے نیچے شکست دی

* ان واقعات کی تاریخ پوری تفصیل کے ساتھ کتاب دی راجاز آف دی پنجاب (راجگان پنجاب) طبع ثانی صفحات ۱۲۰ لغایت ۱۳۰ مین ملیگی۔

اور چار ون بعد دار السلطنت ہندوستان مین فاتح بنکر داخل ہوا۔ یکم نومبر کو لسواڑی کی لڑائی ہوئی۔ مرہٹون نے پھر شکست پائی اور بہت نقصان اُٹھایا۔ اور سیندھیا نے سرجی انجن گانون کے عہدنامہ کے مطابق سرسا حصار رہتک دہلی گڑگانوان اور آگرہ برٹش گورنمنٹ کے حوالہ کردیا۔ مگر اضلاع سرسا و حصار و رہتک مین ۱۸۰۹ء تک برٹش عملداری نہین ہونے پائی۔

جب جنرل پورکوئین نے این روے ستلج والے سردارون کے دشمن جارج ٹامس کا قلع قمع کردیا تو سرداران مذکور نے مرہٹون سے دوستی کرلی اور دہلی مین انگریزون کے مقابلہ مین لڑے۔ ان لوگون کو ہماری طاقت کا اندازہ کرنے مین غلطی ہوئی تھی۔ ۱۸۰۴ء مین پورے سال بھر یہ لوگ جمنا کے قریب و جوار مین بہت اودھم مچاتے رہے اور دہلی کی فصیل تک ملک کو برابر تاخت و تاراج کیا کیے۔ مگر جب دارد سمبر ۱۸۰۴ء کو کرنیل برن نے ان لوگون کو شکست فاش دی تو ان لوگون کی آنکھین کھلین اور سمجھے کہ مصلحت یہی ہے کہ دریا پار واپس چلے جائین۔ اور ان کے دو بڑے بڑے سردار راجہ بھاگ سنگھ والی جنیدھ اور بھائی لال سنگھ

والی کیتھل فوج انگریزی مین آن ملے اور بعد مین بھی برابر دوستی مین ثابت قدم رہے
جسونت راؤ ہلکر نے جو کرنیل مانسن کے برگڈ پر فتح عظیم پائی تو اکتوبر ۱۸۰۴ء
مین فوج کثیر لیکر دہلی کا محاصرہ کرلیا مگر کرنیل اکٹرلونی و کرنیل برن نے وہان
سے ہٹا دیا۔ دو مہینہ بعد جنرل لیک و جنرل فریزر نے مرہٹون کو بالکل تباہ
کردیا اور بہت قتل عام ہوا ہلکر کے پاس فوج نہ رہ گئی تو پہلے تو ستلج کے جنوب
ایک فوج بھرتی کرنے کی فکر کی مگر جب یہ نہ چل سکی تو شمال کی جانب بڑھگیا
کہ سکھ سردارون سے امداد کا طالب ہو کہ یہ لوگ سیندھیا سے بہتر نہ سہی
تو کم از کم اُس سے زیادہ اعتماد کے قابل تو ضرور تھے کیونکہ سیندھیا کو
بظاہر دوست بننے پر مجبور تھا مگر دل مین ہلکر سے نفرت رکھتا تھا۔ ہلکر
چند ماہ تک پٹیالہ مین پڑا رہا مگر وہان مہاراجہ اتنی بڑی جوکھون اُٹھانے
پر راضی نہین ہوا۔ اور اور سردارون این روے ستلج نے بھی یہ دیکھکر
کہ آب اُس کے معاملہ مین کچھ جان نہین رہی ہے یہی دانشمندی کی
اور الگ رہے۔ آخر کار اکتوبر ۱۸۰۵ء مین جب لارڈ لیک پھر ہلکر کے
مقابلہ مین میدان مین آیا تو وہ امرتسر کو بھاگا اور رنجیت سنگھ سے دوستی
کرلینے کی کوشش کی۔ رنجیت سنگھ کا اُسے مدد دینے کو بہت جی چاہتا تھا

مگر اسکے صلاح کار فتح سنگھ اہلووالیہ اور جبیند ھ کے راجہ نے اسکو اس
حرکت سے باز رکھا کہ اس سے اندیشہ تھا کہ فوراً انگریزون سے لڑائی ٹھن
جائیگی۔ لارڈ لیک نے دریاے بیاس تک ہلکر کا تعاقب کیا۔ اور اگر گورنر جنرل
کو محض یہی خیال نہ ہوتا کہ جلدی سے صلح کرلیجاے تو انگریزونکے ہندوستان
والے سب سے بڑے دشمن کا بالکل قلع قمع ہو ہی گیا تھا۔ اسی زمانہ مین
لندن مین کورٹ آف ڈائرکٹرس کو بھی معمولی بزدلی کا دورہ ہوا۔ ان لوگونکو
لارڈ ولزلی کی کہ وہ سب سے نامور گورنر جنرل تھا دلیرانہ حکمت عملی سے
اندیشہ پیدا ہوا اور کمزور کارنوالس اُس حکمت عملی کو بدلنے کے واسطے
بھیجا گیا۔

حماقت سے دانشمندی یہی سمجھی گئی کہ رعایت ملحوظ رکھی جاے۔ ہلکر کے
ساتھ ایک صلحنامہ ہوگیا جسکی روسے جو ملک اُسکا نکال لیا گیا تھا اُس
کا بیشتر حصہ اُسکو واپس ملگیا اور یکم جنوری ۱۸۰۶ء کو رنجیت سنگھ اور اہلووالیہ
سردار سے ایک اور مزید اقرارنامہ ہوگیا اس اقرارنامہ مین یہ عہد تھا کہ
آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی اور سرداران رنجیت سنگھ و فتح سنگھ مین رابطہ اتحاد
و دوستی برابر قائم رہیگا اور سردار فتح سنگھ فوراً جسونت راو ہلکر کو امرتسر سے

نکال دینگے اور آیندہ کسی قسم کا واسطہ اُس سے نہ رکھینگے اور نہ اُسکی فوج سے مدد کرینگے اور نہ اور کسی طریقہ پر مدد دینگے - برٹش گورنمنٹ کیطرف سے یہ اقرار تھا کہ جب تک سرداران مذکور ہمارے دشمنون سے دوستانہ تعلقات رکھنے سے احتراز کرینگے اور اپنی طرف سے بھی کوئی مخالفانہ کارروائی نہ کرینگے برٹش فوج کبھی انکی عملداری مین داخل نہ ہوگی اور نہ کبھی گورنمنٹ کوئی منصوبہ اُنکی جائداد و مقبوضات کے ضبط کرنے یا چھین لینے کا کریگی ان عہدنامون سے ہلکر تو پنجاب سے نکل گیا مگر رنجیت سنگھ کو بھی یہ بات حاصل ہوگئی کہ ستلج کے شمال مین ملک گیری کے منصوبے پنے حسب دلخواہ باندھے اور انگریز اُس مین مزاحم نہون - دریاے مذکور کے جنوب مین جو ملک سکھ سردارون کے پاس تھا اُس کا ابتک کچھ انتظام نہین ہوا تھا - ۱۸۰۶ء کے گرمیون کے موسم مین پھولکیان راجاؤن کے جھگڑون سے رنجیت سنگھ کو ملک مذکور پر چڑھائی کرنے کی ترغیب ہوئی - اس بدنصیب ملک کی حالت انتہا درجہ کی خراب ہو رہی تھی سکھ ریاستون اور دہلی کے بیچ کے اضلاع جو انگریزون نے ۱۸۰۳ء مین حاصل کیے تھے اُنکی حالت شائد سب سے زیادہ افسوس ناک تھی - مگر سکھون کے

اس حصہ ملک کی کسان رعایا کی حالت قریب قریب ہر جگہ ایسی ہی خراب وخستہ ہو رہی تھی۔ ڈینزل اٹبسن صاحب رپورٹ بندوبست ضلع کرنال مین حسب ذیل رقمطراز ہین !۔

"اسطرح ۱۸۰۵ء مین اس خوفناک زمانہ کا خاتمہ ہوا ہے جو عوام مین سکھون کی کھس کھس اور مرہٹی گھس گھس کے نام سے مشہور ہے۔ دیہات والون کو ابتک اُس زمانہ کے اندھیر بخوبی یاد ہین۔ پانی پت کے جنوبی ملک مین سکھون کا کبھی پورا تسلط نہین ہوا اور وہ اپنی مقبوضات پر بحیثیت مرہٹون کے جاگیر دارون کے قابض رہے۔ مگر اس عرصہ مین برابر دونون طاقتون مین جنگ رہی اور یہ حصہ ملک کا دونون کی عملداریون کے بیچ مین اسطرح رہا کہ گویا کسی کا نہین ہے۔ اسکے خواہشمند تو دونون تھے مگر حفاظت ایک بھی نہ کرتا تھا۔ اور نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جو لٹیرا سب سے زیادہ زبردست ہوتا تھا اُسکو مفت کا شکار ہاتھ آتا تھا۔ سنہ ۱۷۳۶ء ہی مین یہ حالت تھی کہ نادر شاہ کو دو آبہ مین ہوکر دہلی آنا پڑا۔ کیونکہ مرہٹہ فوجونکی برابر آمد و رفت سے یہ ملک اسقدر ویران ہوگیا تھا کہ رسد کا ملنا ناممکنات سے تھا۔ اور چالیس برس بعد جب ہم

لوگون نے اس ضلع کو لیا ہے تو پانچ مین سے چار حصہ مین جنگل کھڑا تھا اور باشندے یا تو فنا ہو چکے تھے یا بھاگ گئے تھے۔ شاہی نہر مدتون سے سوکھی پڑی تھی اور بجاے زراعت کے چارون طرف جنگل کھڑے تھے جس مین چور اور ڈاکو پناہ لیتے تھے اور درندے رہتے تھے۔ سنہ ۱۸۲۷ء مین آرچر صاحب نے لکھا تھا کہ چند ہی سال گزرے کہ اس حصہ ملک مین محض وحشی جانور رہتے تھے۔ پرانی شاہراہ کے دونون طرف منہدم عمارات کے نشانون سے ابتک یہ پتہ چلتا ہے کہ کسی زمانہ مین مضبوط سے مضبوط مواضعات کے رہنے والون کو اپنے آبا و اجداد کے صدیون کے پرانے مکانات چھوڑ کر نئے مکانات اس قطع کے بنانے پڑے تھے جس پر غارتگرون کی نظر پڑ گئی پڑتی تھیں۔ مالگزاری کے انتظام کا کوئی طریقہ سرے سے تھا ہی نہین۔ کاشتکار تلوار ہاتھ مین لیکر ہل چلاتے تھے لگان وصول کرنے والے فوج لیکر آتے تھے۔ اور اگر ایک وصول کرنے والا خیریت سے چلا بھی جاتا تھا تو جو کچھ رہا سہا ہوتا تھا اسے وصول کر لیجانے کو دوسرا آن پہونچتا تھا"

اسپنے چچا راجہ بھاگ سنگھ والی جیند کے بلانے پر رنجیت سنگھ ۲۶

جولائی ۱۸۰۶ء کو فوج کثیر لیکر اس غرض سے ستلج اُترا کہ راجہ مذکور اور مہاراجہ پٹیالہ کے درمیان مین جو جھگڑے پڑ گئے ہین اُنکا تصفیہ کرادے انگریزون کو رنجیت سنگھ کے بڑھنے سے اندیشہ پیدا ہوا اور کرنال کے قلعہ کی سپاہ کی تعداد زیادہ کردی۔ مگر رنجیت سنگھ بڑا ہوشیار تھا۔ اُس نے انگریزون سے کچھ چھیڑ چھاڑ نہین کی اور محض لدھیانہ اور گھنگرانہ لیکر اپنے دوستون کو حصے بانٹ دیے لدھیانہ والا خاندان پرانی مسلمان راجپوت نسل سے تھا اور اُسکی سردار دو بیوہ عورتین تھین رنجیت سنگھ نے اُنکا مال و املاک خوب بے دریغ لوٹا۔

دوسرے سال اسی زمانہ کے قریب وہ دیوان محکم چند کے تحت مین فوج عظیم لیکر پٹیالہ واپس آیا اور راجہ صاحب سنگھ اور اُسکی بیوی مشہور رانی اوس کور مین مصالحت کرائی اور تصفیہ ایسا کیا کہ رانی کو بہت فائدہ رہا کیونکہ رانی سے اُسکو سب سے زیادہ رشوت ملی تھی۔ مراجعت کے وقت نرائن گڑھ وادنی مورندہ نیز اور دیہاتین جنمین سے زیادہ تر ضلع فیروزپور مین واقع تھین ضبط کرلین اور اپنے متوسلین کو تقسیم کردین۔

اب سرداران این روے ستلج کی آنکھین کھلین کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو اپنے جھگڑون کے تصفیہ کیواسطے بلانے کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ فرینکسٹین کی طرح سے ہمارے واسطے بھی ایک ایسا اژدہا پیدا ہو گیا ہے جو ہمارے بس کا نہین ہے۔ چنانچہ مارچ ۱۸۰۸ء مین راجہ جیندھ و بھائی لال سنگھ والی کیتھل جو بڑا قابو یافتہ سردار تھا اور راجہ صاحب سنگھ والی پٹیالہ کا گماشتہ یہ سب لوگ اس غرض سے دہلی آئے کہ اسٹین صاحب رزیڈنٹ سے دریافت کرین کہ آیا برٹش گورنمنٹ ہمکو اپنے زیر حمایت لیگی یا نہین برٹش گورنمنٹ راضی تو تھی مگر ابھی اس امر مین تذبذب تھا کہ کیا طریقہ اختیار کرنا مناسب ہوگا۔ گورنمنٹ مذکور چاہتی تھی کہ مہاراجہ کی حوصلہ مندی کو شمال ستلج تک محدود کردے۔ مگر ساتھ ہی اسکے یہ بھی خوب جانتی تھی کہ اُسکو اس قدر قابو ہے کہ دریاے مذکور کے شمال اور جنوب دونون جانب کے سب سکھون پر برتری حاصل کرلے اور اندیشہ یہ تھا کہ کہین ایسا نہو کہ یکایک اُس کے روکنے سے دوستانہ تعلقات منقطع ہو کر نا اتفاقی پیدا ہو جاے اور وہ فرانس والون سے مل جائے۔ آج کل کے زمانہ مین کہ فرانسیسیون کی دو تین مختصر سی مقبوضات ہندوستان مین

ہین یہ بات کسیقدر عجیب معلوم ہوگی مگر آغاز صدی مین رنگ ہی کچھ اور تھا
فرانس اور انگلستان کی لڑائی جس کا انجام تجارتی وملکی برتری کا حاصل
کرنا تھا ھندوستان مین اُسی سختی کے ساتھ جاری تھی جیسی کہ اور ممالک
مین رہی اور ۱۸۱۳ء مین کہین جا کر صلح ورسلیس کے ساتھ اُس کا خاتمہ
ہوا۔ اُس زمانہ سے انگلستان سے نفرت اور عداوت پیدا کرنے والی
روایتین ھندوستانیون کے دلونپر قابل فرانسیسی سپہ سالارون مثل کومٹی
ڈی بوان دبیرن و بورکوین کے ذریعہ سے جمائی جاتی تھین۔ اور ان
سپہ سالارون۔ نے مرہٹون کے گروہون کو اسیطرح پر قاعدہ دان فوجون
کی صورت مین کر لیا تھا جسطرح ونٹورا وایلارڈ و کورٹ نے چالیس برس
بعد خالصہ کی فوج کو درست کیا تھا۔ اسکے بعد شاہان فرانس کے قہر و
غضب سے زیادہ غضبناک اور سلطنت جمہور کے دیوانہ جوش سے
زیادہ پرجوش رنگ کا انقلاب یہ پیدا ہوا کہ نپولین کے حوصلہ اور جوہر
خداداد کا ابر ایشیائی اور یوروپین آسمان پر برابر چھا گیا۔ مرنجو اور آسٹرلٹز
اور جینا کی توپونکی صدائین طہران اور لاہور مین سنائی دینے لگین اور کوئی
ایشیائی سلطنت ایسی نہ رہی جو اس بڑے فاتح کی خبرون کی سننے کی

مشتاق نہو جسکی کامیابیون کی تیزی اور ترقی کا رنگ سکندر اعظم یا تیمور کا سا نظر آتا تھا۔

ان سلطنتون کی فکر کچھ بیجا بھی نہ تھی۔ نپولین کے حوصلون کی کوئی انتہا تو تھی نہین۔ اور ایک زمانہ مین واقعی اس کا یہ خیال تھا کہ ہندوستان مین فرانسیسی سلطنت قائم کرنے کے اس منصوبہ کو پھر تازہ کرے جسکا بانی مبانی وہ نامور ڈوپلے تھا جس کا اُسکے احسان فراموش ملک نے بجاے ساتھ دینے کے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ ۱۸۰۸ء مین اس خواب کے رویاے صادقہ کر دکھانے کا وقت گزر چکا تھا اور نپولین کا یہ منصوبہ کہ ایران مین سلطنت کی بنیاد ڈالے اور وہان سے کابل اور لاہور کو زیر کرے اُس کی طاقت سے باہر تھا۔ مگر اُسکے ارادون کے معلوم ہونے سے انگریزی گورنمنٹ کو ہراس ضرور پیدا ہو گیا تھا اور اُن ہی ارادون کے خلاف پیش بندی کرنے کی غرض سے یہ ہوا تھا کہ ایلفنسٹن صاحب دربار کابل مین تعینات کیے گئے تھے اور سی ٹی مٹکاف صاحب رنجیت سنگھ سے معاملہ کرنے کو بھیجے گئے تھے۔

مہاراجہ تھا تو بہت سیانا وہ انگریزون کی پریشانی کو تاڑ تو ضرور گیا ہوگا

مگر اُس کی حالت ایسی نہ تھی کہ اُنکی پریشانی سے کچھ فائدہ اُٹھا سکتا۔ وہ
خوب سمجھتا تھا کہ میری حالت کیسی ہی اچھی کیون نہ ہو پورے اطمینان
کے قابل نہین ہے۔ انگریز اُسکی عملداری این روے ستلج پر حملہ کرنیسے
بگڑے ہوے تھے۔ افغان ہمیشہ شمال کی جانب سے اُتر آنے کو طیار
بیٹھے رہتے تھے۔ پنجاب کے سکھ تعلقہ دار بھی کینہ ور اور شکی مزاج تھے
جنکو وہ نیچا دکھلا چکا تھا وہ بدلہ لینے کی فکر مین تھے۔ جن پر اب تک اُس
نے حملہ نہین کیا تھا وہ اُسکی دغابازی اور ظلم سے خایف اور چوکنے
ہو رہے تھے۔ مگر ساتھ ہی اسکے این روے ستلج والی ریاستون کو اپنی
حکومت مین شامل کر لینے اور خالصہ کی ساری اولاد پر حاوی ہونیوالی
سلطنت کے قائم کرنیکا منصوبہ ہنوز اُس کے ذہن مین تھا اور اُسکو
معقول اُمید اُس منصوبہ کے پورے ہو جانے کی تھی۔ اُس نے جو تین
چڑھائیان این روے ستلج کی تھین اُن سے اُسکو معلوم ہو چکا تھا کہ راجگان
پھولکیان و سرداران مالوا بہت کم زور ہین اور آپسکے نفاق سے ایسے
تباہ ہو رہے ہین کہ اتفاق کا ہونا ناممکنات سے ہے۔ ادھر گورنمنٹ
انگریزی نے بھی براہ راست کوئی مزاحمت نہین کی تھی بلکہ جو سردار

اُسکی حمایت کے طالب ہوکر دہلی گئے تھے اُن کو بھی ٹالنے والا جواب
دیدیا تھا۔ سفیر انگریزی جو کرنال سے وسط ماہ اگست مین روانہ ہوا تھا
اُسکی آمد کی خبر سے رنجیت سنگھ کو کچھ تشویش پیدا ہوئی۔ مگر اُس نے یہ
ارادہ کرلیا کہ گفتگو شروع ہونے سے پہلے پہلے اپنی حالت اور زیادہ قوی
کرلی۔ چنانچہ این روے ستلج نئی چڑھائی کرنے کی طیاری مین قصور مین فوج
جمع کرنے لگا۔ قصور ہی مین مٹکاف صاحب بھی ۱۱ ستمبر کو پہونچے۔ راستہ
مین پٹیالہ ٹھہرتے ہوے گئے تھے۔ وہان کے راجہ نے پھر منت سماجت
کرکے کہا کہ ہماری حمایت کیجیے اور یہان تک کیا کہ شہر کی کنجیان حوالہ
کردین کہ اب یہ برٹش گورنمنٹ ہی کے ہاتھ سے ہم کو واپس ملینگی تو
ہم لینگے۔ مگر یہ التجا بالکل رائگان گئی۔

مٹکاف صاحب نے بعجلت تمام وہ دوستی کی تجاویز مہاراجہ کے
سامنے پیش کین جنکی اُن کو تعلیم دی گئی تھی اور جنکا ماحصل یہ تھا کہ
اگر فرانس کی طرف سے حملہ ہو تو دونون اُسکے خلاف رہین کیونکہ گورنمنٹ
انگریزی اور سلطنت لاہور دونون فرانسیسون کے نکالنے مین اغراض
مشترکہ رکھتے ہین۔ مہاراجہ نے اس تجویز کو دل سے منظور کیا مگر اُسکے

بدلہ مین یہ خواہش ظاہر کی کہ یہ تسلیم کر لیا جاے۔ وہ سب سکھ رعایا
اور ریاستون کا مالک ہے۔ مٹکاف صاحب کو اس دعوی کے
منظور کرنے کا کوئی اختیار نہ تھا اور چونکہ اُنھون نے اس تجویز کے
کلکتہ سے منظور ہونے کی بہت کم امید ظاہر کی اسلیے رنجیت سنگھ
نے لشکر کے کوچ کا حکم دیا اور ستلج پار اُترا۔ سفیر انگریزی اگرچہ اس کج
خلقی سے سخت ناخوش ہوا تاہم سواے ساتھ رہنے کے اور چارہ ہی
کیا تھا۔ کھائی سے لیکر فریدکوٹ تک کہ وہان قبضہ بھی کر لیا گیا اور فریدکوٹ
سے مالیرکوٹلہ تک کہ وہان ایک خراج عظیم طلب کیا گیا تھا مٹکاف
صاحب برابر مہاراجہ کے لشکر کے ساتھ ساتھ رہے۔ آخر کو جب مہاراجہ
نے انبالہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا اور اُن ریاستون کے قلب
کی طرف جانا چاہا جو حمایت برطانیہ کی طلبگار تھین تو سفیر فتح آباد کو
چلا آیا۔ اُس نے ایک عہدنامہ کا مسودہ مہاراجہ کے پاس بھیجدیا تھا
اس مسودہ مین صرف فرانس کے خلاف دوستی رکھنے کا ذکر تھا اور
رنجیت سنگھ کی طرف سے جو تجویز اُسکے بدلہ مین پیش کی جاتی تھی اُس مین
صرف یہی درخواست نہ تھی کہ انگلستان پوری پوری دوستی رکھے بلکہ

یہ بھی استدعا تھی کہ کابل سکے ساتھ جو ہمارے جھگڑے ہوں اُنمیں کچھ مداخلت نہ کیجائے اور ستلج کے شمال وجنوب کے سارے سکھ علداری سلطنت مُسلّم مان لی جائے۔

مہاراجہ کی حکمت عملی بہت ہوشیاری اور دلیری کی تھی اور اس قابل تھی کہ اُسکو وہ کامیابی نصیب ہو جو اُس حالت مین غالباً ضرور نصیب ہوتی کہ فرانسیسی حملہ کا اندیشہ محض خیالی نہوتا بلکہ واقعی ہوتا۔ اُسکو فرانس کی کچھ پروا نہ تھی۔ وہ خوب سمجھتا تھا کہ نپولین میرا دشمن نہین ہے بلکہ گورنمنٹ انگریزی کا دشمن ہے۔ اگر انگریز چاہتے ہین کہ وہ فرانس والون کے خلاف اُنکا ساتھ دے تو اُنکو اُس کی من مانی شرطین بھی قبول کرنی ہونگی۔ چنانچہ اُس نے اپنی شرایط پر سفیر اور گورنر جنرل دونون سے اصرار کرنا شروع کیا اور ابھی بات چیت ہو ہی رہی تھی کہ علداری این روے ستلج مین جن جن مقامات پر اُس سے بن پڑا قبضہ کر لیا تاکہ جب بات چیت طے ہو جاے تو وہ کم سے کم اُن مقبوضات پر تو قابض رہے جو اُسکے قبضہ مین آچکے ہون۔ اور بڑی ہوشیاری یہ کی کہ سفیر انگریزی کو بھی برابر اپنے لشکر کے ساتھ رکھا تاکہ

سردار لوگ مقابلہ مین کوتاہی کرین اور اسکی اُس کارروائی کے جواز کا بھی ایک رنگ پیدا ہو جائے۔

مٹکاف صاحب کے لشکر سے چلے جانے کے بعد بھی مہاراجہ نے اپنی ملک گیری بدستور جاری رکھی۔ شاہ آباد اور انبالہ پر قبضہ کر لیا۔ وہ تو پٹیالہ بھی تباہ کر چکا ہوتا مگر اس خیال سے باز رہا کہ اس حرکت سے انگریزون سے لڑائی ہو جائیگی۔ لہذا اُس نے صرف اسی پر قناعت کی کہ خوف زدہ راجہ صاحب سنگھ کو اپنے لشکر مین بُلا کر پگڑیان بدلین اور دوامی دوستی کی قسم کھائی۔ پھر امرتسر واپس چلا آیا اور وہین ۱۰ دسمبر کو سفیر پھر اُس سے جا ملا۔

اب کلکتہ سے جواب آ چکا تھا۔ فرانسیسی حملہ کے ناممکن ہونے کا خیال پیدا ہو چلا تھا اور محض خیالی اندیشہ پر رنجیت سنگھ سے عہدنامہ کرنا فضول تھا۔ یا کم از کم یہ کسیطرح مناسب نہ معلوم ہوتا تھا کہ ایسے زوردار اور بے پروا فرمانروا کو اُن ریاستون پر حکمرانی کرنے دیجائے جنکو اُس سے نفرت تھی اور جو کمال التجا کے ساتھ سرکار انگریزی سے حمایت کی طالب ہوئی تھین۔ چنانچہ مہاراجہ کو اطلاع دی گئی کہ گورنر

جنرل کو آپ کے جنوب ستلج مین دعویدار ہونے پر سخت حیرت ہے اور
اُس سے بھی زیادہ حیرت اس بات کی ہے کہ آپ اپنے اس منصوبہ
مین سرکار انگریزی سے مدد کے خواستگار ہین - مہاراجہ سے یہ بھی کہا گیا
کہ گورنمنٹ انگریزی اُن مرہٹون کی قائم مقام ہے جنکو وہ شکست دیچکی
ہے اور جب لڑائی ہو رہی تھی تو خود آپ ہی نے یہ راے دی تھی کہ
دریاے ستلج کو حد فاصل قرار دیا جائے - اُسی زمانہ سے گورنمنٹ نے
سرداران این روے ستلج کو تمام خراجون سے سبکدوش کر دیا ہے اور
اُن کو کسی کا مطیع رکھنا نہین چاہتی اور اپنی حمایت مین لے چکی ہے
یہ بھی مہاراجہ سے کہا گیا کہ آپ کا یہ طرز مدارات ہمارے سفیر کے ساتھ
بہت خلاف اخلاق اور آداب دوستی کے ضابطہ کے متناقض تھا
کہ اس عرصہ مین کہ یہ گفتگو گورنر جنرل کے ساتھ درپیش تھی آپ نے
عملداری این روے ستلج پر حملہ کیا اور اب آپ کو مناسب ہے کہ اس
مسئلہ کے برٹش گورنمنٹ کے سامنے بار اول پیش ہونے کے بعد سے
جو جو ملک آپ نے جنوب ستلج مین حاصل کیا ہو اُسکو واپس کر دین
اور سکھ فوج کو دریاے مذکور کے شمال کی جانب واپس بلا لین -

مہاراجہ نے اِن احکام کی بہت شکایت کی اور اُنکی تعمیل سے بچنے کے واسطے بہت سے حیلے ڈھونڈھے مگر کچھ فائدہ نہوا۔ اُس نے کہا کہ سفیر اس غرض سے آیا تھا کہ فرانس کے خلاف عہدنامہ ہو جائے اور ہم سے دوامی دوستی قائم ہو جائے۔ مگر اب عہدنامہ تو بالکل فراموش کر دیا گیا اور دوستی کا اظہار جو کچھ ہوا ہے وہ یہ ہے کہ میرے دلی ارمان کو خاک مین ملایا جاتا ہے۔ اُسکو اس درجہ برہمی پیدا ہو گئی کہ لڑائی کی طیاری شروع کر دی۔ چارون طرف سے فوج اور سامان جنگ جمع کرنے لگا گوبندگڑھ کے نئے قلعہ پر توپین چڑھ گئین اور محاصرہ مین کام دینے کے واسطے رسد کا ذخیرہ جمع کیا گیا۔ سکھون کا سب سے بہتر سپہ سالار اور انگریزون کا جانی دشمن محکم چند کانگڑہ سے واپس بلایا گیا اور ستلج کنارہ لدھیانہ کے مقابل بمقام پھلور بھیجا گیا۔ اور وہان اُس نے لشکر ڈالا۔ اس مخاصمانہ کارروائی کا جواب گورنمنٹ نے اسطرح پر دیا کہ کرنیل آکٹرلونی کے تحت مین ایک برٹش فوج لدھیانہ روانہ کی۔ کرنیل مذکور پٹیالہ اور نابھا ہوتا ہوا گیا اور وہان بہت تعظیم اور احترام اور خوشی کے ساتھ اُسکی مدارات ہوئی۔ اسی عرصہ مین لاہور مین جو

گفتگو درپیش تھی وہ بدستور آہستگی کے ساتھ جاری رہی۔ سفیر کو یہ سمجھایا
گیا کہ مہاراجہ لڑائی کی ٹھان چکا ہے اور اپنی فوج سے مِل جانے کی غرض
سے ستلج کنارہ روانہ ہونے والا ہے۔ چنانچہ سفیر نے کمانڈر انچیف
کو صلاح دی کہ اس ناپسندیدہ حالت کا خاتمہ کر دینے کا سب سے بہتر
طریقہ یہ ہے کہ پنجاب پر چڑھائی کر دیجائے۔ مگر آخر کار مہاراجہ نے
سمجھداروں کی صلاح مان لی اور سمجھ لیا کہ اب مخالفت کرنے سے کچھ
حاصل ہونا نہین ہے اور ۲۔ اپریل ۱۸۰۹ء کو فرید کوٹ خالی کر دیا اور
قلعہ انبالہ مین جو فوج بھیج رکھی تھی اُسکو بھی ستلج کے شمال مین بُلا لیا عہدنامہ
کی تکمیل مین کچھ اور دقت پیش نہین آئی۔ اور ۲۵۔ اپریل کو اس پر دستخط
ہو گئے اور ۳۰۔ مئی کو گورنر جنرل کی منظوری بھی ہو گئی۔ اس عہدنامہ
کے ذریعہ سے برٹش گورنمنٹ نے یہ اقرار کر لیا کہ شمال ستلج مین مہاراجہ
کی عملداری اور رعایا کے معاملات مین ہم بالکل دخل نہ دینگے اور مہاراجہ
نے یہ اقرار کیا کہ دریاے مذکور کے جنوب کی ریاستون کو ہم مانین گے
اور اُسی عہدنامہ کے ضمیمہ کے طور پر سرداران جنوب ستلج کے واسطے
ایک اشتہار بھی شایع کر دیا گیا کہ سرکار انگریزی تمھاری حمایت کرے گی

اور تمھارے حقوق و اختیارات مین کوئی دست اندازی کیجائے گی
اور کوئی خراج نہ لیا جائے گا البتہ جو ہمارا تمھارا دونون کا دشمن ہوگا
اُسکے مقابلہ مین تمکو بھی مدد دینی پڑیگی -

اس زمانہ سے سکھون کی پہلی لڑائی تک ریاستہاے این روے ستلج
کی تاریخ لاہور کی تاریخ سے بالکل جداگانہ رہی - مہاراجہ اپنے اقرار پر
ایمانداری کے ساتھ ثابت قدم رہا اور انگریزون کی طاقت کی عظمت
کو سمجھکر بالکل اس خیال خام سے درگذرا کہ ریاستہاے این روے ستلج
کو اپنی سلطنت مین شامل کرلے - اور اُس نے اپنی توجہ افغانون کے
شمالی اضلاع سے نکالنے اور ملتان و کشمیر و ڈیرہ جات کی تسخیر کی طرف
مصروف رکھی - لوگون کو اُس مین بھی کلام ہے کہ رنجیت سنگھ ۱۸۰۹ع
مین فی الواقع انگریزون سے لڑنے کی طیاری کرتا رہا ہو - مٹکاف صاحب
کو تو ضرور اسکا یقین تھا مگر اُس زمانہ مین مہاراجہ کی اعلیٰ درجہ کی
ہوشیاری اور دانشمندی کا پورا پورا حال نہین معلوم ہوا تھا - زیادہ تر
قرینہ اس بات کا ہے کہ یہ نری دھمکیان ہی دھمکیان تھین اور یہ
گیدڑ بھبکیان اس امید پر دی جاتی تھین کہ برٹش گورنمنٹ کچھ تو رعایت

کردے۔ اور ایک حدتک اُسکو اس ترکیب مین کامیابی بھی ہوئی۔ کیونکہ
اُسکو صرف وہی اضلاع این روے ستلج واپس کرنے پڑے جو
اُس نے اپنی آخری لڑائی کے ذریعہ سے فتح کیے تھے۔ سالہاے
ماسبق مین جو کچھ اُس نے خود لے لیا تھا یا اپنے سردارون کو دیڈالا
تھا وہ بدستور اُسی کے پاس رہا۔ البتہ اُسکو اس بات کی اجازت
نہین دی گئی کہ جو اراضی اُس نے خود سرداران این روے ستلج کو
دی تھی اُسکے صلہ مین بھی اُن سے اطاعت کا خواستگار ہو۔

دسوان باب

فتوحات مابعد

اب ہم مختصر حال اُن فتوحات کا لکھتے ہین جو مہاراجہ کو اپنے مسلمان رقیبون اور دشمنون کے مقابلہ مین نصیب ہوئین - اور اسی سلسلہ مین یہ بھی بیان کرینگے کہ شمالی اور وسطی اضلاع کی مسلمان قومین کسطرح زیر ہوئین اور ملتان و کشمیر و پشاور و ڈیرہ جات کی تسخیر کیونکر عمل مین آئی -

× مہاراجہ کی ملتان کی لڑائیونکا پورا حال کتاب پنجاب چیفس (سرداران پنجاب) کے صفحات ۴۷۵ لغایت ۴۸۹ و ۲۷۲ لغایت ۵۱۰ مین سدوزی سردارون اور دیوان ساون مل کی سوانح عمریونکے ذیل مین ملیگا - اور کشمیر کی لڑائی کا حال کتاب مذکور کے صفحات ۱۵۰ لغایت ۶۰۹ دیوان محکم چند کی سوانح عمری کے ذیل مین ملیگا -

قدیم شہر و ضلع ملتان مین شاہی نسل کا ایک افغان خاندان فرمانروا تھا۔ اس خاندان والے ۱۷۳۸ء مین نادر شاہ کے حملہ کے زمانہ مین نواب بنا دیے گئے تھے کیونکہ دولت مغلیہ کو اُس زمانہ مین یہ خواہش تھی کہ بیرونی صوبجات مین جہان دولت مذکور بباعث اپنی کمزوری کے خود نگرانی نہین کر سکتی تھی اس طریقہ سے فرمانروائی کرے ۱۷۷۱ء اور ۱۷۷۹ء کے درمیان مین باوقات مختلف یہ شہر بھنگی سردارون کے قبضہ مین رہا۔ مگر آخرکار بادشاہ تیمور نے اُنکو بیدخل کر دیا اور ۱۷۷۹ء مین مظفر خان حاکم ملتان مقرر ہوا۔ یہ شخص بہادر اور مستعد آدمی تھا۔ اس نے سکھون اور نیز سیالون اور اور قرب وجوار کی قومون کے مقابلہ مین کہ وہ اس پر حملے کرتی رہین اپنا قبضہ برابر بہت دلیری کے ساتھ قائم رکھا۔ ۱۸۰۲ء مین مظفر خان نے کم عمر سردار رنجیت سنگھ کو پہلی مرتبہ دیکھا کہ سنہ مذکور مین وہ اس ملک کی حالت کی جانچ کے واسطے لاہور سے روانہ ہوا تھا۔ نواب شہر سے تیس میل باہر اُس سے ملنے کو آیا اور بیش بہا تحفہ تحائف کے مبادلہ کے بعد رابطۂ دوستی قائم کر کے رخصت ہوا۔ پھر ۱۸۰۶ء مین جھنگ فتح کرنے کے

بعد رنجیت سنگھ ملتان کی طرف روانہ ہوا۔ اور ملتان کے بیس میل
شمال مقام مہتم پر پہونچا تھا کہ نواب نے جو لڑنا نہین چاہتا تھا ستر ہزار
روپیہ دیکر اسکو وہین سے رخصت کر دیا۔ سال آئندہ یہ دیکھکر کہ ایسی
آسانی کے ساتھ اسقدر مل چکا ہے رنجیت سنگھ کی حرص کو ترقی ہوئی
اور فوج لیکر پھر آیا اور ملتان پر حملہ کیا۔ شہر کا کچھ حصہ تو زیر ہو گیا مگر قلعہ
کے مقابلہ مین سکھون کی سب کوششین بیکار ثابت ہوئین۔ آخر سردار
فتح سنگھ کالیان والہ کی معرفت مصالحت ہو گئی اور مہاراجہ رقم کثیر
لیکر واپس چلا گیا۔ نواب مظفر خان نے لڑائی سے عاجز آکر حج کیواسطے
مکہ کا سفر کیا اور وہان سے واپس آنے کے بعد یہ کوشش کی کہ انگریز اسکو
اپنی حمایت مین لے لین مگر یہ کوشش فضول ہوئی سرکار انگریزی نے
انکار کر دیا۔ ملتان بہت فاصلہ پر واقع تھا اور اُس خطہ سے باہر تھا
جس پر اس زمانہ مین سرکار مذکور کو قابو رکھنا مقصود تھا۔

سنہ ۱۸۱۰ع کے آغاز مین رنجیت سنگھ نے پھر ملتان پر چڑھائی کی وہ
حال ہی مین مقام خوش آب پر شاہ شجاع افغان سے مل چکا تھا اور
اس آوارہ وطن بادشاہ کی یہ خواہش تھی کہ سکھ لوگ ملتان لیکر اُسکے

حوالہ کردین سنہ ۱۸۰۳ع مین جب شاہ کی فوج حملہ آور ہوئی تھی تو مظفر خان
نے اُسکو پسپا کر دیا تھا اور اُسکے بعد شاہ سے میل کر لینے کی امید مین
کئی مرتبہ اُسکو ملتان مین پناہ دینے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ مگر شاہ شجاع
یہ چاہتا تھا کہ شہر و صوبہ ملتان کو فتح کر کے اپنا بنا لے۔ رنجیت سنگھ
اس کمزور طبیعت والے بادشاہ سے بہت تعظیم و تکریم کے ساتھ
پیش آیا مگر جب اُس سے کچھ روپیہ ہاتھ نہ لگا تو یہ ارادہ کر لیا کہ ملتان
کو اپنے ہی واسطے فتح کرے۔ ۲۴ فروری سنہ ۱۸۱۰ع کو وہ فصیل پر پہونچا
اور دوسرے دن شہر پر قبضہ کر لیا۔

کچھ عرصہ تک قلعہ پر گولہ باری ہوتی رہی مگر جب کچھ فائدہ نہوا تو
سرنگ سے کام لیا گیا اُدھر محصورین قلعہ نے بھی سرنگین لگانی شروع
کین اور عطر سنگھ دھاری کی باتری کو اڑا دیا کہ وہ مع اپنے بارہ
جوانون کے مارا گیا۔ ۲۱ مارچ کو چوطرفہ حملہ کا حکم دیا گیا۔ مگر سکھون کو
بہت نقصان کے ساتھ پسپا ہونا پڑا اور لشکر مین رسد کی گرانی کی
وجہ سے اب سکھ لوگ بیدل ہونے لگے۔ دیوان محکم چند سپہ سالار
سخت علیل تھا اور بہت سے سردار قتل ہو چکے تھے اور قلعہ پر نام کو

بھی کوئی اثر نہین ہوا تھا۔ ۲۵۔ تاریخ کو دوسرا حملہ ہوا اور اُسکا بھی
وہی نتیجہ ہوا جو پہلے حملہ کا ہوا تھا۔ محاصرہ اُٹھا لینا لازمی ہو گیا۔ اور
رنجیت سنگھ کو بہت افسوس کے ساتھ مظفر خان کی وہی شرطین
منظور کرنی پڑین جو وہ پہلے کئی دفعہ نامنظور کر چکا تھا یعنے یہ کہ ڈھائی
لاکھ روپیہ نقد بیس جنگی گھوڑے لیکر اور لڑائی کے وقت فوجی امداد
کا وعدہ کرا کے واپس چلا جائے۔ تیس ہزار روپیہ زربیانہ لیکر مہاراجہ
۱۴۔ اپریل کو ملتان سے رخصت ہوا۔

یہ دیکھکر کہ ملتان اکیلے میرے بس کا نہین ہے رنجیت سنگھ
گورنر جنرل کی طرف متوجہ ہوا اور برٹش فوج کی امداد مانگی۔ اُسکی اس
درخواست پر زیادہ توجہ اس سبب سے نہین ہوئی کہ وہ یہ چاہتا تھا
کہ فوج بجائے پنجاب مین ہو کر جانے کے ستلج کے جنوب کے شور
ملک مین ہو کر روانہ کیجائے۔ شاہ شجاع نے بھی اپنی ہی ذات سے
ملتان پر حملہ کرنے کی طیاری شروع کی تھی مگر عقل کی بات یہ کی کہ یہ
دیکھکر کہ کامیابی کی کوئی اُمید نہین ہو سکتی ہے اس خیال سے دستبردار
ہو گیا۔

ماہ فروری ۱۸۱۶ء مین سکھون نے ایک بیقاعدہ حملہ ملتان پر کیا
بہاولپور اور ملتان سے خراج وصول کرنے کے واسطے ایک بڑی
فوج روانہ کی گئی تھی مظفر خان کی طرف سے خراج کی ادائی مین کچھ
دیر ہوئی تو پھولا سنگھ آکالی نے بھنگ کے نشہ مین مدہوش ہوکر اپنے
ہی سے دیوانون کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ شہر پر اس زور شور
سے حملہ کیا کہ قلعہ کی بھی کچھ بیرونی چوکیون پر قبضہ ہو گیا - مگر فقیر
عزیز الدین نے معذرت خاطر خواہ کی اور نواب نے بھی خراج جلدی
سے ادا کر دیا اور سکھ فوج مقام مانکیرہ کی طرف روانہ ہو گئی ۱۸۱۷ء
مین دیوان چند کے تحت مین ایک سکھ فوج ملتان پر چڑھ آئی اور قلعہ
پر حملہ کیا - مگر پس پا ہونا پڑا اور دس ہزار روپیہ لیکر چلی گئی مگر یہ سب
چڑھائیان دلی کوشش کے ساتھ نہوئی تھین - مہاراجہ اپنا زور بڑھا
رہا تھا اور قسم کھا چکا تھا کہ جس ملتان سے پیچھے مین نے بارہا ناکامی اٹھائی
ہے اسکو ضرور لیکر رہونگا - ۱۸۱۷ء موسم سرما مین وہ ہر طرف سے رسد
جمع کرنے اور فوج مین جوانون کے بھرتی کرنے مین مصروف رہا
اور جنوری ۱۸۱۸ء مین اٹھارہ ہزار جوانون کی فوج جو برائے نام

کنور کھڑک سنگھ کے تحت مین اور فی الواقع مسر دیوان چند کی سپہ سالاری مین تھی لاہور سے روانہ ہوئی۔ ملتان کے راستہ مین خان گڑھ اور مظفر گڈھ تسخیر کیے۔ اور شروع فروری مین شہر لیکر قلعہ پر گولہ باری شروع کردی نواب کے پاس قلعہ مین کل دو ہزار جوان تھے اور رسد کا سامان بھی وافر نہ تھا کہ محاصرہ کا بار اُٹھا سکتا۔ پھر بھی جیسا مقابلہ نواب نے کیا ویسا اس سے پہلے تو سکھون کو کبھی دیکھنے کا اتفاق نہوا تھا۔

۲۔ جون تک گولہ باری برابر جاری رہی۔ قلعہ کی دیوار دن مین دو بڑے بڑے شگاف ہو گئے۔ بھنگیون والی بڑی توپ اور احمد شاہ والی زمزمہ نامی توپ دونون لاہور سے منگالی گئی تھین۔ اور اُن کے چار دفعہ سر کیے جانے سے کام نکل آیا تھا۔ سکھون نے کئی دفعہ حملے کیے مگر پسپا ہونا پڑا اور ایک دفعہ اٹھارہ سو جوان کام آئے۔ پھاٹک اُڑا دیے گئے مگر محصوران قلعہ نے پھاٹکون کے پیچھے مٹی کے کچے پشتے بنا رکھے تھے اُن پر آکر سکھون سے دست بدست لڑتے رہے۔ آخر کار قلعہ کے محافظون کی تعداد صرف دو تین سو جوانون کی رہگئی کہ اُنہین سے اکثر مظفر خان کے رشتہ دار یا اُسکی نسل کے لوگ تھے۔ باقی کے آدمی یا

مارے جاچکے تھے یا غنیم سے مل گئے تھے کیونکہ اپنے آقا کی رفاقت
چھڑانے کے واسطے انکو بڑی بڑی رشوتین دی گئی تھین۔
آخر کار ۲۔ جون کو سادھو سنگھ نامی اکالی نے یہ ارادہ کیا کہ پھولا سنگھ
نے جو کچھ ۱۸۱۶ع مین کیا تھا اُس سے بڑھکر کچھ کر دکھانا چاہیے۔
چنانچہ وہ چند جان بکف ہمراہیون کو لیکر قلعہ کی ایک بیرونی چوکی پر ٹوٹ
پڑا اور افغانون کو بیخبری کی حالت مین گرفتار کر کے مقام مذکور پر قابض
ہوگیا۔ سکھ فوج اس کامیابی کو دیکھکر حملہ کے واسطے بڑھی اور خضری
دروازہ کے پاس جو شگاف ہوگیا تھا اُس مین در آئی۔ یہان بوڑھا
نواب اور اُسکے آٹھ بیٹے اور مابقی قلعہ والے شمشیر بکف لڑائی کیواسطے
طیار کھڑے ہوے تھے۔ افغانون کی تیز تلوارون نے اتنے لاشون کے
ڈھیر لگا دیے کہ سکھ لوگ پیچھے ہٹے اور اُس مختصر جماعت پر اپنی توڑہ دار
بندوقون سے گولیان برسانے لگے۔ افغانون نے پکار کر کہا "مردون
کی طرح سے لڑو تاکہ ہم بھی لڑتے ہوے جان دین"۔ سکھ لوگ کب اس
مردانہ درخواست کو قبول کرنے والے تھے۔ مظفر خان کو پناہ دینے
کا وعدہ کیا مگر اُس نے حقارت کے ساتھ نامنظور کیا اور وہ اور

اُس کے پانچ بیٹے اُسی جگہہ کام آئے۔ چھوٹے بیٹے کے چہرہ پر زخم کاری
لگا۔ باقی دو بیٹون نے پناہ لینی منظور کرلی اور اُن کی جان سلامت
رہی۔ معدودے چند قلعہ والے اپنی جان لیکر بھاگ نکلے* اور
سارے شہر مین لوٹ مچ گئی۔ شجاع آباد کا قلعہ بھی تسخیر ہو گیا اور
وہان سے پانچ توپین ہاتھ آئین۔ اسکے بعد ملتان کی فصیل کی مرمت
ہوئی اور چھ سو جوان قلعہ کی محافظت کیواسطے مامور ہوے اور سکھ فوج
نے لاہور کو مراجعت کی۔ ملتان کی دولت کی بڑی شہرت تھی جب مہاراجہ
کے حصہ مین صرف دو لاکھ روپیہ آئے تو اُس نے یہ فرمان جاری کیا کہ
سب افسر اور سپاہی اپنی اپنی غنیمت داخل کردین اور اگر کوئی مال غنیمت
تاریخ مقررہ کے بعد کسی کے پاس نکلے گا تو موت کی سزا دی جائیگی۔ اس حکم
کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً پانچ لاکھ روپیہ داخل خزانہ سرکاری ہوا۔ مگر ملتان کی
لوٹ کا اندازہ دو لاکھ پونڈ کا کیا جاتا تھا۔ عوام الناس کا یہ خیال تھا کہ

---

* مہاراجہ رنجیت سنگھ نے مورکرافٹ نامی سیاح سے کہا تھا کہ پانچ سو جوان قلعہ والون مین سے
زندہ بچے تھے اور اُنکو پناہ دیگئی تھی۔ یہ بیان غلط ہے جب آخری حملہ ہوا ہے اُس وقت قلعہ مین لڑنیوالے
آدمی تین سو جوان بھی نہ تھے اور اِن مین سے بھی بیشتر شگاف کے اوپر کام آئے۔

یہ لوٹ کسی کو پھلی نہین۔ اور جن جن کے پاس لوٹ کا مال تھا وہ محتاج ہو گئے یا لڑائی مین مارے گئے۔

۱۸۱۹ء کے موسم بہار مین مہاراجہ نے صوبہ کشمیر بھی اپنی عملداری مین ملا لیا۔ صوبہ مذکور کے لینے کا ارمان تو اُسے مدت سے تھا اور کئی دفعہ چڑھائی بھی کر چکا تھا مگر کچھ فائدہ نہوا تھا۔ اب اس صوبہ کے مل جانے سے اُس کی عملداری کا رقبہ دوچند ہو گیا۔ یہ شاداب پہاڑی ملک جسمین جمون کی نیچی نیچی پہاڑیون کے سلسلے پنجاب کی سرحد پر برف سے ڈھکی ہوئی اونچی چوٹیون سے جو آلپس سے بھی دوچند بلند ہین جا کر مل گئے تھے صدہا برس سے مختلف فاتحون کے مرکوز خاطر رہا تھا۔ اور یہ لوگ اس سرزمین کی موسم گرما مین دل خوش کر دینے والی آب وہوا کی وجہ سے اسکی بہت قدر کرتے تھے کیونکہ اُس زمانہ مین ہندوستان کے میدانون مین گرمی سے تنور کا عالم ہوتا تھا اور شمال کے حملہ آورون کو حسرت کے ساتھ اپنے کابل اور طہران کے وطن یاد آتے تھے

تیرھوین صدی کے آغاز تک کشمیر مین ہندو راجاؤن کا راج رہا پھر ڈھائی سو برس تک ایک مسلمان خاندان فرمانروا رہا۔ اور پھر کئی

یلغاروں مین ناکامی اُٹھانے کے بعد ۱۵۸۸ء مین اکبر اعظم نے مغلیہ سلطنت قایم کی کہ اُسکو ڈیڑھ صدی تک قیام رہا۔ اسی زمانہ مین کشمیر کی بہت شہرت ہوگئی کہ پہاڑی ملکون مین سب سے بہتر ہے۔ بڑے بڑے بادشاہ جو اس زمانہ کے یورپ کے سب فرمانرواؤن سے زیادہ دولتمند اور عیش پسند تھے یعنے اورنگ زیب اکبر جہانگیر اور شاہجہان کشمیر کی دلکش وادیون کی سیر کیواسطے ہر سال جایا کرتے تھے اور اپنے ساتھ سارا دربار کا دربار لیجاتے تھے کہ اُن کی رسد رسانی ہی مین ملک کی ساری رسد صرف ہو جاتی تھی۔ کشمیر مین اُن لوگون نے محلات تعمیر کرائے تھے اور سیر گاہین بنوائی تھین۔ اُنمین سے بعض عمارات اب تک موجود ہین اور اُن بادشاہون کی شان و شوکت اور خود پرستی کی گواہی دیتی ہین جو رعایا سے لیتے بہت کچھ تھے اور دیتے بہت کم تھے —

مغلون کی بھی ترکی تمام ہوئی تو اُن کے بعد احمد شاہ دُرانی کے ساتھ افغانون کی باری آئی۔ احمد شاہ درانی نے ۱۷۵۲ء مین کشمیر فتح کیا تھا اُس نے اور اُسکے جانشینون نے ایسی سختی اور لالچ کے ساتھ حکمرانی کی کہ لوگ مغلون کے ظلم کو بھی حسرت کے ساتھ

یاد کرنے لگے - ستر برس بعد سکھ لوگ ملک کے مالک ہوے اور پھر
وہ بھی اسے راجپوتون کے حوالہ کرکے چل بسے - راجہ گلاب سنگھ
والی جمون جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ملازم اور مشیر تھا اُس کو انگریزون
نے ۱۸۴۶ء مین کشمیر اور مضافات کشمیر کی سلطنت عطا کی -

ناظرین کو یاد ہوگا کہ جمون کو سکرچکیا خاندان کے عروج سے
بہت کچھ تعلق ہے - کیونکہ مہاراجہ کے باپ نے اس شہر کو جو جس
زمانہ مین اُسکے بدنصیب دوست راجہ برج لال دیو کے قبضہ مین تھا
خوب لوٹا تھا - اُس زمانہ مین جمون کو کشمیر سے کچھ علاقہ نہ تھا وہان
کئی ہزار برس سے ایک راجپوت نسل کا ہندو خاندان فرمانروا تھا
اور اگرچہ پہلے مغل بادشاہون کو خراج دیتا آیا تھا مگر دولت مغلیہ
کے زوال پذیر ہوجانے پر خودسر ہوگیا تھا - یہ خودسری عرصہ کیواسطے
رہنے والی نہ تھی کیونکہ سکھون کی بڑھتی دولت اسکی سرکوبی کو پیدا
ہوگئی تھی - پہلے تو بھنگی سردارون نے اس پر وار کیا اور راجہ
رنجیت دیو مجبور ہوکر انکو خراج دینے لگا - پھر مہان سنگھ کے تحت مین
سکرچکیون کے وار ہوے - رنجیت دیو کو اب تک پہاڑی ملک والے

بہت تعلیم کے ساتھ یاد کرتے ہین - وہ بہت منصف مزاج فرمانروا
اور بڑا فیاض منتظم تھا - اُسکی رعایا کی بدقسمتی یہ تھی کہ وہ اسقدر طاقت
نہ رکھتا تھا کہ اُن وحشی سکھون کے حملون کا مقابلہ کرسکے جو
جوش مذہبی کی نئی شراب کے نشہ سے متوالے ہورہے تھے
اور سچے ہندوؤن کے لوٹنے پر بھی اسیطرح اُدھار کھائے بیٹھے
تھے جیسے منحوس مسلمان پر - راجہ گلاب سنگھ وراجہ دھیان سنگھ
وراجہ سچیت سنگھ تینون بھائی جو مہاراجہ کی زندگی کے آخری زمانہ مین
بہت با اختیار ہوگئے تھے اسی خاندان سے تھے - یا کم ازکم انھون
نے اپنا نسب نامہ ایسا ملادیا تھا کہ بے علم مہاراجہ کو یقین دلانیکے
واسطے کافی تھا اور اُسی کی بدولت اُن کے حقوق جمون کی سلطنت
کے وارث ہونے کے بہت قوی ہوگئے تھے - راجاؤن کے
نسل سے ہون یا نہون مگر اسمین توشک نہین کہ عقل و فراست
اور وجاہت ظاہری کے اعتبار سے یہ لوگ بہت ممتاز تھے اور
پورے طور سے اُس گروہ مین کامیاب ہونے کے قابل تھے
جس مین نیک مزاجی کا مضحکہ اُڑتا تھا اور صرف ظلم اور دغابازی

کے برتے پر میدان ہاتھ آتا تھا۔

سنہ ۱۸۱۱ء مین مہاراجہ نے تسخیر کشمیر کی طیاری کی۔سب سے
پہلے تو اُس نے بھمبر اور راجہ وڑی کی پہاڑی ریاستون کو تسخیر کیا کہ
وہان راجپوت نسل کے مسلمان خاندان فرمانروا تھے اور پھر سال
آئندہ مین کو لو فتح کیا۔پھر اُس نے شاہ محمود والی کابل کے وزیر
فتح خان سے دوستی کر لی کہ وہ تسخیر کشمیر اور عطا محمد خان حاکم کشمیر
کے نکالنے کی نیت سے اٹک عبور کر چکا تھا۔یہ دوستی چلنے والی
نہ تھی۔مہاراجہ اور فتح خان دونون اپنی اپنی طرف گھات مین تھے
کہ کب موقع ملے اور کب ایک دوسرے کو دھوکہ دے۔پھر بھی اُس
وقت دوستی ہی کی ضرورت تھی کیونکہ دونون مین سے کسی کی بھی
یہ مجال نہ ہو سکتی تھی کہ پہاڑیون مین چڑھائی کرے اور ایک دشمن
فوج کو پیچھے چھوڑ جائے۔جنرل محکم چند سکھون کی فوج کا سپہ سالار
مقرر ہوا تھا اور یہ طے ہوا تھا کہ کشمیر کی لوٹ مین جو کچھ ہاتھ آئے اُسکی
ایک تہائی سکھون کو ملے۔محکم چند جہلم سے فتح خان کے ساتھ ساتھ
روانہ ہوا پیر پنجال کے سلسلہ پر پہونچکر فتح خان نے یہ سمجھکر کہ مہاراجہ

سے الگ رہنے کا پورا انتظام ہوگیا ہے اپنے جفاکش پہاڑی سپاہیون
کے ساتھ دو دوہری منزلین کرنی شروع کردین اور محکم چند
کو اپنے ارادہ کی کچھ خبر نہ کی - سکھ لوگ پہاڑیون مین زیادہ کام کہان
ہوسکتے تھے - اُس پر طرّہ یہ ہوا کہ برف بہت پڑنے لگی اور وہ
آگے نہ بڑھ سکے - دیوان محکم چند فتح خان کے منصوبہ کو تاڑ گیا مگر اپنے
اوسان قائم رکھے - اُس نے راجاوڑی کے سردار سے وعدہ کیا
کہ اگر ہم کو ایسا راستہ بتلادو کہ گھاٹی پر ہم بھی فتح خان کے ساتھ ہی
ساتھ پونہچ جائین تو پچیس ہزار روپیہ کی جاگیر تمکو ملیگی - یہ ترکیب
بن پڑی اور وہ جودھ سنگھ کلسیا اور نہال سنگھ اٹاری کی مختصر سی
فوجون کو لیکر جا پہونچا - اور جب شیر گڑھ اور ہری پربت پر حملہ ہوا
اور کشمیر کی تسخیر عمل مین آئی تو وہ بھی موجود تھا - تسخیر مین کچھ دقت
بھی نہین ہوئی کیونکہ حاکم کشمیر پہلے ہی بھاگ چکا تھا اور مقابلہ براے
نام ہی ہوا تھا - مگر محکم چند کی فوج بہت مختصر تھی اور اُس نے کچھ
زیادہ کام نہین کیا - چنانچہ فتح خان نے کہدیا کہ سکھ لوگ مال غنیمت
مین اپنا حصہ پانے کے مستحق نہین ہین -

شاہ شجاع معزول بادشاہ کابل کشمیر مین قید تھا۔ وہ دیوان محکم چند کے حوالہ کردیا گیا اور وہ اُسے لیکر لاہور آیا۔ یہان مہاراجہ کو یہ سنکر بہت طیش آیا کہ وزیر فتح خان نے لوٹ کا حصہ دینے سے انکار کردیا اور اُس نے ٹھان لی کہ اسکا بدلہ لیکر رہونگا۔ چنانچہ حاکم کشمیر کے بھائی جہان داد خان سے کہ وہ اٹک کے معبر کے اوپر قلعہ اٹک پر قابض تھا گفتگو کرنی شروع کی اور اُس کو اس بات پر راضی کرلیا کہ قلعہ سکھ فوج کے حوالہ کردے۔ اب فتح خان کو طیش آیا اور اُس نے کہا کہ قلعہ واپس کردو۔ رنجیت سنگھ نے انکار کیا اور کہا کہ جب تک ہمکو غنیمت کشمیر مین سے ہمارا حصہ نہ ملجائیگا قلعہ ہرگز نہ واپس کیا جائیگا۔ اپریل ۱۸۱۳ء فتح خان نے اپنے بھائی عظیم خان کو حاکم کشمیر مقرر کرکے وہین چھوڑا اور خود روانہ ہوا اور اٹک کا محاصرہ کرلیا۔ لاہور سے کمک پہونچی اور محکم چند پھر سپہ سالار کرکے بھیجا گیا۔ عرصہ تک دونون فوجین ایک دوسرے کے سامنے پڑی رہین۔ اکثر چھوٹی چھوٹی لڑائیان ہوجاتی تھین اور اُنہین سکھون کا نقصان ہوتا تھا۔ اور سکھون کو رن ڈال

دینے مین اندیشہ بھی تھا- غرض اسی حیص بیص کی حالت مین
قلعہ والون کی رسد بھی ختم ہوگئی اور اب یہ ضروری ہوا کہ یا تو قلعہ
بالکل خالی کر دیا جاے یا قلعہ والون کو بچایا جاے- دیوان نے
لڑائی کی ٹھان لی اور اٹک سے چند میل کے فاصلہ پر بمقام حیدرو
اپنی فوج کو جنگ کیواسطے طیار کر کے صف آرائی کرنے لگا-
لڑائی اسطرح شروع ہوتی کہ دوست محمد خان کے رسالہ نے
حملہ کیا- یہ وہی دوست محمد خان تھا جو آگے چل کر کابل کا مشہور
فرمانروا ہوا اس حملہ سے سکھون کی صفین ٹوٹ گیئن سکھون
کے ایک بازو مین بڑی ابتری پڑ گئی اور چند توپین نکل گیئن افغان
لوگ یہ سمجھکر کہ میدان جیت لیا ہے لوٹ پر ٹوٹ پڑے کہ استے مین
دیوان اپنی خاص فوج کو لیکر بڑھا اور غنیم کو بہت نقصان پہونچا کر
ہر طرف سے پسپا کر دیا- فتح خان یہ سمجھکر کہ دوست محمد قتل ہو گیا ہے
پہلے ہی بھاگ کھڑا ہوا تھا- غرضکہ افغان فوج کابل واپس چلی گئی
اور وہان سے وزیر نے اپنی اٹک کی بدنامی کو مٹانے اور ناموری
حاصل کرنے کے واسطے ہرات پر چڑھائی کی- یہ حیدرو کی

لڑائی ۱۳-جولائی ۱۸۱۳ء کو ہوئی تھی اور یہی پہلی لڑائی تھی جسمین
مہاراجہ افغانون سے میدان مین جم کر لڑا تھا۔ اسکے نتیجے بہت
بڑے بڑے ہوے اور اُنکا اثر دور دور پہونچا۔ مگر پھر بھی اس لڑائی
سے سکھون کو جو بھروسہ ہو گیا تھا وہ بھی اُنکو اگلے سال شکست
فاش کھانے سے نہ بچا سکا۔ مہاراجہ نے یہ سمجھکر کہ فتح خان تو
اب چلا ہی گیا ہے اور افغان بھی منتشر ہو چکے ہین یہ موقع بہت
اچھا ہے اور کشمیر بہت آسانی سے ہاتھ آجائے گا جمّون کے نیچے
سیالکوٹ مین فوج جمع کرنی شروع کی اور کشمیر پر چڑھائی کرنیکی
طیاری کرنے لگا۔ دیوان محکم چند جو بڑا سپہ سالار تھا وہ بیمار تھا
اور چند ماہ بعد اسکا انتقال بھی ہو گیا۔ اُس نے مہاراجہ کو اس
خیال سے باز رکھنے کی سخت کوشش کی اور سمجھایا کہ ابھی موقع نہین
ہے پہاڑی راجہ دشمنی پر کمر بستہ ہین اور بار برداری اور رسد کا سامان
ناکافی ہین مگر مہاراجہ کب کسی کی سننے والا تھا۔ ایک حصہ فوج کا خود
اپنے تحت مین رکھا اور دوسرے حصہ پر محکم چند کے پوتے دیوان
رام دیال کو کہ وہ ایک بہادر نوجوان شخص تھا اور کئی لڑائیون مین

نام پیدا کر چکا تھا سپہ سالار مقرر کیا۔ راجہ اگر خان والی راجوڑی
نے کہ وہان فوج نے پہلا مقام کیا تھا مہاراجہ کو صلاح دی کہ اپنی
فوج کو دو حصون مین تقسیم کر دیجیے۔ ایک کو تو اپنے ساتھ لیکر
پونچ کے راستہ سے جائیے اور دوسرے کو رام دیال کے ساتھ
بہرام گلہ کے راستہ سے بھیجیے۔ یہ ترکیب شاید اسوجہ سے ضروری
سمجھی گئی ہو گی کہ پہاڑی راستون پر بار برداری کے جانورون کے
لیجانے مین بہت دقت پڑتی ہے مگر بدقسمتی سے اسکا نتیجہ یہ ہو سکتا
تھا کہ فوج کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو کچھ مدد نہ دے سکے اور کوئی
چالاک حریف ہو تو دونون حصون کا الگ الگ خاتمہ کر دے
چنانچہ حاکم کشمیر نے ایسا ہی کر بھی دکھلایا۔ سکھ لوگ منزل کے تھکے
ہوئے بالکل خستہ درّہ پیر پنچال سے نکلکر وادی کشمیر مین پر پہونچے
ہی تھے کہ اُس نے اپنی ساری فوج کے ساتھ رام دیال پر
حملہ کر دیا۔ رام دیال بھی خوب لڑا مگر غنیم کی فوج کی تعداد کی زیادتی
سے بے بس ہو گیا اور اسکے بہت سے آدمی کام آئے۔ پھر بھی
اُس نے اتنا ضرور کیا کہ لڑتا بھڑتا گھاٹی کے ایک محفوظ مقام پر

پہونچ گیا اور کمک کے انتظار مین ٹھہرا رہا۔ مہاراجہ نے بھیا رام سنگھ کو فوج دیکر کمک کیواسطے بھیجا۔ یہ بھی ایک منچلا افسر تھا۔ مگر رام دیال کو نہ بچا سکا اور مہاراجہ کے پاس واپس چلا آیا۔ رنجیت سنگھ نے یہ دیکھکر کہ غنیم کی کثیر اور فتحیاب فوج کے مقابلہ مین آگے بڑھنا ناممکن ہے مراجعت کا ارادہ کرلیا۔ پہاڑی راجہ اُسکے پیچھے مقابلہ پر کمربستہ ہوگئے۔ بارش سخت ہوئی۔ نالے چڑھ گئے اور دریاؤن کا عالم دکھانے لگے سڑک کو عبور کرنا دشوار ہوگیا۔ اور بہزار خرابی بہت سخت نقصان اُٹھا کر پہاڑیون مین لڑتا بھڑتا رنجیت سنگھ لاہور پہونچا۔ رام دیال بچارا اب اپنے ہی بھروسہ پر پڑا ہوا تھا۔ اُس نے بھی بہادری کے وہ وہ جوہر دکھلائے کہ عظیم خان نے یہ سمجھکر کہ مین اسکو تباہ نہین کرسکتا ہون اُس سے صلح کرلی اور اُسکو پنجاب تک بحفاظت پہونچوا دیا۔

اس مہم مین بڑی سخت تباہی ہوئی۔ واقعی مہاراجہ کی سپہ سالاری مین بڑا نقص تھا۔ مگر اُسکی بادتبیری سے اُسکا استقلال بدرجہا بڑھا ہوا تھا۔ اگلے سال پھر وہ تاک مین لگا کہ تسخیر کشمیر کا کوئی موقع ہاتھ آئے۔ موقع جلدی نہین ملا۔ کیونکہ وزیر فتح خان ہرات اور کابل سے

واپس آکر اپنے بھائی عظیم حاکم کشمیر سے آن ملا تھا اور دونون کے متفق
ہونے کی حالت مین حملہ کرنا فضول تھا۔ مگر رنجیت سنگھ نے راجاوڑی
کے راجہ سے اُسکی دغابازی کا بدلہ لے لیا اور اُس کا شہر اور محل جلاکر
خاک سیاہ کر ڈالا جس موقع کی تاک مین رنجیت سنگھ تھا وہ سنہ ۱۸۱۹ء
مین ہاتھ آیا۔ حاکم کشمیر موجود نہ تھا۔ مہاراجہ نے موقع غنیمت سمجھا
اور مسر دیوان چند کے تحت مین کہ وہ ایک برس پہلے ملتان فتح کرچکا
تھا ایک طاقتور فوج کشمیر کو روانہ کی اور رام دیال کو فوج کے پچھلے
حصہ کا سپہ سالار کرکے بھیجا۔ سخت بارش کیوجہ سے یہ پچھلا حصہ آگے
نہ بڑھ سکا اور لڑائی مین شریک نہین ہوا۔ مگر مقابلہ بھی برائے نام ہی ہوا
زبردست خان جو قائم مقام حاکم تھا وہ بھاگ ہی کھڑا ہوا غرضکہ رنجیت سنگھ
نے صوبہ کشمیر اپنی عملداری مین شامل کرلیا۔ اور دیوان محکم چند کا بیٹا
اور رام دیال کا باپ موتی رام صوبہ مذکور کا پہلا حاکم مقرر ہوا۔

اس زمانہ سے اُس زمانہ تک کہ انگریزون نے اس صوبہ کو راجہ
گلاب سنگھ کو عطا کیا ہے جو حالت اس صوبہ کی رہی وہ اور سکھ اضلاع
کی حالت سے بہت ہی کم مختلف ہے۔ البتہ چونکہ یہ صوبہ لاہور سے

بہت ہی دور دراز فاصلہ پر واقع تھا اسلیے یہان کے حاکم ان اضلاع
کی بہ نسبت بھی بڑی بیباکی کے ساتھ یہان کی رعایا کو مونڈتے تھے
کبھی کبھی ان حاکمون کا ظلم اسقدر بڑھجاتا تھا کہ بغاوت کی نوبت پہونچ
جاتی تھی کہ سرکاری ظلم کا رعایا کی طرف سے یہی جواب ہوتا ہے۔ اور
مہاراجہ ہوشیار ہوجاتا تھا کہ اب اس کا وقت آگیا ہے کہ جو حاکم اس
قدر آزار رسان ہوگیا ہے اُسکی جگہہ دوسرا حاکم بھیجے جو اسقدر حریص
نہ ہو۔ دیوان موتی رام اور اُس کا سب سے چھوٹا بیٹا دیوان کرپارام
یہ دونون اس صوبہ کے اس سختی کے زمانہ کے حاکمون مین بحیثیت
مجموعی سب سے اچھے تھے۔ انکی حکومت دو مرتبہ منقطع ہو ہو کر
سنہ ۱۸۳۱ع تک قائم رہی۔ موتی رام ایک کاہل وجود آدمی تھا اور
انتظام کی فکرون مین اپنا سر نہین کھپاتا تھا۔ مگر دل کا نیک تھا اور
رعایا اُس کو بہت پسند کرتی تھی۔ جب سنہ ۱۸۲۰ع مین اُسکا بڑا بیٹا
رام دیال ہزارہ مین مارا گیا تو اُس نے نوکری سے مستعفی ہو کر بنارس
مین بود و باش اختیار کرنی چاہے اور مہاراجہ نے بجاے اُسکے
جنگ پسند سردار ہری سنگھ نلوہ کو بھیجدیا۔ اُسکی حکومت کا طرز ایسا

سخت تھا کہ کشمیریون نے بلوہ کیا اور پھر دیوان موتی رام کو بھیجنے کی ضرورت پڑی اور وہ ۱۸۲۶ء تک پھر حاکم رہا۔ پھر راجہ دھیان سنگھ کی بدذاتی اور رسوخ کی بدولت یہ خاندان مورد عتاب ہوا اور بجاے موتی رام کے دیوان چنی لال نامے ایک محض معمولی آدمی حاکم کشمیر ہوا اور ڈیڑھ برس تک حکمران رہا۔ اسکے بعد دیوان کرپارام حاکم مقرر ہوا۔ یہ شخص بہت زیرک تھا اور باوجودیکہ تاجر پیشہ قوم سے تھا بڑے جاہ وجلال کا آدمی تھا۔ اس نے بہت سی عمارتین اور سیرگاہین بنوا کر دارالحکومت کی رونق بڑھائی۔ سری نگر کا رام باغ جسمین گلاب سنگھ کا مقبرہ ہے اُسی کا بنوایا ہوا ہے۔

۱۸۲۸ء مین کشمیر مین زلزلون سے بڑی تباہی آئی اور بہت سی سرکاری عمارتین اور رعایا کے مکانات مسمار ہو گئے اور بیشمار جانین تلف ہوئین۔ زلزلہ گیا تو ہیضہ آیا۔ یہ وبا اُس سے بھی زیادہ سخت تھی جو موتی رام کے زمانہ مین آئی تھی ۱۸۳۱ء مین کرپارام سے بھی راجہ دھیان سنگھ سے اَن بن ہو گئی۔ وجہ یہ ہوئی کہ کرپارام نے راجہ فیض طلب خان والی بھمبر کی حمایت کی تھی اور دونون ڈوگرے

راجون کو اُس سے عداوت تھی اور اُسکو گرفتار کرنا چاہتے تھے - کرپا رام نے بڑی جوانمردی کے ساتھ اسکے حوالہ کر دینے سے انکار کیا - چنانچہ وہ بھی کشمیر سے واپس بلا لیا گیا اور تھوڑے ہی عرصہ بعد پنجاب چھوڑ کر اپنے باپ کے پاس بنارس چلا گیا - اُسکا خاندان تین پشتون سے مہاراجہ کی بڑی بڑی خدمتین کرتا آیا تھا - مگر ان خدمتون نے بھی اُسکے آقا کی ناشکری کے مقابلہ مین کام نہ دیا - رنجیت سنگھ کو اُن لوگون کا کچھ بھی پاس نہوتا تھا جنکی کارگزاریون کا زمانہ ختم ہو چکا ہو یا جو اُس کے نئے منظور نظر کی آنکھون مین کھٹکنے لگے ہون اُسکے بڑے عیب یہی تھے کہ وہ انتہا درجہ کا خود غرض تھا اور وفاداری کی خدمات کو بڑے شرمناک طریقہ سے فراموش کر دیتا تھا - دیوان محکم چند جو دیوان خاندان کا بانی مبانی تھا اس کا سب سے اچھا اور نامآور سپہ سالار تھا - اور یہ بہت کچھ اُسی کی جنگی قابلیت کا نتیجہ تھا کہ مہاراجہ کو سارے پنجاب کا فرمانروا ہو جانا نصیب ہوا مگر یہ خدمت اُسکے بیٹے موتی رام یا اُسکے پوتے کرپا رام کے کچھ کام نہ آئی اور اُن پر برابر عتاب اور جرمانے ہوتے رہے اور اُنکی املاک بھی ضبطی مین آ گئی حتیٰ کہ بالکل تباہ ہو گئے

۱۸۰۹ء مین مہاراجہ نے کانگڑہ اور اُسکے قرب وجوار کے پہاڑی اضلاع کی تسخیر کو بھی تکمیل کو پہونچا دیا۔ اسمین بھی مہاراجہ نے اپنی معمولی دغابازی کو ہاتھ سے نہین جانے دیا۔ راجہ سنسار چند کٹوچ راجپوتون کے سب سے شریف گھرانے کا پیشوا تھا اور قدامت خاندانی اور ذاتی قابلیت دونون کے اعتبار سے اُسکی بہت عزت ہوتی تھی۔ اٹھارھوین صدی کے آخری ربع مین کہ اس زمانے مین بدعملی کا بازار گرم تھا اُس نے قرب وجوار کی ساری راجپوت ریاستون کو اپنی حکومت مین شامل کرلیا اور جو بہت سے گروہ بندیان اُسکے مقابلہ مین ہوئین اُن سب کے مقابلہ مین کامیاب ہوتا رہا ۱۷۸۶ء مین اُس نے سردار جے سنگھ کنھیا سے کانگڑہ کا مشہور قلعہ لے لیا۔ یہ قلعہ اُس زمانہ کے اسلحہ اور توپون سے ناممکن التسخیر سمجھا جاتا تھا۔ اور اُسپر قبضہ ہوجانے سے قرب وجوار کے سارے ملک پر قابو ہوجاتا تھا۔ مہاراجہ مدت سے اُسکو اُس موقع کی جگہ سے نکالنے کی فکر مین تھا جب کہلور کے راجہ مہان سنگھ کے بلائے ہوئے گورکھون نے کانگڑہ پر حملہ کیا اور قلعہ کا محاصرہ کرلیا تو مہاراجہ کو

موقع ہاتھ آگیا۔ کئی برس تک محاصرہ قائم رہا۔ اور سنسار چند نے اپنے ضدی دشمن کو عاجز کرکے ہٹا بھی دیا ہوتا مگر شامت جو آئی تو اُس نے رنجیت سنگھ سے امداد طلب کی۔ رنجیت سنگھ نے دوطرفہ سازش کرکے اس بہانہ سے قلعہ پر قبضہ حاصل کرلیا کہ ہم نیپالی سپہ سالار امر سنگھ تھپہ کی بھیجی ہوئی امدادی فوج لیکر آئے ہین۔ قلعہ مین اُس کا داخل ہو جانا تھا کہ راجپوت اور گورکھون دونون کو دھتا بتائی اور خود اپنا عمل دخل کرلیا۔ یہ ترکیب غضب کی سوجھی تھی۔ اور یہ مکاری ضروری اُس تعریف کی مستحق ہے جو کامیاب ہو جانیوالے کی دغابازی کو تاریخ لکھنے والون کے قلم سے ملتی ہے

مہاراجہ رنجیت سنگھ کو کانگڑہ کی ساری ریاستون کی ضبطی عمل مین لانے اور اُنکو اپنی عملداری مین شامل کرلینے مین کئی برس کا عرصہ لگا۔ سور راجہ سنسار چند تو مرچکا تھا اب اُسکے بجاے اُسکا بیٹا انرودھ چند ایک باجگزار سردار تھا۔ مہاراجہ کا شیطان راجہ دھیان سنگھ تو ہمیشہ اس فکر مین لگا رہتا تھا کہ اپنے تئین جمون کے قدیم گھرانے کا خلد ... سمجھنے۔ اُس نے اپنے مالک کو ترغیب دیکر اس بات پر

راضی کیا کہ اُسکے بیٹے ہیرا سنگھ کیواسطے کہ یہ لڑکا اب دربار مین مہاراجہ
کا خاص منظور نظر تھا انرودھ سنگھ سے اُسکی ایک بہن مانگے۔ مغرور
راجپوت سنے کہ وہ اپنے کٹوچ خاندان کی قدامت کی بلندی سے دوگرے
راجاؤن کو ہمیشہ نودولت سمجھکر نظر حقارت سے دیکھتا تھا شادی سے
انکار کیا اور لاہور سے مع اپنے خاندان والون کے بھاگ کر ستلج پار
انگریزون کے زیر حمایت چلا آیا۔ مہاراجہ کو اس گستاخی پر بہت غصہ
آیا اور اُسکی سب املاک ضبط کرکے سال آیندہ یعنی ۱۸۲۹ء مین
راجپوت راجہ کو ذلیل کرنے کے واسطے خود انرودھ چند کی دو حرامی
سوتیلی بہنون سے شادی کر لی۔ اُن مین سے ایک رنجیت سنگھ سے
پہلے ہی مر گئی اور دوسری اُسکے مرنے پر ستی ہوئی۔

پشاور اور ہزارہ کے کوہی ملک کی تسخیر بہت مشکل اور دیر طلب
تھی اور اُسمین مہاراجہ کا روپیہ بھی بہت صرف ہوا بہت سے افسر
بھی کام آئے اور بہت سی فوج بھی ماری گئی۔ اسکا ذکر ہم مختصر طور
پر کرنا مناسب سمجھتے ہین۔ اور اُسکے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ذکر کرینگے کہ
پنجاب کی مسلمان قومین کہ وہ بھی لڑائی کی ایسی ہی شائق اور سپہگری

مین ایسی طاق تھین جیسے کہ خود سکھ لوگ تھے کسیطرح سے زیر ہوئین
ان قومون مین صرف اس قدر کسر تھی کہ نظم و نسق کی قابلیت اور
ترتیب دینے کی لیاقت اُن مین نہ تھی اور مہاراجہ اسی کام مین سب سے
بڑھا ہوا تھا۔ اور اسی کی بدولت اُس نے فرداً فرداً اُن سب قومون
کو زیر کر لیا جو متفق ہو کر اُسکے مقابلہ مین ضرور کامیابی حاصل کر لیتین
کوئی مسلمان ایسا قابل نہ تھا کہ اپنے ہم مذہبون کو اپنے پیغمبر کے سبز
جھنڈے کے نیچے جمع کر لیتا اور شمالی پنجاب مین ایسی اسلامی سلطنت
قائم کر دیتا جو لاہور کی سکھ سلطنت کا جواب اور مدمقابل ہوتی۔
سید احمد شاہ کیطرح کے چند مذہبی دیوانون نے پہاڑی بہادرون کی
رنگ برنگ کی جماعتون کی سرداری کر کے بعض اوقات بڑی ہل چل
ڈالی تھی اور سکھون اور کافرون کے خلاف جہاد کا وعظ کہتے پھرتے
تھے۔ مگر انکا سخت جوش بالکل پھوس کی آگ کیطرح تھا کہ ذرا سی دیر
مین شعلہ ختم ہو جاتا تھا۔ اور ان لوگون مین صرف بگاڑنے کی قابلیت
تھی۔ بنانے کی قابلیت نہ تھی۔ نتیجہ لازمی یہی تھا اور یہی ہوا کہ بطی الفہم
اور مضبوط اور جفاکش سکھون ہی کو آخر کار فتح ہوئی۔ کیونکہ اُن کی

رہنمائی کیواسطے مہاراجہ سے بڑے شخص کا استقلال تھا کہ وہ ہلکے ہلکے مگر یقین کے ساتھ اپنا کام کرتا جاتا تھا۔

ہمارے انگریزی ناظرین سکھون اور اُنکے مالک کے ان حالات کو پڑھکر شاید یہ سمجھین کہ پنجاب مین زیادہ تر ہندو آباد تھے اور اُنمین گوبند سنگھ کا قائم کیا ہوا آزاد گروہ یکایک غیر معمولی ترقی کر گیا۔ اگر ایسا سمجھا گیا تو یہ ناظرین کی غلطی ہوگی۔ جسطرح آج کل پنجاب مین ہندو اور مسلمانون کی تعداد قریب قریب برابر ہے اسیطرح رنجیت سنگھ کے زمانہ مین بھی تھی۔ جنوب اور وسط کے اضلاع مین مسلمانونکی کثرت تھی مگر عام طور سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دریاے چناب کے پورب کے اضلاع ہندؤن کے ہین اور پچھم کے اضلاع مسلمانونکے ہین۔ جیسے جیسے شمالی مغربی سرحد اور پہاڑی سلسلونکی طرف بڑھتے جائے ہندؤن کی تعداد برابر گھٹتی جاتی ہے۔ یہان تک کہ سرحدی اضلاع مین بالکل مسلمانون ہی کی آبادی رہگئی ہے۔ البتہ دوکاندار اور صراف قریب قریب ہر جگہہ ہندو ہین اور وسط ایشیا کے متعصب مسلمانون کے شہرونین بھی خوب کاروبار کرتے ہین۔ بہت سی مسلمان قومین

بہت قدیم اور زبردست ہین گھکڑ و جودرہ و جنجوا و آوان و توانا و سیال
و کھڑل و کھتر و غیبہ و کوہکڑ جو لاہور کے مغرب کے ملک یا انڈس اور
چناب کے دوآبہ مین آباد ہین بالخصوص قابل ذکر ہین*۔ اُنہین سے
بعض غیر ملکون کی نسل سے ہین۔ گھکڑ ایرانی ہین۔ آوان افغانی یا
یونانی ہین۔ مگر اسمین کلام ہے کہ ان پرانی نسلون کو ان نسلون
سے کچھ اُس سے زیادہ مناسبت ہے جو آریہ قومون کو اُن قومون
سے تھی جو متواتر غیر ملکون کی فتوحات سے ہندوستان مین پیدا ہو گئی
تھین۔ ان قومون کے کتابی حالات مین بہت کم باتین ایسی پائی
جاتی ہین جن سے معلوم ہوا کہ بڑی بڑی باتون مین ان قومون کے
پہلے زمانہ کے حالات راجپوتون یا جاٹون سے مختلف رہے ہون
جسطرح اور ہندو قومین اس ملک کے اصلی باشندونکی سمجھی جاتی
ہین بجنسہ وہی حال ان مسلمان قومون کا تھا۔ اور مذہب اسلام
کے ابتدائی تعلق کے قائم رہنے سے قومی خصائص بجائے تبدیل

* ان قومون کے مفصل حالات کتاب پنجاب چیفس (سرداران پنجاب) کے صفحات
۵۰۲ لغایت ۶۰۷ مین مندرج ہین۔

ہونے یا بگڑنے کے اور بھی ایک وضع کے ہو گئے ہین - ان بیشمار قومون
کے قریبی تعلقات بہت مشہور ہین تواناور سیال اور غیبہ اور بھاول پور
کے داؤد پتر سب ایک مورث کی نسل سے ہین - البتہ داؤد پترا اپنے
نسب کا سلسلہ آنحضرت کے چچا حضرت عباسؓ تک پہونچا دیتے ہین
لیکن سچ پوچھیے تو یہ لوگ اور اور قدیم پنجابی قومین سب راجپوتون کی نسل
سے ہین - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راجپوتون کی تین بڑی بڑی چڑھائیان
پنجاب پر ہوئی تھین - پہلی چڑھائی کا تو تواریخ مین کہین پتہ نہین لگتا -
غالباً ڈھائی ہزار برس قبل ولادت حضرت مسیح یہ چڑھائی ہوئی تھی - اور
راجگان کٹوچ و چمپا و کوہلے جالندھر جنکے مورث اعلیٰ بادی اور جیالکے
دوآبہ کے فرمانروا تھے اس چڑھائی کی یادگار مین اب تک موجود ہین
دوسری آمد راجپوتون کی اس چڑھائی کے ہزار برس بعد وقوع مین
آئی - اور بانی ہستناپور کا بیٹا اجمید اپنے ہمرو راجپوتون کو لیکر دریاے
جہلم کے شمال مین آیا اور اُس خاندان کی بنیاد قائم کی جو راولپنڈی
سے لیکر ملتان تک کے ملک پر حکمران رہا - آخری آمد راجپوتون کی
جنوب کی طرف سے ہوئی اور سالہا سال دسوین صدی سے چندر من

صدی عیسوی تک اُسکا سلسلہ جاری رہا۔ اور بیشمار مختلف قومین اچھوتون کی پنجاب مین آئین۔ جاٹ اور توانا اور سیال اور غیبہ اور کوہڑ ور اور بہت سی مشہور قومین ان ہی لوگونکی نسل سے ہین۔

ہندوستانکی دیسی فوج مین بہت بڑا حصہ پنجابی مسلمانون کا ہے اگرچہ ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ چھاونی کی باامن زندگی اور لڑائی کی خوشیان منانے کے اعتبار سے سکھ لوگ ہندوستان کے سب جنگی لوگون سے بہتر ہین مگر پنجابی مسلمان بھی اُن سے کچھ ہیٹے نہین ہین۔ لڑائی مین شاید مسلمانون ہی کا جوش زیادہ بڑھا ہوا پایا جائیگا اور بہادری اور لڑائی کے شوق کا بھی یہی حال ہے۔ مگر بیکاری کے زمانہ مین حالت اسکے برعکس ہوتی ہے۔ اور شکست کی حالت مین بھی وہ سکون کے سے مستقل مزاج نہین ہوتے۔ اور نہ قلعہ کی محافظت مین امن کے زمانہ مین اپنے وطن سے دور پڑا رہنا گوارا کر سکتے ہین۔ غرض سکھون کے برابر کارآمد نہین ہوتے۔ اور جنگی ملازمت کی برائی بھلائی سے یکسان بےپروا ہوتے ہین۔ مگر لڑنے والے بلا کے ہوتے ہین ۱۸۴۹ع اور ۱۸۵۷ع دونون مین توانا و سیال و ملتانیون نے

انگریزون کی طرف سے لڑکر بڑا نام پیدا کیا تھا۔

مہاراجہ نے پہلے تو اُن قومون کو تسخیر کیا جو لاہور کے قریب آباد تھین سب سے پہلے کھرلون کی باری آئی۔ شیخو پورہ اور جھنگ کے قریب کے تقریباً چالیس گانون اُن لوگون کے قبضہ مین تھے۔ یہ قوم دزدی پیشہ تھی اور کبھی کسی کی مطیع ہوکر رہنا نہین پسند کرتی تھی۔ مذہبی جوش مین بھی اس قوم کا نمبر اور مسلمانی قومون سے بڑھا ہوا تھا اور ہندونکی حکومت کو طوعاً و کرہاً قبول کیے ہوے تھے دیوان ساون مل اور سکھونکو اُنکے دبائے رکھنے مین سعی بلیغ کرنی پڑتی تھی کیونکہ جب باقاعدہ فوج اُن کے مقابلہ مین بھیجی جاتی تو یہ لوگ گھنے جنگلون اور دلدلون مین بھاگ جاتے تھے اور وہان اُنکا تعاقب کرنا ناممکنات سے ہو جاتا تھا۔ ۱۸۰۳ء مین مہاراجہ نے اُنکا ملک ضبط کرلیا اور پھر اُنکے پڑوسی سیالون کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ لوگ جھنگ اور لیہ اور چنیوٹ کے آس پاس کے ملک مین آباد تھے۔ مہاراجہ نے احمد خان سردار قوم سے ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ خراج وصول کیا اور تین برس بعد ملک بھی چھین لیا اور اُسکا ٹھیکا سردار فتح سنگھ کالیان والہ کو دے دیا۔ توانا کے لوگ بہت قوی تھے اور اُن پر

کھلم کھلا حملہ کرنے کا وقت ابھی نہین آیا تھا۔ البتہ اس سنہ ۱۸۰۳ عیسوی والی لڑائی مین مہاراجہ نے اُن کے ایک قومی سردار خان بیگ خان کو دغابازی سے گرفتار کرکے اُس کے بھائی کے حوالہ کر دیا۔ اُس نے اُسے قتل کرا ڈالا اور رنجیت سنگھ نے ایک لاکھ روپیہ بطور خون بہا پایا۔ سنہ ۱۸۱۰ء مین مہاراجہ نے نورپور مین توانا سردار پر واقعی حملہ کیا اور قلعہ لے لیا۔ اگرچہ احمد یار خان سردار وقت نے پھر اپنا ملک واپس لے لیا مگر یہ واپسی چندروزہ تھی۔ نواب نانگیرہ اُس کا رقیب اور دشمن تھا اُسکی مدد سے آخرکار اُسے رنجیت سنگھ کی اطاعت ہی قبول کرنی پڑی۔ مہاراجہ نے سنہ ۱۸۲۱ء مین نواب حافظ احمدخان والی نانگیرہ پر چڑھائی کی تو توانا ون کو بھی اپنا بدلہ لینے کا موقع ہاتھ آیا۔ یہ لوگ اس مہم مین بہت جوش کے ساتھ مہاراجہ کے شریک ہوے۔ یہ کام آسان نہ تھا۔ کیونکہ نانگیرہ بالکل جنگل مین واقع تھا اور آس پاس بارہ قلعے حفاظت کے واسطے بنے ہوے تھے اور اُن قلعون کے اندر کنوان ایک بھی نہ تھا۔ مگر مہاراجہ بذات خاص اس مہم مین کارفرما تھا اُسکے استقلال کے مقابلہ مین سب مشکلین

ہیچ ثابت ہوئین - وہ بہت مستعدی کے ساتھ آگے بڑھتا گیا - جون
جون آگے بڑھتا کنوئین بھی کھدواتا جاتا - آخرکار قلعہ کا محاصرہ کیا
اور پچیس دن کے محاصرہ کے بعد قلعہ والے زیر ہوگئے ڈیرہ اسمعیل خان
کی حکومت نواب ہی کے پاس رہنے دی گئی کیونکہ یہ بہت ہی خراب
ضلع تھا اور سکھ لوگ اس پر تسلط رکھنے سے عاجز تھے -

توانائون نے اس لڑائی مین ایسی جانبازی کے جوہر دکھلائے کہ
مہاراجہ پچاس جوان اپنے ساتھ لایا اور اپنے باڈی گارڈ مین انکو مقرر
کیا - فی الحقیقت یہ قوم بڑی وجیہ ہوتی ہے - مجھے خوب یاد ہے کہ دونون
رفیق توانا سردار فتح شیر خان اور شیر محمد خان لارڈ لارنس کے ۱۸۶۴ع
کے لاہور والے دربار مین اُن سب سرداردن مین زیادہ وجیہ تھے جو
اُس تاریخی مجمع مین جمع ہوئے تھے - قصور کا قصبہ جو لاہور سے پچاس
میل جانب جنوب واقع ہے ایک پٹھان نسل کے مسلمان خاندان
کا صدر مقام تھا اور یہ خاندان اٹھارھوین صدی کے پچھلے نصف
حصہ مین سکھون کے مقابلہ مین برابر قائم رہا اور جب سنہ ۱۸۰۰ع مین
رنجیت سنگھ لاہور پر مسلط ہوا تو اُسکے مقابلہ کے واسطے جو جماعت

قائم ہوئی اسمین یہ خاندان بھی شریک تھا۔ مہاراجہ نے کئی دفعہ حملے کیے اور ۱۸۰۷ء مین اپنی ساری فوج لیکر قصور پر چڑھائی کی اور نواب قطب الدین کو نکال باہر کیا کہ وہ اپنی جاگیر پر ستلج کے جنوبی کنارہ پر مقام مدھوٹھ کو چلا گیا۔ جاگیر مذکور اب تک اُس کے وارثون کے قبضہ مین ہے۔

گھکڑون کی قوم بھی بہت جری ہے تاریخ ہندوستان ان لوگون کے کارنامون سے بھری پڑی ہے۔ کشمیر مین برسون ان ہی کی حکومت رہی اور جو بادشاہ حملہ آور ہوے اُنکا مقابلہ بڑی دلیری سے کرتے رہے۔ مگر ۱۷۶۵ء مین سردار گوجر سنگھ بھنگی نے گجرات کی فصیل کے نیچے کہ وہ مع اضلاع راولپنڈی وجہلم وگجرات گھکڑون کے قبضہ مین تھا سلطان مقرب خان کو ایسی شکست فاش دی کہ پھر ان لوگون کو سکھون کے مقابلہ مین سر اُٹھانے کی جرات نہوئی۔ مہاراجہ کے نایبون یعنی بدہ سنگھ سندھنوالیہ اور راجہ گلاب سنگھ والی جمون نے روپیہ لیتے لیتے ان لوگون کو بالکل قلاش کر دیا اور جو کچھ رہا سہا زور اُنکا باقی تھا اُسکا بھی ۱۸۱۸ء مین خاتمہ ہو گیا۔ سرکار انگریزی نے البتہ اِس قدیم قوم کے کچھ آنسو پونچھے اور اُنکی پرانی جاگیرون پر اُنکو بحال کیا۔

آوانون کی قوم اسقدر متفرق طور پر آباد تھی کہ سکھون کا مقابلہ
اُسکے واسطے بہت دشوار تھا۔ سنہ ۱۸۱۳ع مین جنرل محکم چند نے ان کے
خاص گانون شمس آباد کو اس قصور کے پاداش مین تباہ کیا کہ اِن
لوگون نے نادانستہ کابل کی فوج کی مہانداری اُس وقت مین کی تھی
کہ وہ اٹک کا محاصرہ کیے ہوے پڑی تھی۔ مگر راولپنڈی جھلم اور شاہ پور
مین جوان لوگونکی موروثی جاگیرین تھین اُن سے کچھ مزاحمت نہین
کیگئی البتہ سکھ حاکمان ضلع کو خراج ادا کرنا پڑتا تھا۔ جنجوہ قوم کا بھی
یہی حال تھا یہ قوم مہاراجہ کے باپ مہان سنگھ کی شریک رہی تھی۔
چبھ لوگ جو پرانی راجپوت نسل سے تھے کانگڑہ وجمون وگجرات کی
سرحدی نیچی پہاڑیون مین بستے تھے۔ اُنمین سے اکثر مسلمان ہوگئے
تھے۔ مگر کانگڑہ والے اپنے اصلی مذہب پر قائم تھے۔ بھنگی سردارون
اور نیز سردار مہان سنگھ سکرچکیا نے اکثر ان لوگونپر حملے کیے تھے مگر
ان کا ملک ذرا بیڈھب تھا اسواسطے تسخیر کا کام مہاراجہ کے واسطے
پڑا رہگیا۔ سردار صاحب سنگھ سے گجرات لے لینے کے بعد سنہ ۱۸۱۰ع
مین رنجیت سنگھ نے چنیان اور سنگھا پر چڑھائی کی کہ یہ دونون چبھ سردا

راجہ عمر خان کے مشہور قلعے تھے۔ اُسکو مجبور ہو کر اطاعت کر لینی پڑی اور چند ماہ بعد جب وہ گیا تو اُسکی ساری مقبوضات ضبطی مین آگئین

اُسی سال مہاراجہ نے فتح خان پر کہ وہ ساہی وال کا بلوچی سردار اور بڑے رسوخ کا آدمی تھا چڑھائی کی۔ بھنگی سردار بھی پہلے اُسکے مقابلہ مین زور آزمائی کر چکے تھے اور اُنکی کچھ پیش نہ گئی تھی۔ بلکہ اُس نے اُن سے اپنے بہت سے مفتوحہ اضلاع بھی واپس لیے لیے تھے۔ مہاراجہ کے باپ نے اُسکو ایک مختصر سا خراج دینے پر مجبور کیا تھا۔ رنجیت سنگھ نے سنہ ۱۸۰۴ع مین اس خراج مین بہت اضافہ کرا لیا۔ مگر اسکے ادا ہونے مین کچھ بے ضابطگی ہوئی اور ضبطی کا بہانہ مل گیا اور مہاراجہ نے فوراً اس موقع سے اپنا کام نکال لیا۔ سنہ ۱۸۱۰ع مین فتح خان کے مقابلہ مین چڑھائی کی اور بیخبری کی حالت مین پہونچکے قلعہ لے لیا اور فتح خان کو اپنے ساتھ لاہور لیجا کر ایک معقول جاگیر دیدی۔ وہ چند سال وہین رہا۔ آخر بیکاری کی زندگی سے عاجز آ کر دربار سے بھاگا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پناہ لیتا پھرا یہانتک کہ اسی آوارہ وطنی کی حالت مین سنہ ۱۸۲۰ع مین بمقام بہاولپور قضا کر گیا

اس طرح ایک ایک کرکے سب مسلمان سرداروں اور رئیسون کا خاتمہ ہوگیا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ پوری سلطنت کا مالک ہوگیا۔ ۱۸۲۰ء کے آتے آتے اسکی حکومت سارے پنجاب خاص مین مستحکم ہوگئی اور ستلج سے لیکر انڈس تک اسی کے نام کا ڈنکہ بجنے لگا۔ جنوب کی طرف انگریزونکی حمایت اسکی سدراہ تھی اور شمال کیطرف فرمانروایان کابل اسکا راستہ روکے ہوے تھے کیونکہ وہ فتحیابی کے حق سے احمدشاہ درانی اور تیمور کے نام لیوا ہونے کے باعث شمالی ہندوستانکی سلطنت کے دعویدار تھے۔

چیدرو کی لڑائی کا ذکر اوپر آچکا ہے کہ اسمین وزیر فتح خان اور دوست محمد خان نے کہ بعد مین وہ امیر دوست محمد خان ہوا اٹک کی فصیل کے نیچے سکھونکی فوج کو شکست دی تھی۔ اسکے بعد دیوان رام دیال کشمیر سے نکالا گیا اور مہاراجہ کو سخت پریشانی کے ساتھ واپس آنا پڑا اور بعدہ ۱۸۱۹ء مین صوبہ کشمیر تسخیر ہوگیا۔ ہزارہ کی زبردست مسلمان قومون کو زیر کرنا کہ وہ انگریزی عملداری کے بعد سے بھی بہت پریشان کرتے رہے ہین اور بارہا فوجون کی جانیکی

ضرورت پڑی ہے ذرا ٹیڑھی کھیر تھی - سکھون کو پہاڑیون مین لڑنیکا
کبھی شوق نہین رہا - افغان اور یوسف زئی پہاڑیون مین مخلی الطبع
ہوتے ہین اور میدانون کی بہ نسبت اُسے بہت پسند کرتے ہین
اور اُنکا حملہ کرنیکا قومی طریقہ اس وحشی اور پہاڑی ملک کے مناسب
حال واقع ہوا ہے جس مین اُنکو لڑنا پڑتا ہے - حاکم ہزارہ سردار حکما سنگھ
چمنی جو افغانون کو بہت خوبصورتی کے ساتھ قلعہ اٹک سے نکال
دینے کے بعد ۱۸۱۴ء مین اٹک اور ہزارہ کا حاکم مقرر ہوا تھا
بہت جری سپاہی تھا مگر انتظام مین سفاکی سے بہت کام لیتا تھا -
اُس کے سخت احکام کی وجہ سے اور خصوصًا ایک دولتمند اور
ذی وقعت سردار سید خان نامی کو پھانسی دینے کے باعث سب
ملک والے بغاوت پر اُٹھ کھڑے ہوے اور مہاراجہ کو مجبورًا ۱۸۱۹ء
مین اُسکو واپس بلا لینا پڑا اور دیوان رام دیال اُسکی جگہ مقرر کرکے
بھیجا گیا -

یہ نوجوان اور بے احتیاط سپہ سالار اور سردار فتح سنگھ اہلو والیہ
مع کنور شیر سنگھ کے کہ وہ برائے نام فوج کا کمانڈر تھا پہاڑون

مین ہو کر گند گڑھ کے قلعہ تک بڑھ گئے کہ وہان یوسف زئیون اور
سواتیون کی قومین اُنکے مقابلہ کیواسطے جمع تھین - سکھون نے
اپنے مدمقابل کی تعداد زیادہ پائی - اسکے علاوہ حاکم سابق کی فوجون
پر کئی دفعہ فتحیاب ہو چکنے کے باعث مسلمانون کے دل بڑھے ہوے
تھے - دن بھر آفتاب غروب ہونے تک لڑائی ہوتی رہی - آخر
سکھ لوگ تھک کر اپنے مورچون مین واپس چلے آئے - دیوان
رام دیال اور اُسکے چند ذاتی ہمراہیون نے سب سے آخر مین
میدان چھوڑا - اور غنیم نے یہ دیکھکر کہ وہ اپنی فوج سے الگ پڑ گیا
ہے بڑے زور شور کے ساتھ حملہ کیا اور سخت مقابلہ کے بعد اُسکو
اور اُسکے ہمراہیون کو قتل کر ڈالا - جب سکھون نے دیکھا کہ ہمارا
سپہ سالار مارا گیا تو اُن مین سخت ابتری پڑی اور دوسرے ہی دن
بھاگ گئے اور راستہ مین جو جو گانؤن پڑے اُن مین آگ لگا دی -
دیوان رام دیال کے مرنے سے فوج کو سخت صدمہ پہونچا - مگر
اُسکے کام کو سنبھالنے کے واسطے اور بہت سے اچھے اچھے افسر
موجود تھے جن مین سردار ہری سنگھ نلوہ اور مہاراجہ کا چچازاد بھائی

سردار بدھ سنگھ سندھنوالیہ خاص طور سے ممتاز تھے۔ اُسکی جگہ پر ایک مجیٹھیا سردار امر سنگھ نامے حاکم ہزارہ مقرر ہوا۔ مگر اُسکی تقدیر بھی رام دیال ہی کی سی تھی کہ ڈھونڈھ اور ترین قومون نے بالکل اُسی طرح پر اُس کا بھی خاتمہ کر دیا۔ وہ ایک تیز لڑائی کے بعد اپنے ہمراہیون کے ساتھ دم لینے کیواسطے الگ ہوا تھا کہ دشمن یکایک پہونچ گئے اور کام تمام کر دیا۔

شہر اور صوبہ پشاور ۱۸۲۳ء مین مہاراجہ کی باجگزار ریاستون مین شامل ہو گئے۔ اُس زمانہ مین افغان بادشاہ یار محمد خان وہان کا فرمانروا تھا۔ کہ اُسکا بھائی محمد عظیم خان فتح خان کی جگہ پر اسے نام وزیر مقرر ہوا تھا مگر دراصل کابل اور شمالی افغانستان مین بادشاہت کرتا تھا۔ محمد عظیم خان اپنے بھائی سے جو پشاور کا حاکم تھا اس بات پر ناراض ہو گیا کہ اُس نے مہاراجہ سے دب کر دوستی کر لی تھی۔ اور فوج کثیر لیکر کابل سے روانہ ہوا اور وحشی یوسف زئیون کو سکھون کے خلاف جہاد کرنے پر آمادہ کر کے اپنے ساتھ لیا۔ نوشیرہ کے قریب ٹھری مین اٹک اور پشاور کے بیچون بیچ سکھون

سے مقابلہ ہوا - یہ بڑی نازک لڑائی تھی اور اُسی سے ہمیشہ کے واسطے
اس کا فیصلہ ہو گیا کہ آیا خیبر کے پورب اور مغربی شمالی سرحد کی پہاڑیون
پر سکھون کی حکومت رہیگی یا افغانون کی - دریاے کابل کے بائین
کنارہ پر مہاراجہ خود اپنی فوج کا سالار ہوا کیونکہ وہین یوسف زئی تعینات
تھے - اکالی یعنی سکھ مذہب کے دیوانے اور غازی یعنے مذہب اسلام
کے فدائی میدان مین اُترے اور لڑائی شروع ہوئی - نتیجہ یہ ہوا کہ اکالیون
کو پسپا ہونا پڑا اور اُن کا پیشوا پھولا سنگھ جسنے غضب کا تہلکہ ڈال رکھا تھا
مارا گیا - لیکن مہاراجہ نے مسلمانون کو ہٹا دیا - اُدھر دریا کے دوسری
طرف سردار ہری سنگھ جو سکھ فوج کے بڑے حصہ کا سالار تھا
اور جنرل ونٹورا اور جمعدار خوشحال سنگھ اور سردار بُدھ سنگھ سندھنوالیہ
افغانون کی اس فوج سے مقابل ہوے جو محمد عظیم خان کے تحت مین
تھی - مسلمانون کے پانون بہت جلد اُکھڑ گئے اور پشاور کی طرف بھاگ گئے
اور وہان سے درّون مین ہو کر نکل گئے اور مہاراجہ نے شہر پر
قبضہ کر کے خوب لوٹا - سالانہ خراج کے وعدہ پر یار محمد خان کو وہان
کا حاکم مقرر کر کے مہاراجہ واپس چلا آیا -

اس زمانہ کے بعد سے برابر مہاراجہ کو ہزارہ و پشاور و اضلاع سرحدی کی بدولت بہت مشکلین پیش آئین اور مصارف عظیم برداشت کرنے پڑے۔ اور بارک زئی سردارون اور وحشی اور پرجوش قومون سے لڑنے مین اُسکی بیشمار فوج اور بہت سے افسرون کا نقصان ہوا۔ اس مختصر کتاب مین سرحدی لڑائیون کے طول طویل اور خالی از دلچسپی حالات لکھنے کی گنجایش نہین ہے ایک مذہبی پیشوا سید احمد شاہ نامے کے اُٹھ کھڑے ہونے سے حالت اور بھی زیادہ خراب ہو گی۔ یہ شخص ممالک مغربی و شمالی کا ایک مسلمان تھا اور اپنے مذہب اور ہم مذہبون کی سکھون کے مقابلہ مین حمایت کرنے کی غرض سے پشاور کے پہاڑی ملک مین چلا گیا تھا اور کافرون کے مقابلہ مین جہاد کرنے کی تلقین کرتا پھرتا تھا۔ یہی شخص ہندوستانی وہابیون کے اُس فرقہ کا بانی تھا جس نے گورنمنٹ مذکور کو بہت پریشان کیا ہے اس فرقہ کے اکثر لوگ خیرخواہ سرکار اور قانون کے ماننے والے ہین اور صرف ایک جداگانہ طریقہ عبادت اختیار کرنیکے باعث اور مسلمانون سے امتیاز رکھتے ہین۔ اور اسی فرقہ کے بہت سے لوگ سخت خطرناک اور باغی اور مذہبی جوش والے ہین۔ ہمیشہ سرکار سے

مقابلہ کرتے ہین اور لڑائی کے زمانہ مین ناراضی اور سرکشی پھیلانے کی کوشش کرتے ہین۔ لیکن چونکہ سرکار انگریزی نے مسلمانون کو اُس سے زیادہ مذہبی آزادی دے رکھی ہے جو کسی ملک مین جائز رکھی گئی ہو اسلیے ہندوستان کے مسلمانون نے سرکار انگریزی کے خلاف جہاد کرنا ناجائز قرار دیدیا ہے۔ مگر ۱۸۲۳ء مین سکھون کے مقابلہ مین جہاد کرنیکی حالت اس سے بالکل جداگانہ تھی۔ مسلمان اپنی سلطنت کے زمانہ مین سکھون کی ایذارسانی کے درپے تھے اور اُنکے پیغمبرون کو قتل کرتے اور سندرون کو تباہ کرتے تھے اور اب انتقام کا زمانہ آیا تھا اور گوبند سنگھ کے ماننے والے اہل اسلام کو پامال کرتے اور خاک مین ملاتے تھے۔

سردار ہری سنگھ نلوہ ہزارہ کا گورنر مقرر ہوا تھا اور اُسکے سخت برتاؤ اور مسلمانون سے نفرت رکھنے کے باعث ہمیشہ مذہبی جوش کی وجہ سے بلوہ ہوتے رہتے تھے۔ ۱۸۲۲ء مین دربند مین بغاوت ہوئی۔ اور دوسرے سال یوسف زئیون نے جمع ہوکر اُسکو مغلوب کرہی لیا ہوتا۔ سکھ فوج کی تعداد سے یوسف زئیون کی تعداد پنجگونہ زیادہ ہوگئی تھی۔ مگر اُس نے بڑی سختی اور بہادری کے ساتھ مقابلہ کرکے سب کو شکست دیدی۔

سردار بدھ سنگھ سندھنوالیہ جو بڑا جوانمرد سپاہی تھا اُس کی مدد کیواسطے
بھیجا گیا تھا۔ یہ سردار مہاراجہ کا چچا زاد بھائی تھا اور چونکہ مشتبہ ہوگیا تھا
اسوجہ سے رنجیت سنگھ نے اُسکو اس امید سے سرحد پر بھیجا تھا کہ پھر دربار مین
واپس آنے کی نوبت نہ آئیگی۔ اُسکی نظرون سے گرنے کا اصل قصہ یہ ہے
کہ ۱۸۲۵ع مین مہاراجہ امرتسر مین بمقام رام باغ بستر علالت پر پڑا ہوا تھا
اور طبیب بالکل جواب دے چکے تھے۔ بدھ سنگھ نے کہ اُس زمانہ مین ایک
بڑا اقابو یافتہ سردار تھا مع اپنے بھائیون عطا سنگھ و لہنا سنگھ کے جان پر
کھیل کر یہ کوشش کی کہ گوبندگڑھ کے قلعہ پر بے خبری کی حالت مین یکایک
جا پڑین اُنکا خیال یہ تھا اور یہ خیال صحیح بھی تھا کہ جو کوئی اس قلعہ پر قابض
ہو جائیگا اسکو سلطنت کی اُس لڑائی مین جو مہاراجہ کی وفات کے
بعد ہوگی بہت نفع رہے گا۔ اُس نے افسران قلعہ کو بڑی بڑی رشوتین
دین اور مہاراجہ کے نام سے ایک جعلی حکمنامہ بنالیا کہ قلعہ اُسکے حوالہ
کردیا جاوے۔ جمعدار خوشحال سنگھ کو کہ وہی قلعہ کا حاکم تھا دغا کا شبہہ
ہوا اور اُس نے کہدیا کہ رات کے وقت تو مین خود مہاراجہ کیواسطے
بھی قلعہ کے پھاٹک نہین کھولونگا۔ غرضکہ تدبیر کارگر نہوئی۔ مہاراجہ

نے جب صحت پائی اور اس قصہ کو سُنا تو مناسب سمجھا کہ بدھ سنگھ کو
تبدیل آب وہوا کیواسطے ہزارہ بھیجدے۔ یہان آکر اُس نے بڑا کار
نمایان دکھلایا۔ اکورہ مین سید احمد شاہ سے لڑا اور اُسکو شکست دی
مگر پانسو آدمی اُسکے بھی کام آگئے۔ دوسرے دن وہ جاگیرہ پر پہونچا
اور دوگرے سردار اور اٹاری والے سردار بھی یہان اُس سے آن ملے
اور سب ملاکر بارہ توپین اور دس ہزار جوانون کی جمعیت ہوگئی۔ سید کے
کثیر مگر غیر منتظم گروہون نے جن مین کابلی اور یوسف زئی اور افغان
شامل تھے جلدی سے پہونچکر ان لوگون کے مورچون کو گھیر لیا۔ چند
روز تک تو سکھ اپنے مورچون مین پڑے رہے اور غنیم برابر اُن پر حملے
کرتے رہے مگر آخر کار بُدھ سنگھ کی رسد اور صبر دونون کا خاتمہ ہوگیا تو وہ
اپنے جوان کو لیکر غنیم کے مقابلہ کو بڑھا اور سخت لڑائی کے بعد بڑی
خونریزی کرکے مسلمانون کو شکست دی۔ سید نے یوسف زئی پہاڑیون
مین پناہ لی اور دو برس بعد پھر اس قابل ہوا کہ زور باندھے اور میدان
سنبھالے۔

مہاراجہ اور ہری سنگھ نلوہ دونون بُدھ سنگھ کی امداد کیواسطے آگئے

بڑھ گئے تھے - اب یہ دیکھکر کہ امداد کی ضرورت باقی نہین رہی یہ لوگ پشاور کی طرف اس غرض سے روانہ ہوے کہ دہان کے افغان حاکم کو اس بات کی سزا دین کہ اُس نے برابر سید کی امداد جاری رکھی تھی - شہر لوٹا گیا - بالاحصار کا محل جلا دیا گیا - مسجد خراب کی گئی - اور بہت سے درخت جنکی وجہ سے پشاور کے وادی کی شہرت ہے کاٹ ڈالے گئے خراج مین اضافہ کیا اور مہاراجہ حاکم شہر یار محمد خان کے بیٹے کو بطور کفیل اپنے ساتھ لے آیا -

سکھون کے پشاور اور سرحد سے تعلق قائم ہونیکا نتیجہ یہ ہوا کہ سنہ ۱۸۳۳ء تک برابر لڑائیان اور ہنگامے اور بغاوتین ہوتی رہین - پھر شاہ شجاع نے جسکی طاقت محض برائے نام تھی مگر ہنوز بادشاہ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا ملتان و ڈیرہ جات و پشاور رنجیت سنگھ کے حوالہ کر دیے مگر یہ عطیہ بھی بغیر دغابازی یا کشت و خون کے مل نہ سکتا تھا - چنانچہ کنور نونہال سنگھ اور سردار ہری سنگھ آٹھ ہزار سپاہیون کے ساتھ اس حیلہ سے بھیجے گئے کہ خراج کا تقاضا کرنے آتے ہین اور مقصود اصلی یہ تھا کہ شہر پر قبضہ کر لین - مکاری کو کام مین لاکر کنور صاحب

نے فصیل کا ملاحظہ کرنے کے بہانہ سے قبضہ حاصل کر لیا بارک زئی سردار مختصر سا مقابلہ کر کے بھاگ نکلے اور سکھون کو وہ بات حاصل ہو گئی جسکے ارمان مین یہان آئے تھے۔ مگر افغان لوگ مقابلہ کیے بغیر کب قبضہ ہونے دیتے تھے۔ ۱۸۳۵ء مین امیر دوست محمد خان نے شہر کو پھر لے لینے کی نیت سے اس ضلع پر چڑھائی کی۔ مگر فقیر عزیزالدین جو اُس کو آگے بڑھنے سے روکنے کے واسطے فوج کے آگے روانہ کر دیا گیا تھا اپنے کام مین ایسا کامیاب ہوا کہ سکھون کی کثیر التعداد فوج پہونچ گئی اور افغانون کو اس قدر قریب آ کر گھیر لیا کہ امیر کو یہی کرتے بن پڑی کہ فوراً درے مین ہو کر واپس چلا گیا۔

سرحد کی تسخیر سکھون کی طاقت سے باہر تھی۔ پشاور لے لینے کے بعد کنور نونہال سنگھ اپنی فوج کی عظمت دلنشین کرنے کے واسطے سارے ضلعون مین دورہ کرتا رہا۔ کہین آگ لگاتا تھا کہین لوٹتا تھا اور جو کچھ وصول ہو جاتا تھا وہ لے بھی لیتا تھا۔ ۱۸۳۹ء والے باغیون کا سب سے بڑا سرغنہ دیوان حاکم رائے بنو ٹانک وڈیرہ اسمعیل خان وعیسیٰ خیل کا حاکم مقرر ہوا۔ مگر سکھون کو اس وحشی ملک پر کبھی پورا

تسلط نہ نصیب ہوا۔ قلعون کے باہر سکھون کا زور بالکل نہ چل سکتا تھا بغیر فوجی امداد کے مالگزاری وصول نہ ہوتی تھی۔ ہر دوسرے تیسرے برس فوج اضلاع کا دورہ کرتی تھی اور بقایا وصول کرلاتی تھی اس کا ایک دفعہ بڑا لطیفہ ہوا تھا ۱۸۴۷ء مین لڑائی کے بعد برٹش رزیڈنٹ کرنیل لارنس نے راجہ دینا ناتھ سے کہ وہ دیوان خزانہ تھے یہ کہا کہ ٹانک مین مالگزاری کا بقایا بہت ہوگیا ہے۔ راجہ صاحب نے جواب دیا "تقریباً دو برس کی مالگزاری بقایا مین پڑی ہے اب اسکا وقت قریب آگیا ہے کہ فوج بھیجی جائے"۔

سردار ہری سنگھ نلوہ کمانڈرانچیف مقرر ہو کر پشاور مین تعینات کیا گیا اور ۱۸۳۶ء مین اُسکو حکم ہوا کہ جمرود مین درہ خیبر کے داخلہ کے اوپر ایک قلعہ تعمیر کراے۔ یہ کام بہت جلد اختتام کو پہونچگیا۔ مگر قلعہ کچھ بہت مضبوط نہین بنا۔ تاہم آفریدیون کے ڈرانے اور کابل سے آنیوالی فوجون کے پریشان کرنے کے واسطے کافی تھا۔ امیر کو بہت طیش آیا اور اُس نے ٹھان لی کہ ہمارے پہاڑی پھاٹک کے سامنے آکر یہ گستاخی کی گئی ہے اسکا جواب معقول دینا چاہیے۔

اُس نے اپنے بیٹے محمد اکبر خان کے تحت مین سات ہزار سوار
دو ہزار بندوقچی اور اٹھارہ توبین جلال آباد سے روانہ کین اور اپنے
اور تین بیٹون کو بھی ساتھ کر دیا۔ تقریباً بیس ہزار جرگہ والے بھی اس
فوج مین شریک ہو گئے اور ماہ اپریل ۱۸۳۷ء مین جمرود کے سامنے
پہونچ گئے۔ اس وقت قلعہ مین رسد مہیا نہ تھی اور کل آٹھ سو سکھ
اُسکی محافظت کیواسطے تعینات تھے۔ ہری سنگھ پشاور مین پڑا ہوا تھا
اور اُسکو بخار آتا تھا۔ اُس نے سانس ڈکار بھی نہ لی۔ چھ دن تک تو
ہنسی خوشی محاصرہ کا انتظام ہوتا رہا۔ پھر فصیل مین اتنا بڑا شگاف
بنایا گیا کہ سوارون سے حملہ کیا جا سکے آخر کار جب بالکل آس ٹوٹ
چکی تھی یہ بڑا سپہ سالار اپنی پشاور کی فوج کو لیکر امداد کیواسطے آن
پہونچا۔ اس فوج مین چھ ہزار پیدل اور ہزار باقاعدہ اور تین ہزار
بیقاعدہ سوار تھے۔

چند روز تک تو دونون فوجین ایک دوسرے کے سامنے پڑی
رہین۔ دونون مین سے کوئی یہ نہ چاہتی تھی کہ حملہ ہماری طرف سے
شروع ہو۔ آخر کار ہری سنگھ نے لڑائی کی ٹھہرا دی۔ پہلے تو اُسکا

حملہ رُک نہ سکا اور افغان لوگ منتشر ہوکر بھاگ نکلے۔ مگر سکھ لوگ بہت دور تک
تعاقب مین نکل گئے تھے۔ سردار شمس الدین خان نے جو افغان سوارونکو
لیکر حملہ کیا تو سکھ مغلوب ہو گئے۔ ہری سنگھ یہ دیکھکر کہ اب جان بکف
ہوکر لڑنے ہی سے میدان ہاتھ آنے تو آنے اپنے خاص سردارن کو
لیکر آگے بڑھا اور اُسکی موجودگی سے سکھون کو ڈھارس ہوئی اور
اُسکی تقلید پر آمادہ ہو گئے۔ اب بھی میدان ہاتھ آجانا ممکن تھا مگر ہری سنگھ
پیٹ اور پسلی مین دو گولیون کے کاری زخم کھاکر گرا اور اُسکے سپاہی
بیدل ہوکر جمرود کی فصیل کے نیچے واپس آگئے اور کمک کا انتظار
کرنے لگے۔ آخر کمک بھی پہونچ گئی۔ مگر کب کہ جب رسد اور پانی بالکل
ختم ہو چکا تھا اور محصورین کیواسطے سوائے اسکے کوئی چارہ کار باقی
نہ رہا تھا کہ جسطرح بن پڑے غنیم سے لڑتے بھڑتے باہر نکل جائین
لیکن حسن اتفاق سے جس وقت افغانون کے حملہ کی پہلی خبر لاہور
پہونچی ہے اُس وقت فوج کا بڑا حصہ کنور نونہال سنگھ کی شادی کی شان
بڑھانے کے واسطے جمع تھا اور وہ فی الفور شمال کی طرف روانہ
کر دیا گیا تھا خود کنور نونہال سنگھ اور اُسکا باپ کنور کھڑک سنگھ اور

جنرل ونٹورا اور جمعدار خوشحال سنگھ اور سکھ فوج کے سب بڑے بڑے سورما ایسے موقع سے پشاور مین پہونچے کہ اُن کی شاندار طاقت کو دیکھکر بارک زیئی سردارون نے زیادہ لڑنا مصلحت نہ سمجھا اور محاصرہ اُٹھا لیا اور جلال آباد واپس چلے گئے۔

اس پر آشوب زمانہ مین بھی مہاراجہ نے سرکار انگریزی کے ساتھ پوری دوستی قائم رکھی۔ بُرے صلاح کارون نے سرکار مذکور کو اب یہ صلاح دی کہ خود اپنی طرف سے افغانستان سے مزاحمت شروع کرے اور جو دلیر اور قابل خاندان بر سر حکومت ہو گیا ہے اُسکو برطرف کرے تاکہ سب سے زیادہ کمزور اور سب سے نا قابل قوم سدوزیئون کی بر سر حکومت ہو جائے۔ دربار لاہور سے گفتگو در پیش رہنے اور رنجیت سنگھ اور شاہ شجاع سے معاہدہ ہونے اور سخت پریشانی اُٹھانے اور اُس مصیبت کے انجام پانے کا تذکرہ کسی اور کتاب مین بہ تفصیل آچکا ہے۔ یہان ان سب باتون کے لکھنے کی گنجائش نہین ہے مہاراجہ اس لڑائی کے بالکل خلاف تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ اس غرض سے ہوتی ہے کہ سندھ اور افغانستان کی طرف اُسکی طاقت بالکل

اُسی طرح محدود کردی جاوے جیسے پہلے ستلج کی طرف ہو چکی تھی - مگر جہان تک اُس سے ہو سکا اُس نے سرکار انگریزی کے اُن مقاصد مین جو سر ولیم میکناٹن نے ماہ مئی ۱۸۳۸ء مین اُسکو سمجھا دیے تھے پوری پوری مدد دی - اور اس بات پر بھی آمادہ ہو گیا کہ اگر اُسکے سردار اجازت دین تو خود بھی اس لڑائی کے بار کو حصہ رسدی سنبھال لے یہ سردار انگریزون کو مدد دینے کے خاص طور سے مخالف تھے اور مہاراجہ کا ذاتی رسوخ روز بروز گھٹتا جاتا تھا اور سلطنت لاہور مین سارا اختیار راجگان جموّن یعنے دھیان سنگھ اور گلاب سنگھ کے ہاتھون مین تھا -

جب ۱۸۳۸ء کے موسم سرما مین برٹش فوج جنگ افغانستان کے واسطے فیروزپور مین جمع ہو رہی تھی اور لارڈ آکلنڈ گورنر جنرل مہاراجہ سے ملنے کیواسطے بڑی شان و شوکت کے ساتھ لاہور آیا ہوا تھا مہاراجہ کی بے اعتدالیون اور افکار و پریشانی کی بدولت فالج کا دوسرا حملہ ہوا اور رنجیت سنگھ نے سمجھ لیا کہ اب میرے میدان فتوحات سے ہمیشہ کے واسطے کنارہ کرنے کا وقت آگیا ہے - اس زمانہ سے

اپنی موت کے وقت تک کہ وہ سال آیندہ مین وقوع مین آئی رنجیت سنگھ
بیجان ہوکر زندہ رہا۔ اس پر بھی وہ کاروبار سنبھالنے کی کوشش کرتا رہتا
تھا اور کبھی کبھی بہت غمگین حالت مین پالکی مین پڑا ہوا لاہور کے ثمن برج
کے نیچے کے میدان مین اپنی فوجون کا ملاحظہ کیا کرتا تھا۔ مگر سب
جانتے تھے کہ اب وقت قریب آن لگا ہے اور سب ذی اختیار سردار جنکو
صرف آقا کا ڈر ایک دوسرے کا گلا کاٹنے سے روکے ہوے تھا اُس
لڑائی کیواسطے طیاریان کرنے مین مصروف تھے جس کا اُسکے مرنیکے
بعد وقوع مین آنا لازمی تھا۔

انگریزی ڈاکٹر کئی دفعہ مہاراجہ کے معالج رہ چکے تھے۔ مرے صاحب
نے سنہ ۱۸۲۶ء مین اُسکا علاج کیا تھا۔ اور فالج کے پہلے حملہ کے بعد سنہ ۱۸۳۴ء
میں میکگریگر صاحب نے علاج کیا تھا۔ مگر ان لوگون کے نسخون سے کچھ
فائدہ مترتب نہوا تھا۔ اسکی کچھ وجہ تو یہ بھی تھی کہ مرض سخت تھا اور کچھ
یہ بھی باعث تھا کہ وہ کثرت مے نوشی سے باز نہ آتا تھا۔ بجلی بھی لگائی گئی
برقی شرارے بھی بدن مین پہونچائے گئے مگر فائدہ نہوا۔ سر ہنری فین
کمانڈر انچیف سرکار انگریزی جو اور بہت سے انگریزی افسرون کے

سات مارچ ۱۸۳۷ء مین کنور نونہال سنگھ کی شادی کے جلسہ مین شریک
ہوئے تو اُس سے مہاراجہ کو اور بھی نقصان پہونچا۔ اُس نے اُسے
جزو شان مہمانداری سمجھکر خوب خوب شرابین پین اور اُسی بے عنوانی
سے ۱۸۳۵ء والے دوسرے حملہ کا مصالحہ طیار ہو گیا۔ اُسکی آخری
علالت کے زمانہ مین فقیر عزیز الدین نے کہ وہ اسکا معالج اور میر منشی
تھا بڑی توجہ سے اُسکا علاج کیا۔ اپنے ہاتھ سے دوائین پلاتا تھا
اور اطراف و دیار کی خبرین سناتا رہتا تھا۔ اور بھی مشہور ہندوستانی
طبیب بلائے گئے۔ مگر گورنر جنرل نے جو انگریزی ڈاکٹر بھیجا تھا اُسکو
مہاراجہ نے اپنے پاس نہین آنے دیا۔ لیکن اگر مشک و عنبر و مروارید
و صندل و بادام کہ یہ یونانیون کی مخزن الادویہ کا جزو اعظم سمجھے جاتے
ہین خاتمہ جلد کر دینے مین مدد نہ بھی ہوتے تو بھی دوا سے مہاراجہ کے
اچھے ہونے کا وقت نہین رہا تھا۔ اُس نے اپنے اکلوتے بیٹے
کنور کھڑک سنگھ کو اپنے بستر کے قریب بلایا اور اُسکو اپنا وارث قرار
دیا اور دھیان سنگھ کو اُسکا مدار المہام مقرر کیا۔ مگر یہ مدار المہامی کی عزت
اس دغاباز شخص کو زیادہ عرصہ کیواسطے نصیب نہ رہی۔ پھر پچیس لاکھ

روپیہ محتاجون اور نانکھانہ کے پجاریون کو کہ وہان پہلا گرو پیدا ہوا تھا اور ڈیرہ بابا نانک کے پجاریون کو کہ وہان وہ مرا تھا خیرات کرکے مہاراجہ سکھون اور ہندؤن کی رسم کے مطابق پلنگ پر سے اُتار کر زمین پر ایک آسن کے اوپر لٹا دیا گیا اور وہین اُس نے بتاریخ ۲۷ جون ۱۸۳۹ع چولا چھوڑ دیا۔

اُسکے بعد چھ برس تک برابر بدعملی رہی اور ہنگامے ہوتے رہے۔ قتل کا بازار خوب گرم رہا اور جو کمزور تھے وہ بڑی بے دردی کے ساتھ پامال ہوے۔ اصلی نسل کا تو کمزور کنور کھڑک سنگھ اور اُسکے حسین اور بے پروا اور بدکار بیٹے نونہال سنگھ کے قتل ہو جانے سے خاتمہ ہوگیا اب جھوٹے دعویدارون کی باری آئی۔ مہاراجہ شیر سنگھ جو بڑا شرابی اور شہوت پرست تھا مع اپنے بیٹے کے سندھنوالیون کے ہاتھ سے قتل ہوگیا۔ دلیپ سنگھ جو ایک کنچنی کے پیٹ سے تھا اُس کا بھی یہی حشر ہوتا مگر حسن اتفاق سے سکھون کی فوج مین پھوٹ پڑجانے کی بدولت اُسکو سرکار انگریزی کی دریا دل فیاضی سے بڑی مستحکم پناہ مل گئی۔

رنجیت سنگھ نے جو بویا تھا وہی کاٹا باپ نے ترش انگور کھائے بیٹوں
کے دانت کھٹے ہوئے۔ جو سلطنت ظلم اور دغابازی اور خونریزی سے
قائم ہوئی تھی اسکے بانی کے اُٹھ جانے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد اُسپر
بھی فنا آگئی چونکہ ایک شخص کے جنگی اور انتظامی جوہر سے پیدا ہوئی تھی
اس لیے جو اُس کی جان تھی اُسکے نکل جانے کے بعد وہ بھی راکھ
کا ڈھیر ہو کر رہگئی۔ اور خالصہ کا ترکہ انگریزوں کے ہاتھ آیا اور اگر وہ
انصاف اور رحم اور زور کے ساتھ فرمانروائی کیے جاینگے تو چاہے
جو کوئی مقابل ہو یہ سلطنت برابر اُن کے پاس رہیگی کیونکہ ان ہی
اوصاف سے سلطنت کو استحکام رہتا ہے اور بقا نصیب ہوتی ہے